اثبات
ولایتِ تکوینیہ

مؤلف

علامہ بزرگوار شیخ علی نمازی شاہرودی رضوان اللہ علیہ

ترجمہ و تحقیق

شمس العلماء علامہ ناصر سلطین ہاشمی فاضلِ ایران

پرنسپل : جامعہ باب العلوم ملتان

ضابطہ

نام کتاب........................اثبات ولایت تکوینیہ

مولف..............................علامہ بزگوار علی نمازی شاہرودی

ترجمہ و تحقیق........................شمس العلماء علامہ ناصر سبطین ہاشمی

پرنسپل مدرسہ باب العلوم ملتان

ناشر..............................سید انصار احمد گردیزی

کمپوزنگ..............................غلام مصطفیٰ صادقی

تعداد..............................1100 جلد

طبع اول..............................مئی 2009

قیمت..............................350 روپے

ملنے کا پتہ

مدرسہ باب العلوم چوک نواں شہر ابدالی روڈ ملتان

0300-7336499

فہرس



بسم اللہ الرحمن الرحیم

تمہید

الحمد لله رب العالمين كما هوّاهله و لا اله غيره و الصلوة والسلاَم على اشرف الخلائق اجمعين و رحمةًللعالمين الذى نزّل الله الفرقان عليه ليكون للعالمين نزيرا و بشرا سلطان الخلائق اجمعين محمدو اله الطيبينَ الطاهرين المعصومين اللاسماء الحسنىٰ والا مثال العليا و اللعنة على اعدائهم معانديهم ومنكرى فضائلهم ومناقبهم و ولايتهم من الان الى يوم الدين۔

اس پرآشوب دور میں ایک طرف اغیار نے.....اور دوسری طرف اپنے خود

غرض اہل قلم نے... مختلف طریقوں سے ولایت مقدس اہلبیت علیھم السلام کو..... آسیب وخلل پہچانے کی ٹھان لی ہے.....تو میں نے مصمم ارادہ کیا ہے کہ خداوند عالم کی تائیدات سے مقام منیع اور مرتبہ رفیع ولایت.....اور ریاست کاملہ حضرت محمد...... صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم.....اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارہ اوصیاء صلوٰۃ اللہ علیھم کے بارے میں مختصر شرح سپرد قرطاس کروں.....اور اس میں مقام ولایت تشریعی اور ولایت تکوینی..... "یعنی یہ حضرات معصومین علیھم السلام خداوند عالم کی طرف سے تمام موجودات عالم اور پوری کائنات پر حق تصرف رکھتے ہیں".....کو ثابت کروں......

اس بات کی امید کرتے ہوئے کہ شاید اس افراتفری کے دور میں.....دین کی خدمت کرسکوں.....اور غافلین کو خواب غفلت سے بیدار کرسکوں......!

امید ہے کہ صاحب ولایت کلیہ مطلقہ الٰہیہ.....اس حقیر سی کاوش کو شرف قبولیت سے نوازیں......!

اس کتاب میں میری گفتگو فقط ان افراد سے ہے .....جو قرآن کریم ،رسالت سید المرسلین اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارہ اوصیا علیھم السلام کی خلافت و وصایت پر یقین رکھتے ہیں.....پھر ان لوگوں کے لیے واجب ہے کہ اپنے عقائد کو قرآن پاک اور عترت طاہرہ کی.....بیان کردہ تفسیر کے ذریعے درست کریں.....اور ضروری ہے کہ اصول وفروع کے مسائل میں ہمیشہ قرآن پاک اور عترت طاہرہ سے متمسک رہیں..... جیسا کہ مسلمانوں میں خبر متواتر ہے کہ پیامبر اکرمؐ نے فرمایا:

"میں تمھارے درمیان دوگراں قدر چیزیں چھوڑے جارہا ہوں .....ایک

کتاب خدا اور دوسری میری عترت پاک..... جب تک تم لوگ ان کا دامن نہیں چھوڑو گے..... ہرگز گمراہ نہیں ہو گے.....!

جان لو کہ یہ دونوں ایک دوسرے سے کبھی بھی جدا نہیں ہوں گے..... یہاں تک کہ حوض کوثر پر میرے پاس آئیں گے"..... (1)

علامہ جلیل القدر

نجم الدین عسکری نے احادیث ثقلین کے بارے میں ایک سو بیس ۱۲۰ حدیثیں نقل کی ہیں۔ اور اسی طرح کتاب فضائل الخمسہ... ج ۲ ص ۴۳-۵۲۔ فروزہ آبادی میں نقل کی ہے.....

اس حدیث سے چند موضوعات حاصل ہوتے ہیں۔

موضوع اول

یعنی تمام لوگوں سے عترت طاہرہ افضل و اشرف ہیں۔ ان دو یعنی قرآن و عترت کو ایک دوسرے کا عدیل قرار دیا گیا ہے..... !!ان دو سے تمسک گمراہی سے نجات دیتا ہے۔ اگر کائنات عالم میں کوئی شخص عترت پاک سے افضل ہوتا تو خداوند عالم عترت طاہرہ کو اس شخص سے متسک ہونے کا حکم دیتا.....!!

(۱) اس حدیث کو علماء شیعہ و اہلسنت نے حد تواتر سے بھی زیادہ نقل کیا ہے۔ درج ذیل کتب میں یہ حدیث نقل ہوئی ہے۔ التاج الجامع للاصول الستہ۔ طبع مصر ج ۱ ص ۴۷۔ مسلم ج ۳ کتاب الفضائل احقاق الحق ج ۴ ص ۴۳۶-۴۴۳ ۔ ج ۶ ص ۳۴۱۔۳۴۴ ج ۷ ص ۴۷۲ ج ۹ ص ۳۰۹-۳۷۵۔

موضوع دوم

تمام امت کو عترت کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔.....اور اس حدیث کا پہلا جملہ کہ قرآن عترت سے جدا نہیں ہوگا......! اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ کائنات عالم کی ہر چیز عترت پاک کی محتاج ہے.... اور دوسرا جملہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ امت کے کسی بھی فرد کی عترت طاہرہ محتاج نہیں ہے......

توضیح

تمام افراد امت علوم قرآن کے محتاج ہیں .... اور قرآن عترت سے کبھی بھی جدا نہیں ہوگا.... پس ہم تمام لوگ عترت کے محتاج ہیں..... قرآن پاک میں محکم و متشابہ آیات ہیں..... اور قرآن پاک کے لیے ظاہر و باطن ہیں..... جنہیں لوگ درک نہیں کر سکتے..... لہذا سب لوگ عترت کے محتاج ہیں .. فقط عترت ہی ہے کہ جو ہر شیء کا علم رکھتی ہے .... پس قرآن اور عترت کا جدا نہ ہونا.....اس بات کی دلیل ہے کہ عترت کے پاس کل قرآن کا علم ہے..... اور تمام علوم قرآن عترت کے پاس ہیں .... کسی اور کے پاس نہیں ہیں..... پس ثابت ہوا ہے کہ تمام لوگ علم قرآن کے محتاج.... اور وہ سب عترت کے محتاج ہیں .... اور عترت کسی کی بھی محتاج نہیں ہے......(۱)

موضوع سوم

عترت طاہرہ ہر قسم کی گناہ ولغزش سے معصوم ہے......اور ان سے تمسک گمراہی وضلالت سے نجات ہے......اگر معصوم نہ ہوتو ان سے خطا کا امکان ہوسکتا ہے......اور جب خطا کا امکان ہوسکتا ہو......تو پھر قرآن سے جدا ہونے کا امکان بھی ہوسکتا ہے......یہ معصوم ہیں اور کبھی بھی قرآن سے جدا نہیں ہوسکتے......!!

موضوع چہارم

عترت کے لیے ضروری ہے...... کہ اس کے پاس تمام قرآن کا علم ہو......!اگر بعض قرآن کا علم ہو......تو بعض سے جدا ہو جائے گی......پھر گمراہی سے نجات بھی ختم ہو جائیگی......

موضوع پنجم

عترت پاک تمام کائنات کی قیامت تک مرجع ہے......اور عترت کسی کی محتاج بھی نہیں ہے......پس ہر فرد ان کا محتاج ہے۔ پس عترت کو لوگوں کا خلیفہ ہونا چاہیے......نہ بالعکس......یعنی لوگ عترت کے خلیفہ نہ ہوں ......!اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جو محتاج ہے وہ مقتدی ہو اور جو محتاج نہیں ہے وہ امام ہو بعض ''علماء غالباً خلیل

(۱) ان روایات کے موارد بہت زیادہ ہیں۔ تفسیر عیاشی، مقدمہ تفسیر البرھان، بحار الانوار جدید ج ۹۲ ص ۷۸۔ مستدرک الوسائل وسائل الشیعہ۔

ابن احمد نحوی مراد ہیں'' نے حضرت علی کے بارے میں کہا ہے

استغنائة عن الکل و احتیاج الکل الیه دلیل علی انه امام الکل

حضرت علی علیہ السلام کائنات عالم کی کسی بھی چیز کے محتاج نہیں ہیں۔اور کائنات عالم کی ہر شیء حضرت علی علیہ السلام کی محتاج ہے یہ دلیل ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کائنات کی ہر شیء کے امام ہیں......

تقسیم قرآن

قرآن پاک میں محکم اور متشابھ آیات ہیں......جن کو کوئی بشر بھی نہیں جانتا ہے خداوند عالم نے تعلیم بشر کے لیے آئمہ ھدیٰ علیہم السلام کو معلم قرآن بنایا جو قرآن کی ہر آیت کی ہر تفسیر جانتے ہیں۔....اور وہ اس آیت

وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَسْتَ مُرْسَلًا قُلْ كَفَى بِاللهِ شَهِيدًا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ وَمَنْ عِنْدَهُ عِلْمُ الْكِتَابِ (سورہ رعد:۴۳)

اور کافروں نے کہا کہ: آپ نبی نہیں ہیں۔ ....تو اللہ نے کہا.....اے رسول کہہ دیجئے میری گواہی کے لیے ایک اللہ کافی ہے اور ایک وہ اسے جس کے پاس کل قرآن کا علم ہو.....

موضوع ششم

امامت وخلافت حقہ الٰہیہ عترت پاک میں منحصر ہے......اگر کوئی اور امام ہوتو

عترت اس کی محتاج ہو جائے گی...... جب کہ سب لوگ ان کے محتاج ہیں..... تو امام بھی عترت میں سے ہونا چاہیے.....

موضوع ھفتم

راہ سعادت و ہدایت بھی عترت کے ساتھ مختص ہے..... اور اگر ہدایت و سعادت ان میں نہ تو عترت کا قرآن سے جدا ہونا لازم آتا ہے.... جب کہ یہ باطل ہے.....

عترت سے مراد اہل بیت پیغمبر و آئمہ معصومینؑ حضرت امام حسین علیہ السلام کی اولاد پاک میں سے نو امام مراد ہیں.....

بنا برایں ہر امر ولایت تکوینی یا غیر از ولایت تکوینی.... جو قرآن حکیم اور تفسیر عترت طاہرہ کے ساتھ (کیونکہ علم قرآن ان کے پاس ہے) حاصل ہو..... تمام اہل ایمان پر واجب ہے..... کہ اس کو قبول کریں..... اور ان کے معتقد ہو جائیں..... اور لوگوں کے لیے حرام ہے..... کہ وہ قرآن پاک اور اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی حجت سے رو گردانی کریں.....

پس:۔ کوئی بھی شخص یہ حق نہیں رکھتا..... کہ پیغمبر اکرمؐ اور آئمہ علیہم السلام کے بغیر قرآن سے متمسک ہو..... اور کسی مطلب کو اثبات کرے.....

یا یہ کرے کہ بعض آیات متشابھات سے تمسک کرے..... اور کہے کہ آخرت میں خداوند عالم جل جلالہ کا دیدار ہوگا..... جیسا کہ مسلمانوں کا وہ گروہ جو کہ آئمہ کے

تابع نہیں ہے..... وہ رؤیت خدا کا قائل ہے .....

یا : بعض آیات متشابہات کے ذریعے احتجاج کرے..... کہ خداوند عالم کا جسم ہے..... اوراس کے اعضاء وجوارح کا قائل ہو.....

یا: بعض آیات پر نظر رکھنے پر معصومین علیہم السلام یا انبیاء علیہم السلام کے شرک و معصیت کا قائل ہوجائے..... !!(۱)

یا: بعض آیات کے ذریعے..... ''جبر''..... کو ثابت کرے.....

یا: بعض آیات سے تمسک کرتے ہوئے..... اور آئمہ علیہم السلام کی ولایت تکوینی کا منکر ہوجائے..... جیسا کہ اس کتاب کے خاتمہ میں یہ مطلب آئے گا.....

یا: بعض آیات کے ذریعے علم غیب پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آئمہ معصومین علیہم السلام کا منکر ہوجائے..... (۳)

یا: یہ کہ بعض آیات سے استدلال کرتے ہوئے..... تناقض قرآن کا قائل ہو جائے..... جیسا کہ ایک شخص حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا..... اوراس نے اس بارے میں آپ علیہ السلام سے سوالات کیے..... تو آپ علیہ السلام نے اس کے شبہات کا کاملاً جواب دیا..... اسی طرح ایک فلسفی..... حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے دور میں بھی آپ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا..... اوراس نے تناقض قرآن کے بارے میں کچھ اوراق بھی لکھے..... لیکن حضرت نے اسے مطمئن کیا..... تو

اس نے اپنا نوشتہ خود جلا ڈالا (۴)

یا: یہ کہے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے منافق ہمسائیوں سے بے خبر ہیں......اور سورہ (برأت کی اس آیت کی طرف توجہ ہی دے......

وَقُلْ اعْمَلُوا فَسَيَرَى اللهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُولُهُ وَالْمُؤْمِنُونَ

اس آیت سے چشم پوشی کرے......

در حالانکہ آیت شریفہ میں واضح حکم ہے......کہ تمام لوگوں کے اعمال کو خدا ،رسول اور مئومنون دیکھتے ہیں......!!۔کیا یہ ممکن ہے......پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منافقین کے اعمال سے بے خبر ہوں ......؟!!اور ان کے اعمال دیکھنے کے باوجود بے خبر ہوں......؟! اس آیت شریفہ میں مومنون سے مراد آئمہ ھدیٰ علیہم السلام ہیں......!!

یا ان آیات متشابھات سے تمسک کرے......اور نادانی و معصیت پیامبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قائل ہو جائے......اور وہ آیات محکمات کہ جو ان حضرات کی فضیلت پر واضح دلیل ہیں......کو چھوڑ دے ۔اور کہے کہ یہ جعلی ہیں......!!اور مجھے ڈر لگتا ہے کہ مسلمانوں کی وہی حالت نہ ہو جائے جو اس زندیق کی تھی وہ آیات جمع کر کے حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی خدمت میں آیا......اور آپ علیہ السلام نے مفصلاً اس کے شبہات کو دور فرمایا......اور وہ جاہل (مسلمان) بھی ان آیات کو لے لے ......اور کہے کہ جوابات والی حدیث ضعیف ہے......وہ اپنے لیے ضیال اور دوسروں کے لیے مضل

ہے...

ہمارے لیے ضروری ہے کہ ہم قرآن کی آیات کو جمع کریں اور اس کے متشابہات کو محکمات پر حمل کریں جیسا کہ حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا ہے۔

پس ہم آیت متشابھہ کہ " لاتَعْلَمُهُمْ "

ہے کو آیت محکم

وَقُلِ اعْمَلُوا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُولُهُ وَالْمُؤْمِنُونَ

کے ساتھ جمع کریں......اور کہیں کہ آیت 'لاتَعْلَمُهُم"

علم ذاتی کی نفی کرتی ہے اور پروردگار کے اظہار کے ذریعے کے ہر عمل کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دیکھتے ہیں جو ہستی ملکوت آسمان کو دیکھ سکتی ہے وہ اہل مدینہ کو نہیں جانتی۔ ملکوت السماوات والارض حضرت ابراھیم علیہ السلام نے دیکھے ہیں اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیوں نہیں دیکھے......؟!!

---

(۱) مامون نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے ان آیات کے بارے سوال کیا اور حضرت نے مکمل طور اس کے شبھات کو دور فرمایا

(۲) اگر تفاسیر اہل بیت اور روایات آئمہ طاھرین علیہم السلام کا مطالعہ کیا جائے تو کاملاً جبر کی نفی ہو جاتی ہے اور قطعاً جبر ثابت نہیں ہوتا ہے (۳)

اثبات علم غیب کے بارے میں ہماری کتاب علم غیب امام علیہ السلام کی طرف مراجعہ کیا جائے۔

(۴) روایات: اول مفصل: احتجاج طبرسی، کتاب توحید، اور بحار الانوار میں درج ہے۔ روایت دو مناقب شھر آشوب باب تاریخ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام میں دودرج ہے۔ اور بحار میں بھی ہے۔

اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ ضرور عطاء ہوئے ہیں.........!

یا:۔ کہ سورہ نساء کی آیت نمبر 3

وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامَى فَانكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنَى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ذَلِكَ أَدْنَى أَلَّا تَعُولُوا

سے متمسک ہو جائے کہ اور کہے کہ خداوند عالم جل جلالہ نے تعدد زوجات کو شرط عدالت پر مشروط کیا ہے۔ اور پھر (129) نمبر آیت

وَلَنْ تَسْتَطِيعُوا أَنْ تَعْدِلُوا بَيْنَ النِّسَاءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَاتَمِيلُوا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوهَا كَالْمُعَلَّقَةِ وَإِنْ تُصْلِحُوا وَتَتَّقُوا فَإِنَّ اللهَ كَانَ غَفُورًا رَحِيمًا

کو دیکھ کر یہ کہے کہ عدالت ممکن نہیں ہے۔ اور یہ کہے کہ دراصل تعدد زوجات سے منع کیا گیا ہے .... !

یہ شخص قرآن کی تفسیر اپنی مرضی سے کرتا ہے۔ جیسا کہ حضرت صادق علیہ السلام کے زمانے ابن ابی العوجاء نے ان دو آیات سے تناقص سمجھا تھا اور ہشام بن حکم انصاری سے رجوع کیا.... ! تو جناب جواب نہ دے سکے.... تو اس نے حضرت صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضری دی اور آپ علیہ السلام سے فرمایا: پہلی آیت نفقہ کے متعلق ہے۔ یعنی جواز تعدد زوجات مشروط ہے ان کے درمیان خرچ اخراجات میں عدالت سے کام لیا جائے...... ! اگر وہ نان نفقہ میں عدالت سے کام لے تو وہ

تعدد ازدواج کرسکتا ہے......!ورنہ ایک ہی زوجہ پر اکتفا کرے......!اور دوسری آیت محبت اور مودت کے بارے میں ہے یعنی درمحبت قلبی عدالت قائم نہیں رہ سکتی.....!
اور یہ روایت کافی میں بھی نقل ہوئی ہے۔اور قمی نے بھی نقل کیا۔عیاشی نے ہشام ابن سالم سے اور اس نے حضرت صادق علیہ السلام سے نقل کی ہے......کہ دوسری آیت میں فرمایا گیا......کہ محبت قلبی میں ہرگز عدالت نہیں رکھ سکتے ہو......ان روایات کو تفسیر البرھان اور اس کے علاوہ دوسری کتب میں نقل کیا گیا ہے......یہ شخص عترت طاھرہ کی روایات پر اعتقاد نہیں رکھتا ہے......!

تمام علوم قرآن پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عترت طاھرہ کے پاس ہیں......پس علوم قرآن کو کشف کرنے والے اور پروردگار عالم کی مراد کو سمجھنے کی لیے فقط پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آئمہ ھدیٰ علیھم السلام کی طرف رجوع کیا جائے......!

یہی وجہ ہے کہ لوگ فقط قرآن پاک سے ھدایت حاصل نہیں کرسکتے......اور جو لوگ فقط قرآن مجید سے آئمہ ھدیٰ علیہم السلام کی تفسیر کے علاوہ متمسک ہوتے ہیں وہ گمراہی اور ضلالت میں جا پڑتے ہیں......!!

اور کلام **حسبنا کتاب الله** (ہمارے لیے کتاب خدا کافی ہے) صحیح نہیں ہے......

اور یہ بات پیامبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کے خلاف ہے......آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حدیث ثقلین میں فرمایا: کہ کتاب اور عترت ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوسکتے......!!اسی لیے قرآن پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آئمہ ھدی صلوٰۃ اللہ علیہم کی طرف ہدایت کرتا ہے......اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وآئمہ ھدیٰ صلوٰۃ اللہ علیہم نیز قرآن کی طرف راہنمائی کرتے

ہیں۔اور یہ حضرات معصومین صلوٰۃ اللہ علیہم خود فرماتے ہیں کہ ہم جو کچھ کہتے ہیں وہ قرآن ہی ہے......!!

حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے اپنے خطبہ کے ضمن میں فرمایا......قرآن خداوند عالم جل جلالہ کا کلام ہے اور نور ہے اور ضروری ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے......

پس جو کچھ پوچھنا چاہو اس سے پوچھو! لیکن وہ تمہیں جواب نہیں دے گا.........!!اور مجھ سے سوال کروتا کہ میں تمہیں قرآن سے جواب دوں یہی وجہ ہے کہ آپ علیہ السلام فرمایا:

''قرآن پاک صامت کتاب ہے اور میں خدا کی ناطق کتاب ہوں''

جیسا کہ وسائل الشیعہ کتاب القضا باب ۵ میں نقل ہوا ہے۔

امام سجاد زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا: امام فقط معصوم ہی ہوگا.... !!اور عصمت بدن میں ظاہر نہیں ہوتی کہ سب لوگ اسے دیکھ سکیں......!! یہی وجہ ہے کہ امام علیہ السلام کو خدا جل جلالہ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے معیّن کیا جائے......!

لوگوں نے عرض کیا: معصوم کون ہے.....؟! آپ علیہ السلام نے فرمایا: معتصم (محفوظ) اور متمسک قرآن ہو۔اور وہ معصوم علیہ السلام قرآن سے قیامت تک ہرگز جدا نہ ہوگا......!

پس امام علیہ السلام قرآن کی طرف ہدایت کرتا ہے اور قرآن امام علیہ السلام کی طرف ہدایت کرتا ہے۔اور ارشاد رب العزت ہے

(إِنَّ هَـذَا الْـقُـرْآنَ يَهْـدِي لِـلَّتِـي هِـيَ أَقْوَمُ وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِينَ الَّذِينَ يَعْمَلُونَ الصَّالِحَاتِ أَنَّ لَهُمْ أَجْرًا كَبِيرًا (۹)بنی اسرائیل)

یہ قرآن لوگوں کو راہ راست کی ہدیت کرتا ہے۔اور اہل ایمان کو اجر اور ثواب عظیم کی بشارت دیتا ہے۔

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: اپنی عقل ورائی سے تفسیر کرنے سے ڈرو......! مگر یہ کہ جو عالم قرآن ہیں ان سے یاد کرو......!

کیونکہ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے...... کہ ظاہر قرآن بشر کے قرآن کی شبیہ ہو لیکن وہ ظاہر مراد خداوند عالم جل جلالہ نہ ہو...... کیونکہ خالق اکبر مخلوق کے مشابہ نہیں ہے ......خداوند عالم جل جلالہ کے افعال مخلوقات کے افعال کی شبیہ نہیں ہیں......!

پس کلام خالق فعل خالق ہے۔ کلام مخلوق فعل مخلوق ہے۔پس کلام خالق ہرگز مخلوق کے کلام سے تشبیہ نہ دو کہ گمراہی وضلالت میں جا پڑو گے۔(۱)

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے خطبہ میں فرمایا: حضرت علی علیہ السلام میرے بھائی، وصی اور میرے خلیفہ ہیں...... !اور میری طرف سے لوگوں تک دین پہچانے والے ہیں ....!اگر تم ان سے ہدایت سعادت طلب کرو تو وہ تمہیں ہدایت فرمائیں گے ..... اگر تم لوگ ان کے تابع ہو جاؤ تو نجات پاؤ گے ......!!اگر تم نے ان کی مخالفت تو گمراہی تمہارا مقدر بن جائے گی...... کیونکہ خداوند عالم جل جلالہ نے قرآن کو میرے اوپر نازل کیا ہے۔ اور اس کا مخالف گمراہ ہے۔اگر کوئی شخص علم قرآن کو حضرت علی علیہ السلام

کے علاوہ کسی اور سے حاصل کرے تو وہ خاسرین اور ہالکین میں سے ہو جائے گا۔(۲)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے رسالہ شریفہ میں فرمایا ہے...... کہ تمہارے لیے ضروری ہے کہ احادیث پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آئمہ علیہم السلام اطہار کے ساتھ ملتزم رہو......!! اور انہیں قبول کرو...... جو شخص بھی اس طرح کرے گا وہ ہدایت پائیگا...... جو شخص ان حضرات کی متابعت نہ کرے اور ان سے روگردانی کرے تو وہ گمراہ ہو جائے گا......!! کیونکہ یہ وہ ہستیاں ہیں کہ خداوند عالم جل جلالہ نے ان کی اطاعت اور انکی ولایت قبول کرنے کا حکم دیا ہے۔(۳)

آپ علیہ السلام نے اس رسالہ میں مزید فرمایا...... کہ دین خدا میں کسی کو حق نہیں ہے سوائے نفس اور اپنی رائی...... اور قیاس سے کوئی بات کرے...... کیونکہ خداوند عالم جل جلالہ نے قرآن کو نازل فرمایا......اور اس میں ہر شئی بیان ہے......قرآن اور علوم قرآن کیلئے خداوند عالم جل جلالہ نے اہل قرار دیئے ہیں کہ دوسرے لوگ ان کے تابع ہوں۔

(۱) یہ روایت توحید صدوق میں ہے۔(۲) وسائل الشیعہ میں امالی صدوق سے نقل کی گئی ہے۔بشارۃ المصطفیٰ میں نقل ہوا ہے تفسیر بالرائی کی بہت زیادہ ممانعت ہے کتاب مقام قرآن وعترت ص ۲۸ تا ۳۴ مراجعہ کیا جائے۔کتاب تاریخ فلسفہ وتصرف ص ۱۱۱ تا ۱۱۳۔

(۲) یہ روایت تفسیر البرہان اور نور الثقلین میں معانی الاخبار سے نقل کی ہے۔ ثقۃ الاسلام علامہ کلینیؒ نے اصول کافی میں کافی میں اس آیت کی تفسیر میں روایت نقل کی ہے کہ قرآن امام علیہ السلام کی طرف ہدایت کرتا ہے

(۳) یہ رسالہ حضرت نے اپنے اصحاب کے لیے تحریر فرمایا تھا۔آپ علیہ السلام نے اس کے پڑھنے اور اس پر عمل کرنے کا حکم دیا تھا ...! آپ علیہ السلام کے اصحاب اسے جائے نماز میں رکھتے تھے اور نماز کے بعد اسے پڑھتے تھے وہ رسالہ کامل طور پر روضۃ الکافی اور بحار الانوار میں مذکور ہے......!!

کیونکہ وہ لوگ (اہل) مورد لطف وعنایت رقرار پائے ہیں......!! خدا نے قرآن کے ہر علم کو ان کے پاس رکھا ہے......اور ان ہستیوں کو مستغنی قرار دیا ہے...... یہ ہستیاں اپنی مرضی، ہوائے نفس اور قیاس کے ذریعے عمل نہیں کرتے ہیں......اور وہ اہل ذکر ہیں...... کہ خداوند عالم جل جلالہ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے......

''لوگو! اہل ذکر سے سوال کرو۔ اور ان کے پیروکار بنو'' چنانچہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور میں کسی کو یہ حق نہیں تھا...... کہ وہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پوچھے بغیر ہوائے نفس، رائے اور قیاس پر عمل کرے...... اسی طرح پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرامین...... اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضرات اوصیا کے تابع ہونا پڑے گا......!

علامہ حبیب اللہ خوئی: نہج البلاغہ کی شرح جلد دوم ص ۲۲۱ پر فرماتے ہیں کہ: آئمہ اطہار علیہم السلام کی احادیث متواتر اور محققین مذہب امامیہ کا اس بات پر اجماع ہے...... کہ قیّم قرآن (محکمات، متشابھات اور حافظ اسرار آیات مبارکات کی تفسیر کے عالم) پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد عترت طاہرہ علیہم السلام (بارہ امام علیہم السلام) ہیں۔

عقل، نقل اور اجماع کی یہ دلیل ہے......پس انہوں نے برہان عقلی و نقلی کو بیان کیا ہے ......علوم قرآن آئمہ علیہم السلام کے ساتھ مختص ہیں...... جسے پڑھنے کا شوق ہو وہ وہاں مراجعہ کرے میں نے مختصراً...... بیان کیا ہے۔

پس اصحاب پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور وہ لوگ جو ان کے بعد آئے ہیں یا آئیں گے کسی کو حق نہ تھا اور نہ ہی ہوگا اس آیت کریمہ

، أَوَلَمْ يَكْفِهِمْ أَنَّا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ يُتْلَى عَلَيْهِمْ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَرَحْمَةً وَذِكْرَى لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ۵۱ عنکبوت..........

سے متمسک ہو جائیں اور کہیں کہ قرآن پاک ہمارے لیے کافی ہے.....!! اور وہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امام علیہ السلام سے رجوع نہ کریں..... اگر اس آیت سے پہلے والی آیت کو دیکھا جائے..... تو بخوبی واقف ہو جائے گا.... کہ کفار نے معجزات و آیات عجیبہ و غریبہ کی درخواست کی تھی... تو یہ آیت نازل ہوئی کہ.....

"آیا بطور معجزہ قرآن کریم ان کے لیے کفایت نہیں کرتا ہے"

جی ہاں کافی ہے۔اس کے کلمات عربی ہیں.....!! اور وہ لوگ عرب ہیں ایک سورہ بھی قرآن مجید کی طرح نہیں لا سکتے.... اور یہ مقام وہ نہیں کہ قرآن مجید تنہا مسلمانوں کیلئے کافی ہے.....اور وہ لوگ پیغمبر اکرمؐ اور آئمہ ھدیٰ علیہم السلام کی تفسیر کے محتاج نہ ہوں.....! جس نے اس آیت سے استدلال کیا ہے.....وہ غلط راستے سے وارد ہوا ہے..... اس نے اخبار صحیحہ اور بیان عترت طاھرہ علیہم السلام کی طرف رجوع نہیں کیا ہے..! (نعوذ باللہ من ذلک) وہ ایسی آیات سے جو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آئمہ ھدیٰ علیہم السلام کی لاعلمی کو ثابت کرنا چاہتا ہے..... ان جاہلوں پر حیف ہے کہ دنیاوی غرض و مرض کیلئے مشابہات کو جمع کرنے کی تفسیر کی طرف رجوع کیے بغیر مخالفین کی باتوں کی تائید کرتے ہیں.....!اور وہ آیات محکمات کی طرف توجہ نہیں کرتے..... اور یہ لوگ ان حضرات کی طرف رجوع بھی نہیں کرتے کہ جو علم قرآن کے وارث ہیں.....خود تو گمراہ ہوتے ہی

ہیں لیکن دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں فرامین اہل بیت علیہ السلام سے دور ہوتے ہیں۔۔۔ اور اپنی کج فکری سے جو کچھ ان کی سمجھ میں نہیں آتا اس کا انکار کرتے ہیں اور بعض اوقات (آیات متشابھات جو انہوں نے جمع کر رکھیں ہوئی ہیں) انہیں قرآن مجید کے خلاف سمجھتے ہیں...... !!

ہاں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آئمہ ھدیٰ صلوٰۃ اللہ علیھم اجمعین نے فرمایا ہے کہ ہم ہرگز قرآن مجید کے خلاف کچھ نہیں کہتے۔ !!

پس اگر ہمارے پاس کوئی ایسی روایت آجائے۔ جو قرآن پاک کے خلاف ہو تو وہ باطل ہے۔......(1)

میزان مخالف قرآن کی پہچان یہ ہے کہ جو کچھ صریح قرآن سے خداوند عالم کی مراد کشف ہو اور وہ ثابت بھی ہو جائے ......کوئی روایت آئے اور اس کی نفی کرے یا نفی قرآن کو جو کہ دلالت قطعی کے ذریعے اس کی نفی ہو چکی ہے۔۔۔ اس نفی کو روایت میں آکر ثابت کرے۔۔۔

ہم یہاں ہر دو روایت نقل کرتے ہیں جو ہمارے لیے میزان قائم کرتی ہیں۔۔۔

اول اصول کافی کتاب شھادات میں ہے کہ ایک آدمی گواہی دے اور اس کے ساتھ قسم دی جائے......

ثقہ جلیل عبدالرحمٰن بن الحجاج سے سند صحیح کے ساتھ نقل کی گئی ہے۔ کہ حکم بن

عتیبہ اور سلمہ بن کہیل (دو علماء اہل سنت) حضرت امام باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے ......اور انہوں نے عرض کیا: ایک آدمی کی گواہی اور قسم کے ساتھ دعویٰ ثابت ہو جائیگا؟

آپ علیہ السلام نے فرمایا جی ہاں......

حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے کوفہ میں اس پر حکم صادر فرمایا تھا......(در مقام فصاوت در حکومت شرعی دعویٰ ایک شخص کی گواہی اور قسم سے ثابت ہو جاتا ہے)

حکم اور سلمہ نے عرض کیا: یہ حکم قرآن کے خلاف ہے۔

آپ علیہ السلام نے فرمایا: کس طرح قرآن کے خلاف ہے

انہوں نے کہا کیوں کہ خداوند عالم جل جلالہ نے قرآن میں فرمایا ہے

(وَأَشْهِدُوا ذَوَى عَدْلٍ مِنْكُمْ)

"یعنی دو آدمیوں کو جو عادل ہوں اور مومن کو بھی گواہ بناؤ"

آپ علیہ السلام نے فرمایا (کیا دو گواہ بنانے کا مقصد یہ ہے ایک شخص کی گواہی قسم کے ساتھ قبول نہ کرو......؟!)

اور اس روایت کو شیخ طوسیؒ نے تہذیب میں بھی نقل کیا ہے۔

دوسری روایت: حضرت امام صادق علیہ السلام نے فرمایا منی تمام بدن سے خارج ہوتی ہے......

ابوحنیفہ نے عرض کیا..... کس طرح منی پورے جسم سے خارج ہوتی ہے......

درحالانکہ خداوند عالم جل جلالہ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے

يَخْرُجُ مِنْ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَائِبِ (۷سورہ طارق)

"منی سینہ اور صلب سے خارج ہوتی ہے"

(**نعوذ باللہ من ذلک** اس نے یہ کہا ہے کہ آپ علیہ السلام کا کلام قرآن کے خلاف ہے

حضرت صادق علیہ السلام نے فرمایا: آیا خداوند عالم جل جلالہ کا کلام یہ ہے کہ اپنی ان دوجگہوں کے علاوہ کسی اور جگہ سے نہیں نکلتی ہے.....؟!

(اثبات شیٔ نفی ماعدا نمی کند کسی شی کا ثابت ہونا دوسری چیزوں کی نفی نہیں کرتا ہے۔مترجم)

پس ان دو روایات سے مخالف قرآن کا میزان اہل ایمان کیلئے ثابت ہو گیا ہے......

تشخیص: میزان ان لوگوں کیلئے ہے جو علوم و معارف قرآن کے عالم ہیں.....نہ ان کیلئے کہ جو دعائے کمیل جیسی آسان ترین دعا کی عبارت سمجھنے سے قاصر ہیں .....اور حضرت امیر المومنین علیہ السلام پر جھوٹ بولتے ہیں حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے دعا کمیل میں فرمایا ہے (**الٰھی بربوبیتک توسلی**)

یہ عبارت دعا کمیل میں نہیں ہے۔کیونکہ وہ توسل امیر المومنین علیہ السلام کا انکاری ہے...

گویا وہ ولایت کا انکاری ہے... خداوند عالم جل جلالہ نے اس کے دل کی آنکھ کو اندھا کر

دیا ہے جس کی وجہ سے وہ جھوٹ بولتا ہے..... اکثر جھوٹ لکھ کر چھپوا بھی دیتا ہے وہ نسخہ اب بھی میرے پاس ہے..... یہ احسان خداوندی ہے کہ مومنین کے لیے کہ وہ گفتار با اعتبار کو گفتار بے اعتبار سے ممتاز کر سکتے ہیں.......!!

پس معیار اور میزان یہ ہے کہ اخبار اہل بیت علیہ السلام ہر کس و ناکس کے فہم و ادراک کے لیے قرار نہ دو..... اگر وہ کسی بات کو نہ سمجھے تو فوراً کہے کہ یہ جھوٹ ہے.....قرآن مجید تکذیب کرنے والوں کو اس طرح بے نقاب کر دیتا ہے

(وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلَّذِينَ آمَنُوا لَوْ كَانَ خَيْرًا مَا سَبَقُونَا إِلَيْهِ وَإِذْ لَمْ يَهْتَدُوا بِهِ فَسَيَقُولُونَ هَذَا إِفْكٌ قَدِيمٌ ١١ .احقاف)

ترجمہ: ''کافروں نے مسلمانوں کو کہا اگر اس میں کچھ بھلائی ہو تو آگے اس تک نہ پہنچ جاتے اور جب انہیں اس کی ہدایت نہ ہوتی تو اب کہیں گے..... کہ یہ تو پرانا بہتان ہے''

جب وہ سمجھنے سے قاصر ہوتے ہیں تو کہہ دیتے ہیں کہ یہ پہلے والوں کا جھوٹ ہے۔

اور ارشاد خداوندی ہے

(بَلْ كَذَّبُوا بِمَا لَمْ يُحِيطُوا بِعِلْمِهِ وَلَمَّا يَأْتِهِم)

''وہ شیء جو ان کے علم کے احاطے سے باہر ہوتی ہے کہتے ہیں کہ یہ جھوٹ ہے'' جھوٹے افراد کو خود آئمہ ھدیؑ نے اپنی احادیث میں بیان فرمایا ہے۔اور

راست گو اصحاب کیلئے ان کے نام بتائے اور انکی توثیق و تحلیل بھی فرمائی ..

بعض اوقات لوگ روایان حدیث کے بارے میں امام علیہ السلام سے دریافت کرتے اور انکی صداقت و وثاقت کے بارے میں پوچھتے ...... کبھی ان کی کتاب کے بارے میں سوال کرتے یا کتاب کو امام علیہ السلام کی خدمت میں پیش کرتے امام علیہ السلام اس کی تصدیق یا تکذیب کرتے ...... بزرگان دین جیسا کہ شیخ کلینیؒ ،شیخ صدوقؒ، شیخ طوسیؒ ،شیخ مفیدؒ نے بہت زیادہ تکالیف برداشت کی ہیں ...... انہوں نے وہ احادیث جمع کی ہیں جو قرآن کے موافق ہیں...... اور بے اعتبار روایات کو انہوں نے چھوڑ دیا ہے ...... احادیث و روایات میں جو کچھ ہمارے پاس ہے وہ سب قابل اعتبار ہے مگر بہت ہی کم اور نہایت ہی کم جو نہ ہونے کے برابر ہے .. !

اور :وہ روایات جو مقیدات اور مخصمات کے بیان میں وارد ہوئی ہیں وہ آیات مطلقات وعمومات کے مخالف نہیں ہیں .... چاہے وہ اصول دین سے مربوط ہیں ..... یا فروع دین سے یا ان کے علاوہ وہ روایات جو احکام ومسائل وضوء غسل اور تیمّم وارد ہوتی ہیں وہ ان آیات مطلقہ جو کہ باب وضوء ،غسل اور تیمّم میں نازل ہوئی ہیں..... کی مخالف نہیں ہیں .. اسی طرح احکام نماز ،روزہ ،زکوٰۃ ،حج اور دوسرے معاملات جو کہ کئی ہزار روایات ہیں .. آیات نازلہ کے مخالف نہیں ہیں ۔ یہ بات اظہر من الشّمس ہے۔

آیت شریفہ اولی الامر : کہ لفظ عام ہے روایات مخصص کے ساتھ "کہ آئمہ

ھدیٰ علیہم السلام نے فرمایا ہے کہ ہم ہیں اولی الامر" اختلاف نہیں ہے اس کے بعد آئمہ ھدیٰ علیہم السلام نے فرمایا ہم ہی فقط اولی الامر ہیں۔ کسی کو یہ حق نہیں کہ عموم آیات سے تمسک کر کے کسی اور کو اولی الامر بنادے.....!

آیت شریفہ

(هُوَ الَّذِی أَنْزَلَ عَلَیْکَ الْكِتَابَ مِنْهُ آيَاتٌ مُحْكَمَاتٌ هُنَّ أُمُّ الْكِتَابِ وَأُخَرُ مُتَشَابِهَاتٌ فَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَأْوِيلِهِ وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللهُ وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ يَقُولُونَ آمَنَّا بِهِ كُلٌّ مِنْ عِنْدِ رَبِّنَا وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّا أُولُوا الْأَلْبَابِ (۷سورہ آل عمران))

کہ تمام تاویل قرآن کو جانتے ہوں۔ یہ لفظ فقط عام ہے اور مراد خاص ہے۔ چنانچہ روایات متواتر میں ہے کہ فرمایا: ہم ہیں راسخون فی العلم اور ہم تاویل قرآن کو جانتے ہیں..........!!

آیت شریفہ

(إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ (۵۵ سورہ المائدہ))

لفظ عام ہے اور مراد از مومنون امیر المومنین ابن ابی طالب علیہ السلام ہیں۔ کسی کو

حق نہیں کہ آیت شریفہ کو غیر از آئمہ ھدیٰ علیہم السلام میں جاری کرے۔اور کسی اور کو ولی مانے

آیت عرض اعمال۔

(وَقُلْ اعْمَلُوا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُولُهُ وَالْمُؤْمِنُونَ)

لفظ عام ہے اور روایات متواتر میں ہے کہ اس سے مراد بارہ امام علیہم السلام ہیں ......اور یہ مخالف قرآن نہیں ہے۔کسی کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ لفظ عام (المومنون) سے استدلال کرے اور غیر از آئمہ ھدیٰ علیہم السلام میں جاری کرے۔اور کہے کہ لفظ عام ہے اور دیگر کو بھی شامل ہے۔

آیت تطھیر : آیت تطھیر میں بھی یہ نہیں کہا جا سکتا لفظ اہل بیت علیہم السلام عام ہے...... ۔تمام زوجات پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شامل ہے......اور وہ اس آیت میں شامل ہیں...... بلکہ ماننے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں کہ آیت میں اہل بیت علیہ السلام سے مراد پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت علی علیہ السلام حضرت فاطمہ علیہا السلام حضرت حسن علیہ السلام اور حضرت حسین علیہ السلام ہیں۔

آیت خمس : آیت خمس میں ذوالقربیٰ ویتامیٰ مساکین کے متعلق ہے۔سادات وغیر سادات کو شامل ہے۔چنانچہ اسے روایات میں بنی ہاشم کے ساتھ مختص کیا گیا ہے۔ کسی کو حق نہیں ہے کہ وہ ظاہر آیت سے استدلال کرتے ہوئے غیر بنی ہاشم کو شامل کرے۔

آیت دعا حضرت سلیمان علیہ السلام: آپ علیہ السلام نے عرض کیا

قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِی وَهَبْ لِی مُلْكًا لايَنْبَغِی لِأَحَدٍ مِنْ بَعْدِی إِنَّکَ أَنْتَ الْوَهَّابُ (۳۵)

پروردگارا مجھے ایسا ملک عطا کر جو میرے بعد کسی کو بھی نہ ملا ہو۔

حضرت موسیٰ ابن جعفر صلوٰۃ اللہ علیہما نے فرمایا:

حضرت سلیمان علیہ السلام کی یہ مراد تھی کہ میرے بعد یہ نہ کہے یہ ملک میں نے ظلم و جور سے حاصل کیا ہے..........!! بلکہ واضح ہے کہ وہ ملک عطائے خداوندی تھا ......پس یہ روایات آیات شریفہ کے مخالف نہیں ہیں......بلکہ یہ روایت حضرت سلیمان علیہ السلام کا مقصود بیان کرتی ہے......بعض اوقات قرآن کا ظاہر اصلاً مراد ہی نہیں ہوتا ہے......اگر یہ آیت امام علیہ السلام کے کلام میں آئے اور وہ ہمیں درس دیں......کہ ظاہر آیت مراد خداوندی نہیں ہے......جب بھی امام علیہ السلام مراد خداوند عالم جل جلالہ کو ظاہر کریں......اور معین کریں تو کسی کو یہ حق حاصل نہیں ہے......کہ وہ ظاہر لفظ کی طرف دیکھے اور اس سے کوئی اور معنی و مطلب نکالے......!

روایات: بہت زیادہ ہیں عوالم کی شرح اور مخلوقات کی تعداد میں وارد ہوئی ہیں۔ان میں سے کوئی بھی قرآن کی مخالف نہیں ہے بلکہ قرآن کے موافق ہیں اور کلمہ ''عالمین'' کی شرح ہے جو سورہ حمد اور قرآن مجید میں کئی مرتبہ وارد ہوا ہے......

روایات:

جو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غیب علم کو ثابت کرتی ہیں وہ بھی قرآن کے مخالف نہیں ہیں بلکہ قرآن پاک کے موافق ہیں۔سورہ آل عمران کی آیت 179

مَا كَانَ اللهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِينَ عَلَى مَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتَّى يَمِيزَ الْخَبِيثَ مِنَ الطَّيِّبِ وَمَا كَانَ اللهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلَكِنَّ اللهَ يَجْتَبِي مِنْ رُسُلِهِ مَنْ يَشَاءُ فَآمِنُوا بِاللهِ وَرُسُلِهِ وَإِنْ تُؤْمِنُوا وَتَتَّقُوا فَلَكُمْ أَجْرٌ عَظِيمٌ

خداوند عالم جل جلالہ عالم الغیب ہے اور وہ اپنے عیب پر کسی کو بھی آگاہ نہیں کرتا مگر اس رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کہ جسے وہ پسند کرتا ہے......!!

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پسندیدہِ خدا ہیں.... خداوند عالم نے انہیں غیب کی تعلیم دی ہے.... جیسا کہ اس بات کو روایات صریحہ نے بیان کیا ہے۔ہم نے اپنی کتاب مقام قرآن وعترت میں شرح بیان کی ہے.... اور وہ آیات جو بادی الرئی میں اس کے خلاف نظر آتیں ہیں۔اور ان سے یہ ثابت ہوتا کہ غیب کے ساتھ مختص ہے پس ضروری ہے کہ نہایت ہی غور وفکر سے ان آیات اور روایات کو جمع کرنا ہوگا ......انسان کے لیے ضروری ہے کہ تمام آیات اور بیان عترت پر ایمان رکھے چنانچہ امیر المومنین علیہ السلام نے اپنے ایک خطبہ میں فرمایا ہے نئی مراد از غیب (کہ کوئی بھی نہیں جانتا) علم قیامت ہے پس اول آیت سورہ جن کی جو کہ مذکور ہو چکی ہے دلالت کرتی ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے علم قیامت یا علم ذاتی کی نفی کی گئی ہے...........!! ہم نے

اس بات کو اپنی کتاب مقام قرآن وعترت میں مفصل بیان کیا ہے...........!! جو شخص مریض نہیں ہے اور (اس کا عقیدہ سالم ہے) وہ وہاں مراجعہ ضرور کرے۔ یہاں پر بھی ہم انشاء اللہ روایات اور آیات نقل کریں گے جو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آئمہ ھدیٰ علیہم السلام کے علم غیب کو ثابت کریں گی..........

ان میں سے چند آیات درج ذیل ہیں جو علم غیب امام پر دلیل ہیں۔

آیت شریفہ:

وَمَا مِنْ غَائِبَةٍ فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ (۷۵) سورہ نمل

کوئی بھی غیب آسمان وزمین میں ایسا نہیں ہے کہ جس کا علم کتاب مبین میں نہ ہو.....!

سورہ انعام، آیت (۶) :

أَلَمْ يَرَوْا كَمْ أَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِنْ قَرْنٍ مَكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ مَا لَمْ نُمَكِّنْ لَكُمْ وَأَرْسَلْنَا السَّمَاءَ عَلَيْهِمْ مِدْرَارًا وَجَعَلْنَا الْأَنْهَارَ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهِمْ فَأَهْلَكْنَاهُمْ بِذُنُوبِهِمْ وَأَنْشَأْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ قَرْنًا آخَرِينَ

(کوئی دانہ زمین کی تاریکی میں تر وخشک ایسا نہیں ہے مگر وہ کتاب مبین میں ہے)

سورہ سبا: آیت (۳)

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَأْتِينَا السَّاعَةُ قُلْ بَلَى وَرَبِّي

لَتَأْتِيَنَّكُمْ عَالِمِ الْغَيْبِ لَايَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِي السَّمَاوَاتِ وَلَافِي الْأَرْضِ وَلَاأَصْغَرُ مِنْ ذَلِكَ وَلَاأَكْبَرُ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ

کوئی چھوٹی شی ذرہ ہے یا بڑی ہے مگر اس کا علم کتاب مبین ہے۔

کتاب مبین کیا ہے......؟ یہ قرآن مجید ہے۔

سورہ یوسف ۔

الر تِلْكَ آيَاتُ الْكِتَابِ الْمُبِينِ (۱) إِنَّا أَنزَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ (۲)

" اے محمد! یہ آیات مبین ہیں ہم نے ان کو (بزبان) عربی نازل کیا ہے"

سورہ زخرف ۔

حم (۱) وَالْكِتَابِ الْمُبِينِ (۲) إِنَّا جَعَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ (۳)

"حم ۔ کتاب مبین کو ہم نے اسے قرآن عربی قرار دیا ہے۔"

سورہ دخان

حم (۱) وَالْكِتَابِ الْمُبِينِ (۲) إِنَّا أَنزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةٍ مُبَارَكَةٍ إِنَّا كُنَّا مُنذِرِينَ (۳)

"ہم نے کتاب مبین کو شب مبارک یعنی شب قدر میں نازل کیا ...... !"

سورہ نحل آیت (۸۹)

وَيَوْمَ نَبْعَثُ فِي كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا عَلَيْهِمْ مِنْ أَنفُسِهِمْ وَجِئْنَا بِكَ شَهِيدًا عَلَى هَؤُلاَءِ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِكُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً وَبُشْرَى لِلْمُسْلِمِينَ

''ہم نے تمہارے اوپر کتاب کو نازل کیا کہ اس میں ہر شی کا بیان اور ہر شی کا علم ہے''

ارشادرب العزت ہے ۔

وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلاَطَائِرٍ يَطِيرُ بِجَنَاحَيْهِ إِلَّا أُمَمٌ أَمْثَالُكُمْ مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ ثُمَّ إِلَى رَبِّهِمْ يُحْشَرُونَ (۳۸)

ہم نے کسی بھی چیز کو کتاب میں نہیں چھوڑا ہے۔

یعنی یہ علوم تمام لوگوں کی دسترس میں نہیں ہیں مگر بعض افراد یعنی وہ پیامبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عترت طاہرہ ہے۔

وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَسْتَ مُرْسَلًا قُلْ كَفَى بِاللهِ شَهِيدًا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ وَمَنْ عِنْدَهُ عِلْمُ الْكِتَابِ (۴۳ رعد)

میرے اور تمہارے لیے ایک خدا گواہ ہے اور ایک وہ ہے جس کے پاس کتاب کا علم ہے۔ اور وہ حضرت علی علیہ السلام ہیں۔

چنانچہ بہت زیادہ روایات عامہ اور خاصہ سے نقل ہوئی ہیں اور اس سے مراد

آئمہ علیہ السلام بھی ہیں

ہم نے یہ بات تفصیل کے ساتھ مقام قرآن وعترت میں بیان کی ہیں.............!!

ان روایات: سے معلوم ہے کہ کتاب مبین یہی کتاب صامت ہے اور وہ قرآن مجید ہے۔اور علم قرآن کتاب مبین ناطق کے پاس ہیں اور وہ امام علیہ السلام ہیں۔

وسائل الشیعہ (کہ مورد اعتماد تمام علماء ومجتہدین ہے) کتاب قضاء باب ۸ حدیث ۱۲ امیر المومنین علیہ السلام سے حدیث نقل ہوئی ہے کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا:

یہ قرآن کریم کتاب صامت خدا ہے اور میں خدا کی کتاب ناطق ہوں۔

اصول کافی ۔باب مولا امام موسیٰ کاظم علیہ السلام ۔ایک حدیث مفصل ہے کہ ایک عالم نصرانی حضرت موسیٰ بن جعفر علیہما السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے چند سوالات پوچھے ان میں سے تفسیر **حم والکتاب المبین** کے بارے میں بھی دریافت کیا.......!! اور کتاب مبین امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہما السلام ہیں.............!!!

حقیر کہتا ہے کہ کتاب مبین ظاہر میں قرآن مجید ہے اور باطن میں کتاب مبین امام مبین علی ابن ابی طالب علیہما السلام ہیں.........!

تفسیر عیاشی: میں ثقۃ الجلیل القدر نے سورہ انعام کی تفسیر میں حسین بن خالد سے حدیث نقل کی ہے کہ امام صادق علیہ السلام سے میں نے دریافت کیا اس آیت

وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ

وَالْبَحْرِ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَرَقَةٍ إِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِي ظُلُمَاتِ الْأَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَلَا يَابِسٍ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ (۵۹ :انعام)

قبل از اس کہ آپ علیہ السلام تفسیر فرماتے ہیں تو میں نے عرض کیا کہ کتاب مبین کیا مراد ہے.....؟!

آپ علیہ السلام نے فرمایا: یعنی ''امام مبین''

روضہء کافی ۔ میں ابی الربیع شامی نے حضرت امام صادق علیہ السلام سے اس آیت کی تفسیر نقل کی ہے کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا تمام (علوم) (قلب) امام مبین میں ہیں۔

علامہ مجلسی نے مراۃ العقول میں فرمایا کہ امام کتاب مبین کی تفسیر ہے۔ یعنی کتاب مبین سے مراد آئمہ ھدیٰ ہیں جیسا کہ عامہ وخاصہ نے (و کل شیء احصینا ہ فی امام مبین) کی تفسیر میں نقل کیا ہے کہ حضرت پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ یہ ہے ''امام مبین''

احتجاج طبرسی: میں حضرت امام صادق علیہ السلام سے حدیث نقل ہوئی ہے اس ضمن آپ نے فرمایا، خداوند متعال نے تمہارے صاحب (مالک) امیر المومنین علیہ السلام کے بارے میں فرمایا ہے۔

وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَسْتَ مُرْسَلًا قُلْ كَفَى بِاللّٰهِ شَهِيدًا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ وَمَنْ عِنْدَهُ عِلْمُ الْكِتَابِ (۴۳ رعد) (1)

اور فرمان خداوندی ہے

وَلَا رَطْبٍ وَلَا يَابِسٍ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ (۵۹ :انعام)

اس کتاب مبین کتاب کا علم حضرت علی علیہ السلام کے پاس ہے

کتاب کی آیات الآئمہ علیہم السلام میں

وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا كُلٌّ فِي كِتَابٍ مُبِينٍ (٦ هود)

اخبار کثیر از اہل بیت علیہم السلام میں مرقوم ہے کہ کتاب مبین سے مراد آئمہ ھدیٰ علیہم السلام ہیں اور یہ حضرات کائنات عالم کی ہر شی کے عالم ہیں۔

حقیر کہتا ہے کہ بس کتاب مبین کے تمام علوم آپ علیہ السلام کے پاس ہیں لہذا آپ علیہ السلام کتاب مبین اور امام مبین ہیں۔ کہ ہر شی کا علم خداوند عالم نے آپ علیہ السلام کے پاس رکھا ہے۔ جیسا کہ سورہ یٰسین میں ہے

إِنَّا نَحْنُ نُحْيِ الْمَوْتَى وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوا وَآثَارَهُمْ وَكُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ فِي إِمَامٍ مُبِينٍ (۱۲ :سورہ یسن)

''ہر شی کو امام مبین میں احصا کیا گیا ہے''

اس آیت کی تفسیر اور دوسری روایات انشاء اللہ بعد میں بیان کی جائیں گی،

تفسیر قمی میں اس آیت

(الـم (۱) ذَلِکَ الْکِتَابُ لاَرَیْبَ فِیہِ ھُدًی لِلْمُتَّقِینَ (۲)سورہ بقرہ

کی تفسیر ابو بصیر نے حضرت امام صادق علیہ السلام سے نقل کی ہے کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا: یہ کتاب امیر المومنین علیہ السلام ہیں کہ جن میں نہیں ہے اور آپ علیہ السلام اپنے شیعوں کے راہنما ہیں......!!

حقیر کہتا ہے کہ :یہ تاویل تنزیل کی مخالف نہیں ہے۔ظاہر باطن کا منافی نہیں ہے اس ظاہر قرآن صامت اور باطن کتاب ناطق خدا امیر المومنین علیہ السلام ہیں ۔آپ علیہ السلام کے قلب مقدس میں شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے......... یا ہر شخص اگر عقل وانصاف کی نگاہ سے آپ علیہ السلام کی سیرت کو دیکھے تو اسے معلوم ہو جائے گا کہ آپ علیہ السلام کی ذات عین حق ہے اور آپ علیہ السلام نے بھی دنیا پرست لوگوں سے فرمایا تھا کہ...... بتحقیق تم لوگ یہ جانتے نہیں ہو کہ......حق میرے ساتھ ہے

احقاق الحق جلد ۷ ص ۵۹۵ اور ملحقات احقاق الحق میں ینابیع المودۃ سے نقل کیا گیا

(۱) علمائے اہل سنت نے لکھا ہے من عندہ علم الکتاب سے مراد حضرت علی علیہ السلام ہیں ؛قواعد الاسلام ص ۱۷۔فاضل ثعلبی نے اپنی تفسیر میں ذکر کیا ہے۔تفسیر فاصل اسماعیل سدی نے ایک روایت بیان کی ہے فاضل نطنزی نے کتاب خصائص میں محمد بن حنفیہ سے روایت نقل کی ہے۔ابن مغازلی نے مناقب۔اور ابو نعیم نے نزول میں نقل کیا ہے۔

ہے صفین میں اہل شام نے کہا کہ قرآن پاک کو حاکم بنائے تو امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا ''میں قرآن ناطق ہوں''

خطبہ وسیلہ جو کہ روضہ کافی میں ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا

فانا الذکر الذی عنه ضل و السبیل الذی عنه مال و الایمان الذی به کفر والقرآ ن الذی ایاه هجر والذین الذی به کذب والصراط الذی عنه نکب الخ

میں وہ ذکر ہوں کہ جس کو چھوڑ کر لوگ گمراہ ہو گئے .... میں وہ سبیل الٰہی ہوں کہ جس سے لوگ منحرف ہو گئے .... میں وہ ایمان ہوں کہ جس سے لوگ کافر ہوئے ہیں..... میں وہ قرآن ہوں جسے چھوڑ دیا گیا ہے ..... میں وہ دین ہوں جس کی تکذیب کی گئی ہے ...... اور میں وہ صراط ہوں جس سے دوری کی گئی ہے......!!

یہ چھ کلمات (ذکر، سبیل، ایمان، قرآن، دین اور صراط) حضرت نے اپنے آپ ؑ کی ان کے ذریعے توصیف بیان کی ہے۔ ان میں سے ہر ایک آیت خدا کی طرف اشارہ ہے۔ کہ باطن قرآن میں اس سے مراد حضرت علی علیہ السلام ہی ہیں.........!!

محدث قمی نے سفینۃ البحار اور حقیر نے مستدرک، سفینۃ البحار میں ان کلمات کی خاصی تشریح کی ہے۔ یہاں پر ہمارا شاہد حضرت کا وہ کلام ہے کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا:

میں وہ قرآن ہوں کہ جسے چھوڑ دیا گیا ہے۔ پس آپ کتاب مبین اور قرآن ناطق ہیں۔

یہ آیت کریمہ

هَـذَا كِتَـابُنَا يَنطِقُ عَلَيْكُمْبِالْحَقِّ إِنَّا كُنَّا نَسْتَنسِخُ مَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ (۲۹ سوره الجاثيه)

قرأت اہل بیت علیہم السلام میں ینطق صیغہ مجہول کے ساتھ پڑھا گیا ہے۔ چنانچہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اصول کافی میں فرمایا ہے کہ قرآن مبین نہ بولا ہے اورنہ ہی بولے گا......!! پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آئمہ ھدیٰ علیہ السلام قرآن سے بولتے ہیں

گذشتہ بیان سے واضح ہو گیا کہ کائنات عالم کی ہر شیء کا علم خداوند عالم جل جلالہ نے قلب مقدس امیر المومنین علیہ السلام میں قرار دیا ہے۔ سورہ یٰسین میں ہے کہ

وَكُلَّ شَيْءٍ أحْصَيْنَاهُ فِي إِمَامٍ مُبِين (۱۲ :سوره يسن)

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ورآئمہ ھدیٰ علیہ السلام نے ان روایات کی تائید کی ہے جو بعد میں انشاءاللہ بیان کی جائیں گی۔

اس مریض مصنف پر تعجب ہے کہ جس نے اپنی جانب سے لوگوں کو جہنم کی طرف دھکیلا ہے۔ اس نے ان آیات اورا حادیث وارده سے چشم پوشی کرلی ہے...... اپنی ناقص سوچ وفکر کی وجہ سے اپنے آپ کو عترت علیہم السلام سے مستغنی سمجھتا ہے۔ اس نے آیت مشابہات کے ظاہر سے تمسک کیا ہے۔ اس نے اہل بیت علیہم السلام کی عصمت و طہارت کی تفسیر پر کوئی توجہ نہیں دی۔ اور دوسرے لوگوں کی باتوں پر اس نے اعتماد کیا ہے۔ اگر اسکی مرض کے خلاف کوئی روایات آجائیں تو وہ کہتا ہے یہ ضعیف

ہے ......! یہ غالیوں کی روایت ہے ۔یا یہ تاویل ہے اور ہمیں تاویل سے کوئی سروکار نہیں ہے...... مجھے خوف ہے کہ یہ جاہل شخص کہیں انبیاءؑ آئمہ ھدیٰ علیہ السلام کی عصمت کا منکر نہ ہو جائے اور کہے کہ ظاہر آیت یہ ہے کہ پیغمبران سے وقوع گناہ ممکن ہے۔اور عصمت والی روایات قرآن کے خلاف ہیں۔کوئی کہتا ہے کہ آئمہ ھدیٰ علیہ السلام نے اپنی دعاؤں میں خداوند عالم جل جلالہ سے خود کہا ہے "انت العالم و انا الجاھل "نعوذ باللہ جاہل کس طرح امور عالم کا متحمل ہوسکتا ہے۔ مجھے خوف ہے کہ یہ بے وقوف شخص حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام کے بارے میں

قَالَ رَبِّ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي فَاغْفِرْ لِي فَغَفَرَ لَهُ إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ (١٦ القصص)

''اور خدا کی بارگاہ میں عرض کی (موسیٰ علیہ السلام) اور کہا اے اللہ بے شک میں نے اپنی جان پر ظلم کیا ہے تو میری مغفرت فرما: پس تو مجھے دشمنوں سے پوشیدہ فرما بے شک تو بخشنے والا ہے''

یہ نہ کہے کہ ظالم کس طرح پیغمبر بن گیا ہے۔وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کا منکر ہو جائے گا۔ بلکہ وہ اصلاً رسالت و امامت کا منکر نہ ہو جائے۔اس قسم کے افراد بہت زیادہ ہیں خداوند عالم جل جلالہ مومنین کو شرِ شیاطین سے محفوظ فرمائے۔آمین.....!

قرآن کریم میں بہت سی جگہ پر خداوند عالم جل جلالہ نے مومنین کو حکم دیا ہے کہ وہ قرآن کے تابع رہیں.....

قرآن کریم میں ہے کہ

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُوْلِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ

''خدا، رسول اور اولی الامر کی اطاعت کرو جو تم میں سے اولی الامر ہے''

اولی الامر سے مراد آئمہ ھدیٰ علیہم السلام ہیں چنانچہ یہ اپنے مقام پر دلیل، عقل ونقل اور روایات متواترہ سے ثابت ہو چکا ہے۔اور قرآن پاک کا یہ حکم بھی ہے کہ اختلافی مسائل میں اولی الامر سے رجوع کرو تاکہ تمہارے اختلافات ختم ہو جائیں.....

قرآن کریم میں ہے

وَكُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ فِي إِمَامٍ مُبِين (۱۲ :سورہ یسن)

ہر شے (قلب مقدس) امامِ مبین میں بند کردی گئی ہے۔

قرآن کریم میں ہے کہ

فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنتُمْلاتَعْلَمُونَ (۷سورہ انبیاء)

''اہلِ ذکر سے سوال کرو اگر تم نہیں جانتے''

اور "ذکر" قرآن مجید میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کہا گیا ہے۔اور اہلِ ذکر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اہلِ بیت علیہ السلام ہیں۔ چنانچہ روایات متواتر میں ہے کہ اہل بیت علیہم السلام نے خود فرمایا ہے کہ ہم اہلِ ذکر ہیں جو کچھ پوچھنا چاہو ہم سے پوچھو۔

قرآن پاک: میں ہے کہ سورۃ ال عمران خدا اور راسخون فی العلم قرآن کی تاویل کو جانتے ہیں۔اور راسخون فی ا لعلم آئمہ ھدیٰ علیہ السلام ہیں۔

قرآن پاک: سورۃ دخان

إِنَّا أَنزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةٍ مُبَارَكَةٍ نَّا كُنَّا مُنذِرِينَ

اثباتِ شب قدر کرتے ہیں اور شب قدر میں ملائکہ اور روح نازل ہوتے ہیں۔ ہر شے کی تقدیر خداوند عالم جل جلالہ کی طرف سے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کرتے تھے۔ کتب شیعہ و اہلسنت میں بہت زیادہ روایات ہیں کہ کل امور یا ہر شے کی تقدیر وارد ہوئی ہے اور اس سے مراد موت ، بلا، آفات، مرض، رزق اور چھوٹے سے ذرے سے لے کر بڑے تک کی تقدیر متعین ہوتی ہے۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں یہ سب کچھ پیش ہوتا تھا اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علمِ الہیٰ سے ہر شے کو جانتے تھے اور یہ بھی فریقین کی روایات میں ہے کہ شبِ قدر پیامبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد بھی ہے۔ .....اور روایات وافرہ شیعہ میں ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ملائکہ اور روح حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور آپ علیہ السلام کے بعد دوسرے آئمہ علیہ السلام پر نازل ہوتے ہیں۔ یہ تمام تقدیراتِ کائنات کو بطور تفصیل امام علیہ السلام کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔ .. آیا کوئی شخص اس کا انکار کرسکتا ہے......؟!

اگر وہ شخص شیعہ نہ ہو آئمہ ھدیٰ علیہ السلام کو نہیں مانتا، روایات آئمہ ھدیٰ علیہم السلام کا منکر ہے۔ وہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تو مانتا ہے کہ شبِ قدر تمام تقدیراتِ عالم کل سال آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کی جاتی ہیں.....

اگر سورۃ ال عمران کی آیت اور سورۃ جن کی آیت کو مانتا ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے برگزیدہ اور پسندیدہ ترین نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں..... علمِ غیب کے لیے۔ اگر پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت ابراہیم علیہ السلام سے افضل سمجھتا ہے تو ضروری ہے..... کہ انہی روایات پر بھی ایمان لائے جن میں یہ ہے کہ ہم نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زمین و آسمان کی ہر شے دکھائی..... !!

دوم: آیت قرآن میں ہے کہ تمہارے اعمال خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دیکھتے ہیں۔ (سورۃ براۃ)

آیا جو شخص اپنے آپ کو قرآن کا پیروکار سمجھتا ہے وہ ان آیات پر کیوں ایمان نہیں لاتا.....؟

ان آیات سے وہ چشم پوشی کیوں کرتا ہے؟ فقط قرآن کی ایک آیت متشابہ کو پکڑ کر یہی کہتا ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے منافق ہمسائیوں کی کوئی خبر نہیں ہے۔

آیا یہ مریض ہے یا جاہل ہے؟ کیا یہ اس آیت اور دیگر آیات کو جمع نہیں کر سکتا؟ اور کہے کہ یہ آیت **لا تعلمھم** اس آیت کو

(وَاللّٰہُ یَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لاتَعْلَمُونَ (۶۶ال عمران)

''اور بے شک اللہ جل جلالہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے''

کی طرح ہے۔ یعنی تم بذاتِ خود عالم نہیں ہو جو کچھ تم جانتے ہو وہ احسانِ الٰہی اور تعلیمِ الٰہی ہے۔ یا علمِ عرف بشری کہ اسباب ظاہری سے حاصل ہوتا ہے یہ علم (الٰہی) ممکن نہیں ہے یہ کیسے ممکن ہے کہ جو شخص ملکوتِ آسمان و زمین کو دیکھے اور چشمِ نبوت ﷺ سے اعمال بھی دیکھ لے کہ وہ ہمسائے منافقین کے اعمال سے بے خبر ہو.........؟!

آیا کس طرح یہ جاہل اس آیت

مَا كَانَ لِي مِنْ عِلْمٍ بِالْمَلَإِ الْأَعْلَى إِذْ يَخْتَصِمُونَ

(۶۹ :سورہ ص)

پر ایمان لاتا ہے اور دوسری آیات کو چھوڑ دیتا ہے جن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔

ارشادِ خداوندی ہے

أَفَتُؤْمِنُونَ بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَتَكْفُرُونَ بِبَعْضٍ فَمَا جَزَاءُ مَنْ يَفْعَلُ ذَلِكَ مِنْكُمْ إِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يُرَدُّونَ إِلَى أَشَدِّ الْعَذَابِ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ (۸۵ :البقرہ)

یہ مریض: اس آیت

وَ کَفٰی بِهٖ بِذُنُوبِ عِبَادِهٖ خَبِیرًا (۵۸ فرقان)

ایمان لایا ہے اور کہتا ہے کہ لوگوں کے گناہوں کی آگاہی و بینائی خداوند عالم جلّ جلالہ کے ساتھ مختص ہے۔ غیر از خدا جلّ جلالہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وامام علیہ السلام لوگوں کے گناہوں سے بے خبر ہیں۔ اور یہ جاہل اس آیت

(وَقُلْ اعْمَلُوا فَسَیَرَی اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُولُهُ وَالْمُؤْمِنُونَ وَسَتُرَدُّونَ إِلَی عَالِمِ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ فَیُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ (۱۰۵)

پر ایمان ہی نہیں رکھتا اور اس سے کفر کرتا ہے۔ اس آیت میں خداوند عالم جلّ جلالہ کا واضح ارشاد ہے کہ خدا، رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مومنون (آئمہ ھدیٰ علیہ السلام) تمہارے اعمال دیکھتے ہیں۔ آیا اعمال دیکھنے سے باخبر ہو سکتے ہیں یا نہیں۔ جی ہاں ہو سکتے ہیں.....

آیات: ان ادری، وما ادری، ولا تدری، وما ادریک ،

کو جمع کر کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لاعلمی ثابت کرتا ہے۔ حیف ہے ایسے مسلمانوں پر جو مخالفین کے تابع اور ان کے پروردہ ہیں۔ خداوند عالم جلّ جلالہ نے قرآن کریم میں ان کا بہترین تعارف کرایا ہے

(فَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَأْوِيلِهِ وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللهُ وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ يَقُولُونَ آمَنَّا بِهِ كُلٌّ مِنْ عِنْدِ رَبِّنَا وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّا أُولُوا الْأَلْبَابِ (۷سورہ آل عمران)

جن کے دلوں میں شک ہے..........!!

آیا صحیح ہے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم برخلاف قرآن ودستورات خود عمل کرتے ہیں؟

قرآن سورۃ براۃ میں ہے کہ

وَمِنْهُمُ الَّذِينَ يُؤْذُونَ النَّبِيَّ وَيَقُولُونَ هُوَ أُذُنٌ قُلْ أُذُنُ خَيْرٍ لَكُمْ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَيُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِينَ وَرَحْمَةٌ لِلَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ رَسُولَ اللهِ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ (۶۱ سورہ توبہ)

منافقین کہتے ہیں کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سننے والے کان ہیں اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہہ دیجیے وہ بڑے ہی اچھے سننے والے کان ہیں۔ وہ خدا کی بھی تصدیق کرتے ہیں اور مومنین کی بھی۔ اور رحمت ہے ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے تم میں سے۔ اور وہ لوگ جو تکلیف دیتے ہیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تو ان کے لیے دردناک عذاب ہے"

یہ: اس وقت آیت نازل ہوئی جب ایک شخص آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آیا اور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تمام باتیں منافقین کو بتا دیتا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے

حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں اصل واقعہ بیان کر دیا۔ حضرت پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس شخص کو بلا کر کہا کہ تو نے ہماری باتیں منافقین کو بتائی ہیں۔ اس شخص نے انکار کیا اور قسم کھائی کہ میں نے یہ کام نہیں کیا۔ آپؐ نے ظاہری طور پر اس کی بات قبول کر لی۔

یہ آیت شریفہ نازل ہوئی اور روایات مبارکات میں اس آیت سے استدلال کیا گیا ہے کہ مومنین، مومنین کی تصدیق کریں۔

اس آیت سے یہ بھی استفادہ ہوتا ہے کہ یہ خداوند عالم جل جلالہ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی یہ صفت بیان کی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مدح فرمائی ہے کہ

(قُلْ أُذُنُ خَيْرٍ لَكُم)۔

پس ظاہری طور پر پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا فریضہ یہ ہے کہ خلق خدا سے مدارا کرے اور ان کا عذر قبول کرے۔ ...... وہ افراد جو ظاہری طور پر ایمان لائے اور انہوں نے کلمہ شہادتین بھی زبان پر جاری کیا ہر چند باطن میں اس کے معتقد نہ ہوں، اسلام کے ظاہری احکام نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ ان پر جاری ہوں گے۔ اور ان کی گفتار کی تصدیق کرنی چاہیے۔ کیونکہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم علمِ ظاہری پر مامور ہیں..... اور مقام باطنی نبوت و رسالت پر مامور نہیں ہیں۔

جیسا کہ قرآن مجید میں ہے

(قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُم)

آپ ﷺ کردار و گفتار میں بشریت کو ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ اور اپنی امت کے ساتھ معاشرت میں عام بشر کی طرح زندگی گزارنا چاہتے ہیں۔ مگر معجزہ کے وقت اور قرآن کے ذریعے اسی روش کو آگے لے آنا چاہتے ہیں۔ شب معراج خداوند عالم جل جلالہ نے آپ ﷺ سے فرمایا (یا محمد ﷺ دارِ خلقی) اے محمد ﷺ میری مخلوق سے مدارا کرو۔

پس قرآن مجید میں ہے کہ

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَنْ يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ وَاتَّقُوا اللهَ إِنَّ اللهَ تَوَّابٌ رَحِيمٌ

(۱۲ حجرات)

یعنی تجسس نہ کرو۔ اور ایک دوسرے پر بُرے گمان نہ کیا کرو...

اور یہ بھی حکم ہے کہ مومنین کی تصدیق کرو۔ مومنین وہ ہیں جو ظاہراً ایمان لائے ہیں اگر چہ باطناً معتقد نہ بھی ہوں اور خطاب

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا

انہیں بھی شامل ہوگا جنہوں نے ظاہری طور پر دعوتِ پیغمبر اکرم ﷺ کو قبول کیا ہے۔ اور یہ بھی حکم ہے کہ ایک دوسرے کا عذر قبول کرو.... اور یہ بھی امر ہوا

ہے کہ اظہارِ گناہ حرام ہے... اگر کوئی شخص گناہ کرے اور اسے پوشیدہ رکھے تو کوئی اور دوسروں کو اس کے گناہ کے بارے میں نہیں بتا سکتا۔ اگر دوسرے لوگوں کے سامنے جو کسی مومن کا گناہ نہیں جانتے اس کی شکایت کی جائے تو یہ غیبت ہے... اور یہ بھی اس کے ساتھ برابر کے مجرم ہیں کہ انہوں نے بُرے کام کو ظاہر کیا ہے اور اس کا اعلان کیا ہے...... اگر کوئی کسی کو زنا کی نسبت دے تو اس پر حد جاری کی جائے اگر چہ واقع میں اس شخص نے زنا نہ ہی کیا ہو۔ مگر یہ کہ چار عادل گواہ ہوں اگر چار عادل گواہ نہ ہوں تو یہ لوگ (زنا کی نسبت دینے والے اگر چہ سچے بھی ہوں لیکن گواہ نہ ہوں) خدا کے نزدیک جھوٹے شمار ہوں گے۔......!!

پس خدا نے خود حکم دیا ہے کہ اگر مومن کوئی عذر پیش کرے تو سننے والا اگر مانع شرعی نہ رکھتا ہو تو اسے قبول کرنا چاہیے۔ اسے مومن کو جھٹلانا نہیں چاہیے خود پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امام علیہ السلام نے بھی اس دستور پر عمل کیا ہے.........!!

بنا برایں: بنیاد قصہ ابو براء جو کہ بنی عامر کا سردار تھا۔ (یہ واقعہ مورخ سُنی نے نقل کیا ہے) وہ مدینہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا ..اور اس نے عرض کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چند لوگ نجد میں تبلیغ دین کے لیے بھیجیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چالیس لوگوں کو بھیجا۔ جوں ہی یہ صحابی نجد پہنچے تو نجدیوں نے سب کو شہید کر دیا۔ اگر یہ تاریخ سچ ہو تو ہم یہ کہیں گے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ظاہر پر مامور تھے۔ اور علمِ باطن پر معمور نہیں تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ظاہراً انہیں بھیجا اور وہ لوگ راہ خدا میں شہید ہو گئے۔ وہ اس دارِ

فانی۔سے دارِ بقا کی جانب روانہ ہو گئے......!!

ہم یہ بھی: کہیں گے کہ حساب باطن میں ان چالیس لوگوں کی عمر بھی خدا جَلَّ جَلالُہٗ نے معین فرمائی تھی۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم شب میں جانتے تھے کہ ان افراد کی موت اسی طرح ہو گی اور خدا نے اسی طرح تقدیر لکھی ہے۔ کیا پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تقدیرِ خدا جَلَّ جَلالُہٗ سے بھاگتے......؟! اور انہیں نہ بھیجتے آیا قضاوقدرِ الٰہی سے فرار ممکن ہے......

مثلاً حضرت خضر علیہ السلام باطن پر مامور ہیں اور اس لڑکے کو قتل کیا اور وہ کام انجام دیئے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ظاہر پر مامور تھے اس لیے حضرت خضر علیہ السلام کے ہر کام پر اعتراض کرتے تھے۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم باطنی طور پر جانتے تھے کہ ان کی موت اس طرح ہو گی۔ اور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تقدیرات سے فرار پر مامور نہیں ہیں۔ بلکہ ضروری ہے کہ تقدیر کے مطابق چلیں......!!

نہایت تعجب ہے: یہ احمق روایاتِ عامہ اور خاصہ میں تمیز نہیں کر سکتا......!! جو روایاتِ خاصہ اس کی مرضی کے مطابق نہیں ہوتی ہیں ان کو رد کر دیتا ہے اور جو روایاتِ عامہ اس کی مرضی کے مطابق ہوتی ہیں انہیں قبول کر لیتا ہے۔ وہ تفسیر قمی، تفسیر برہان اور تفسیر نور الثقلین کو صحیح نہیں سمجھتا ہے۔ اور ان پر توجہ ہی نہیں دیتا ہے......!! اور ان کی طرف رجوع ہی نہیں کرتا ہے۔ میرا خیال یہ ہے کہ اگر مراجعہ بھی کر لے تب بھی نہیں سمجھتا ہے۔ اسے آیاتِ افک کا پتہ بھی نہیں چلتا ہے جو کہ سورۃ نور میں ہے۔ علماء

عامہ کہتے ہیں کہ عائشہ کی تطہیر کے بارے میں نازل ہوئی ہے......!! وہ کہتے ہیں کہ غزوہ بنی مصطلق میں لشکرِ اسلام نے کوچ کر لیا لیکن عائشہ اپنے گلوبند کی تلاش میں پیچھے رہ گئی اور صفوان نامی شخص نے اسے مدینہ پہنچایا......! منافقین نے ان کے بارے میں باتیں بنائیں تو آیات افک نازل ہوئیں......!!

روایات خاصہ: میں ہے کہ یہ آیات اس وقت نازل ہوئیں جب خاطئہ نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسلام سے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابراہیم علیہ السلام پر روتے ہیں اور یہ ابراہیم علیہ السلام جریح قبطی کا فرزند ہے اس جھوٹ کی ماریہ قبطیہ کی طرف نسبت دی تو یہ آیات نازل ہوئیں۔ اور تمام امت کو حکم کلی دیا گیا...... !

یہ آیت شریفہ

يَـاأَيُّهَـا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ جَائَكُمْ اسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا أَنْ تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَى مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ (٦ حجرات)

(اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لے آئے تو اس کی تصدیق کر لیا کرو)

بھی اس مورد میں نازل ہوئی۔ تفسیر قمی میں ہے کہ حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاطئہ کا جھوٹ جانتے تھے اور حضرت علی علیہ السلام کو اس کے قتل پر بھی اس کے ظاہری جھوٹ کے پیشِ نظر مامور کیا۔ تا کہ دوسروں کے لیے جھوٹ عیاں ہو جائے۔ اور اگر اس کے قتل کا قطعی حکم ہوتا تو یقیناً وہ ضرور قتل ہوتا اور یہ حکم اس لیے تھا کہ شاید خاطئہ توبہ کر لے

اور اپنے قول پر نادم ہو جائے...... !!

لیکن وہ اپنے قول سے نہیں ہٹا اور ایک شخص مومن کے قتل سے (جرتح) خوف ذدہ بھی نہ ہوا اور اس کے لیے یہ بات ناگوار نہ تھی۔ جیسا کہ تفسیرِ قمی سے امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے۔(سورۃ نور، سورۃ حجرات)

اگر بنا یہ ہو کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علمِ رسالت کے ذریعے لوگوں سے میل جول رکھیں اور ہر شخص کے باطن کے ذریعے اس سے سلوک کریں تو اکثریت لوگوں کی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دور ہو جائے گی۔ اور اکثر اوقات مسجدیں تنہا ہوں اور ہمیشہ وہ نالاں رہیں۔ اور اکثریت امت پر لعنت کریں۔ اس وقت اسلام کی کوئی پیش رفت نہیں ہوگی۔ جیسا کہ یہ بات واضح ہے اور اس کی تشریح مصلحت کے منافی ہے۔ پس پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم لوگوں کے باطن اور ان کے مستقبل سے مربوط نہیں ہے۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس بات پر مامور نہیں ہیں کہ اپنے اور لوگوں کے امور میں علمِ رسالت سے کام لیں مگر بعض اوقات جب مصلحت ہوتی ہے تو معجزہ کے طور پر علمِ رسالت کو ظاہر کرتے ہیں...... ......!!

مثلاً یہ بات پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم میں ہے کہ فلاں وقت معین میں زینبؓ بنت جحش میری زوجہ ہوگی اور فلاں وقت میں زیدؓ اسے طلاق دے گا اور خداوند عالم نے بھی ایک آیت میں جائز قرار دیا ہے کہ انسان اپنے منہ بولے بیٹے (جو اس کی

نسل سے نہ ہو) کی طلاق شدہ عورت سے شادی کرسکتا ہے۔ اس حکم کے اثبات کے لیے زیدؓ نے اپنی بیوی کو طلاق دی اور عدت کے پورے ہونے کے بعد آپ ﷺ نے اس خاتون سے شادی کی۔

پیغمبر اکرم ﷺ کا باطنی علم یہ ہے کہ جب آپ ﷺ زیدؓ کے گھر کے قریب سے گزرے تو آپ ﷺ نے خداوند عالم جل جلالہ کی تنزیہ مشرکین کی اس بات سے کہ جو خداوند کے لیے کہتے ہیں... ملائکہ خداوند عالم جل جلالہ کی بیٹیاں ہیں جب زیدؓ گھر آیا تو اس نے اپنی بیوی سے یہ بات سنی تو اس نے یہ سوچا کہ حضرت ﷺ اس سے شادی کا ارادہ رکھتے ہیں۔ تو اس نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی کہ عدت کے بعد آپ ﷺ اس سے شادی کرلیں۔

زیدؓ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے کہا کہ میں اپنی بیوی کو طلاق دینا چاہتا ہوں۔

تو آپ ﷺ نے فرمایا اسے طلاق نہ دو بلکہ اپنے پاس رکھو۔ اگر پیغمبر ﷺ کہہ دیتے ٹھیک ہے تو لوگ یہ کہتے کہ پیغمبر ﷺ نے اپنے منہ بولے بیٹے سے یہ کہا کہ اپنی بیوی کو طلاق دو اور پھر اس سے خود شادی کرلی۔ اس لیے آپ ﷺ نے فرمایا کہ اسے طلاق نہ دو لیکن حضرت ﷺ ہ جانتے تھے کہ وہ زینبؓ کو طلاق دے گا اور اسے خدا نے میری بیوی بنانا ہے....... ....!!

آیا: یہ صحیح ہے کہ چونکہ ان کے علم میں تھا کہ زینبؓ آپؐ کی ہمسر بنے گی لہذا شادی سے پہلے زوجیت والے احکام جاری نہیں کیے یہ بات نہایت ہی واضح ہے ......!!

آیا: وہ لوگ جو اسلام کے بعد مرتد ہو گئے اور حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اسی دنیا میں موجود نہ تھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان پر ارتداد کے احکامات جاری نہیں کیے تھے۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم میں تھا کہ وہ میرے بعد مرتد ہو جائیں گے لہذا وقت سے پہلے احکامات جاری نہ فرمائے......!!

آیا پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان لوگوں سے ارتباط نہیں رکھا کہ جن کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معلوم تھا کہ وہ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اہلبیت علیہ السلام پر ظلم وستم کریں گے ......! کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اپنے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دور کیا ہے ؟! کیا ان کو مسجد سے نکالا ہے ؟

کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا ظاہری ایمان قبول نہیں کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب بھی ان کو دیکھتے تھے تو اس مصیبت عظمیٰ کو یاد کر کے گریہ وزاری کرتے. !! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم اس بات کا موجب نہیں بنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسے لوگوں کو اپنے آپ سے دور رکھیں اور ارتداد کے احکامات ان پر جاری کریں۔

اور ان سے دشمنی کریں مثلاً زبیر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پھوپھی زاد بھائی اور جناب

خدیجہ علیہا السلام کا بھانجہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت علی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا اور بہت زیادہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اور حضرت علی علیہ السلام کی مدد کیا کرتا تھا۔ اور حقوقِ اسلام اور حقوقِ مسلمین کا دفاع کرتا تھا۔ ایک جنگ میں اس کی تلوار ٹوٹ گئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک لکڑی پر اپنے دستِ مبارک پھیرا تو وہ بہترین تلوار بن گئی اور وہ اس سے اللہ کی راہ میں جہاد کرتے تھے۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے آئندہ کے حالات سے واقف تھے اور حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا کہ زبیر مرتد ہو جائے گا اور جنگِ جمل میں آپ علیہ السلام کے مقابلے میں جنگ کرے گا۔

کیا حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت علی علیہ السلام کہ اپنے باطنی علم کے ذریعے اس کا مستقبل جانتے تھے.....؟! تو ان حضرات نے اپنے علم واقعی کے ذریعے اس سے رابطہ نہیں رکھا بلکہ بعض دین کی خدمات کو اس کے سپرد کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ اور بیس آدمی دیگر بھیج کر بادشاہ (دومتہ الجندل) کی گرفتاری کے لیے بھیجا۔ اور حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے اسے حضرت فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا کے دفن کے وقت کے لیے بلایا.........!!

یہ: علم پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت علی علیہ السلام زبیر کے مستقبل پر اثر انداز نہیں ہوا۔ ! جب تک وہ فی الواقع مرتد نہیں ہوا احکام ارتداد اس پر جاری نہیں

ہوئے اور اس سے آپ حضرات نے رابطہ بھی منقطع نہیں کیا۔......اور دوسروں کی طرح اس سے بھی مساوی سلوک کرتے تھے۔ ہماری یہی مراد ہے کہ ہم نے عرض کیا ہے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امام علیہ السلام ظاہری طور پر مامور ہیں اور باطن پر مامور نہیں ہیں۔(1)

کیا: امیر المومنین علیہ السلام اور آئمہ ھدیٰ علیہ السلام بنی عباس کی سفا کیوں سے مطلع نہیں تھے ......؟! لیکن ان کی دشمنی کے ظہور سے پہلے ان حضرات نے ان سے دشمنی نہیں کی ہے......؟

کیا: یہ ممکن ہے کہ جس شخص کے بارے میں معلوم ہو کہ وہ چوری کرے گا لیکن ابھی تک اس نے چوری نہیں کی ہے تو اس پر چوری والے احکام جاری کیے جا سکتے ہیں......؟! ہرگز نہیں!

کیا: یہ ممکن ہے کہ ایک شخص ابھی تک احرام حج یا عمرہ سے محرم نہیں ہوا کیا اس پر محرم والے احکامات جاری کیے جا سکتے ہیں......؟

کیا: وہ مجرم و جانی جس سے ابھی تک جرم اور جنابت صادر نہیں ہوئی اس پر احکام مجرم و جانی جاری ہوں گے......!

(1) حضرت امیر المومنین علیہ السلام اپنے قاتل کے ساتھ قاتل والا سلوک نہیں کرتے تھے بلکہ آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ قتل سے پہلے قصاص جائز نہیں ہے۔

کیا :احکام حائض اس عورت پر جاری ہوں گے جو ابھی تک حائض نہیں ہوئی ہے.... ؟!

کیا: احکامِ خائن اس شخص پر جاری ہوں گے جس نے ابھی تک خیانت نہیں کی اور بعد میں خیانت کرے گا؟ پس ان افراد کے جرم و جنابت کا علم اس وقت تک موثر نہیں جب تک ان افراد سے جرم سرزد نہ ہو۔شریعت نے اس بات کی قطعاً اجازت نہیں دی کہ جرم کرنے سے پہلے کسی کو سزا دی جائے.... !!

پس: وہ چند لوگ کہ جنہیں امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے اپنی حکومت کے دوران بعض شہروں کا والی بنایا تھا۔وہ لوگ بعد میں خیانت کار بنے۔حضرت کو علم تھا کہ وہ لوگ خیانت کریں گے..... اس بات پر مامور نہیں تھا کہ جرم سے پہلے ان پر حکم کرتے۔حضرت علی علیہ السلام باطن پر مامور نہیں تھے۔جیسا کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ ؑ زبیر کے ارتداد کو جانتے تھے لیکن علمِ باطن پر مامور نہیں تھے ....

تو یہ بات بھی جائز نہیں ہے کہ کوئی شخص مستقبل میں خیانت کرے اس پر ابھی سے احکامِ خائن جاری کیے جائیں۔

اسی طرح: حضرت موسیٰ ابن جعفر علیہ السلام نے زیاد بن مروان اور علی ابن ابی حمزہ بطائنی کو اپنا وکیل قرار دیا۔ان سے کسی قسم کا جرم وخیانت صادر نہیں ہوئی لیکن علمِ امامت باطن پر مامور نہیں ہے .... !!

پس آیت شریفہ

إِنَّا أَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا أَرَاكَ اللّٰهُ وَلَاتَكُنْ لِلْخَائِنِينَ خَصِيمًا (۱۰۵ :نساء)

ان موارد سے مربوط نہیں ہے کیوں کہ آیات کہتی ہے کہ خائن کی طرفداری نہ کرو اور یہ لوگ اس وقت خائن نہیں تھے..... اور آنے والے زمانہ میں وہ خائن بنے ہیں..... پس یہ نہیں ہوسکتا کہ کسی نے ابھی تک خیانت نہ کی ہو۔ اس پر احکام خائن جاری کیے جائیں اگر کوئی یہ احکامات جاری کرے تو یہ اس کی مثال اس طرح ہے جس نے اس عورت پر احکام حائض جاری کیے جو ابھی تک حائض نہیں ہوئی.....!!

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم :اور آئمہ ھدیٰ علیہ السلام لوگوں کی آنے والی تقدیر سے علمِ نبوت و امامت سے آگاہ تھے۔ خداوند عالم جل جلالہ نے ان حضرات کو ان تقدیرات کا عالم بنایا ہے۔ اگر یہ حضرات اللہ جل جلالہ کی تقدیرات کے مطابق عمل نہ کریں اور اپنی تقدیر اور دیگران کی تقدیر سے فرار کریں تو یہ ان کے مقامات عالیہ کے منافی ہے.....!!

ان کا مقام یہ ہے کہ وہ خدا کے حکم کے سامنے سرِ تسلیم خم کریں اور ان کا علمِ باطنی ان کے اعضاء و جوارح میں کوئی بھی اثر نہیں رکھتا ہے۔ مگر جب انہیں حکم دیا گیا ہو کہ علمِ باطنی سے کام لیں اور لوگوں کی ہدایت مقصود ہو.....!

وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمَانُ وَلَدًا سُبْحَانَهُ بَلْ عِبَادٌ مُكْرَمُونَ (۲۶) لَايَسْبِقُونَهُ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِأَمْرِهِ يَعْمَلُونَ (۲۷ :انبیاء)

اقوالِ علماءِ شیعہ اور اس کی تشریح ہماری کتاب علمِ غیب میں آئے گی انشاءاللہ۔

کیونکہ یہ حضرات احسان الٰہی کے ذریعے تسلیم ورضا کے اس درجے پر فائز ہیں۔ خداوندعالم جل جلالہ نے اپنا لطف واحسان بھی ان حضرات کے شاملِ حال کیا ہوا ہے۔ خداوندعالم جل جلالہ نے انہیں ہر چیز کا عالم بنایا ہے۔ یہی ہے سلطنت وخلافت الٰہیہ کہ ہم اس کو ثابت کریں گے.....!

الحمدُ لله رب العالمين كما هو اهلهلاحول ولاقوةالّا بالله

اب: ہم یہ کہتے ہیں کہ قرآن مجید کی آیتِ شریفہ اور عترہ طاہرہ کی تفسیر مقامِ ولایتِ عظمیٰ تکوینی وتشریعی کو ثابت کرتی ہے۔ لہذا ہمارے اوپر واجب ہے کہ اسے قبول کریں اور اس پر ایمان لائیں۔ اور منکرین ولایت تکوینی کی جہالت کو واضح کریں اور دوسروں کو مطلع کریں تاکہ وہ گمراہی میں نہ پڑیں۔

ارشادِ رب العزت ہے

أَمْ يَحْسُدُونَ النَّاسَ عَلَى مَا آتَاهُمُ اللهُ مِنْ فَضْلِهِ فَقَدْ آتَيْنَا آلَ إِبْرَاهِيمَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَآتَيْنَاهُمْ مُلْكًا عَظِيمًا

(۵۴: **نســـاء**) آیا ان لوگوں سے حسد کرتے کہ جن کو خدا نے اپنے فضل سے نوازا ہے۔ پس ہم نے آلِ ابراھیم علیہ السلام (محمدؐ وآلِ محمدؐ) کو کتاب وحکمت عطا کی اور انہیں ملکِ عظیم عطا کیا... !(۱)

اس: آیت میں ملک سے مراد سلطنت وریاست اور حقِ فرمانروائی ہے کہ ہر مکلّف پر،

ہر حیوان اور کائنات عالم کے تمام موجودات پر ان کی اطاعت واجب ہے۔ خداوند عالم نے تمام موجودات عالم پر واجب قرار دیا ہے کہ ان کے مطیع ہوں۔ اور جہنم پر بھی ان کی اطاعت واجب ہے۔ جیسا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے ہشام سے فرمایا ہے (۲)

(۱) سورۂ نساء آیت ۵۴۔ اصولِ کافی میں پانچ روایتیں ہیں۔ بصائر الدرجات میں ۹ روایات اور تفسیر نور الثقلین میں اور تفسیر البرھان میں ۲۰ روایات سے زیادہ ہیں۔ بحار الانوار جلد ۲۳ صفحہ نمبر ۲۸۳ سے ۳۰۴ میں ساٹھ روایات سے بھی زیادہ ہیں۔ حاصل کلام یہ ہے کہ اس آیت میں محرر پیغمبر اکرمؐ اور آپؐ کے بارہ جانشین آئمہ ھدیٰ ہیں۔ ان روایات میں ہے کہ ہم ہی وہ لوگ ہیں کہ جن پر خداوند عالم نے اپنا خصوصی فضل وکرم نازل فرمایا اور ہمیں مقامِ امامت سے نوازا جس پر لوگ حسد کرتے ہیں۔ اور آیتِ شریفہ میں آلِ ابراھیم علیہ السلام بھی ہم ہیں کہ خداوند عالم نے ہمیں علم (کتاب) وحکمت اور ملکِ عظیم عنایت فرمایا ہے۔

(۲) بصائر الدرجات، بحار الانوار ج ۲۳/۲۸۷ تفسیر قمی، تفسیر البرھان، تفسیر نور الثقلین اور بحار الانوار میں ہے کہ ملکِ عظیم سے مراد "وجوب اطاعت" ہے اور تمام اشیاء پر واجب ہے کہ ان ہستیوں کی اطاعت کریں۔ اور تفسیر قمی میں شق القمر کو نقل کیا ہے کہ چاند نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت فرمائی۔ جبرائیل علیہ السلام نے نازل ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ (**ان اللہ یقرئک السلام ویقول لک انی قد امرت کل شیء بطاعتک**

خداوند عالم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں سلام بھیجا ہے اور خداوند متعال نے فرمایا ہے کہ میں نے تمام اشیاء کو حکم دیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تابع فرماں ہوں۔)

اور حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا (**و للہ ما خلق الا وقد امرہ بالطاعۃ لنا**)

خدا کی قسم خدا نے جس شئے کو بھی خلق فرمایا ہے اسے ہماری اطاعت کا حکم دیا ہے۔

یہ روایات اور اس سے مربوط روایات چوتھی فصل میں آئیں گی۔ انشاءاللہ

عبارت دیگر: خداوند عالم نے تمام اشیاء کو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آئمہ معصومین علیہ السلام کے لیے مسخر بنایا ہے جیسا کہ

فصل چہارم میں تفصیل بیان ہوگی اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا فرمان ہے کہ

(**سبحان الذی سخر لامام کل شی**) پاک ہے وہ ذات جس نے امام ہم کے لیے ہر شئی کو مسخر بنایا۔

پس اگر یہ حضرات قدرت، نبوت، رسالت و امامت کے ذریعے دشمنوں پر تصرف و غلبہ حاصل کر سکتے ہیں اور ان سے قدرت و اختیار بھی چھین سکتے ہیں۔ بلکہ ان سے انسانی شکل و صورت سلب کر کے انہیں مسخ کر سکتے ہیں۔ جیسا کہ مقامات متعدد پر یہ معجزات نمودار بھی ہوئے ہیں۔ اس بات کی تفصیل چھٹی فصل میں آئے گی۔

..................بقیہ..................

یہ روایات قرآن کی مخالف نہیں ہیں بلکہ قرآن پاک کے موافق ہیں۔ کیونکہ تفسیرِ عترۃ طاہرہ میں ملکِ عظیم سے مراد "وجوبِ اطاعت" ہے اور وجوبِ اطاعت مطلق ہے انسانوں کی اطاعت کو بھی شامل ہے۔ اور تمام موجودات کی اطاعت کو بھی شامل ہے۔ اس کی دلیل ہشام کی راویت ہے کہ جہنم کی اطاعت عام لوگوں کی اطاعت میں شامل نہیں ہے !

یہ روایات اس بات کی تائید کرتی ہیں کہ ملکِ عظیم کو خلافت اامامت حقہ الہیہ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ کیونکہ یہ حضرات معصومینِ علیہ السلام خدا کے نائب خلیفہ اور اللہ کی حجت ہیں۔ تو یہ تمام مخلوقات سے زیادہ عالم اور قوی تر ہیں اس کی تفصیل انشاء اللہ بعد میں آئے گی۔ گذشتہ بات سے معلوم ہوا ہے کہ ہمارا مقصود ولایت تکوینی جو کہ ہمارا مدعا بھی ہے خداوند متعال نے تمام مخلوقات خلق کرنے کے بعد یہ حکم دیا کہ تمام اشیاء ان حضرات کے تابع فرمان رہیں۔ اور واجب قرار دیا ہے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آئمہ ھدیٰ علیہ السلام کی اطاعت کریں۔

یہ دنیا امتحان کا گھر ہے۔ خدا نے یہ دنیا بنائی ہے اور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و آئمہ ھدیٰ علیہم السلام تسلیم و رضا کے اعلیٰ درجہ پر فائز ہیں اور تقدیر کے امین بھی ہیں...... یہ حضرات نظامِ دنیا کو نیست و نابود نہیں کرنا چاہتے۔ یہ لوگوں سے ان کا اختیار نہیں چھینتے مگر معجزہ کے وقت آپ حضرات علیہم السلام ہدایت اختیاری کے لیے دنیا میں تشریف لائے تو یہ غیر عادی وغیر عرضی کام نہیں کرتے......

جیسا کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قدرت و توانائی رکھنے کے باوجود غیر عادی طریقے سے خارج نہیں ہوئے مگر یہ کہ کوئی معجزہ دکھانا مقصود ہو یا کوئی اہم مقصد پیشِ نظر ہو۔ اس مختصر کی تفصیل چودھویں فصل میں آئے گی اور ایک خاتمہ بھی بیان ہوگا۔

پہلی فصل

ملک کا لغوی معنی اور ان آیات کی تفسیر کہ جن میں لفظ ملک آیا ہے اور ان حضرات کا ذکر کہ جنہیں خداوند عالم جل جلالہ نے ملک عطا کیا ہے۔ جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام طالوت علیہ السلام داوَد علیہ السلام سلیمان علیہ السلام ان کے ملک کو قرآن مجید نے عظیم نہیں کہا۔ لیکن آل محمد علیہم السلام کے ملک کو عظیم کہا گیا ہے۔

بدان: ملک یعنی سلطنت، ریاست، بلندی اور اختیارِ تصرف لوگوں اور شہروں پر۔

مملکت: وہ اشیاء جو اس کی سلطنت میں اس کے تحتِ فرمان ہوں، مثلاً لوگوں کے امور اور شہروں کے جو کہ ان کے تابع فرمان ہیں اور ان کے تصرف میں ہیں۔

ملک: صاحب ملک یعنی سلطان اور بادشاہ جو کہ صاحب قدرت سلطنت و ریاست

ہے۔

ملک اور مالک میں فرق: ملک کی بلندی مالک سے زیادہ ہے کیوں کہ اختیار، بلندی اور سلطنت مالک کے اختیار سے زیادہ ہے۔

ملک: خدا کے ملک کا بادشاہ ہے اور وہ ایک کا مالک ہے...... یہ خدا کی مرضی ہے کہ جس سے چاہے ملک لے لے اور جسے چاہے عطا کردے۔ ارشادِ خداوند متعال ہے

(قُلْ اللّٰهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ إِنَّكَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (۲۶ سورہ آل عمران)

یہ بادشاہی خدا نے اسے عطا کی ہے جو شریکِ خدا نہیں ہیں۔ اس کا اصل مالک خود خدا ہے۔ پس خدا اپنے خاص بندے کو سلطنت اور ولایت کلیہ عطا کرسکتا ہے۔ اگر خدا نے یہ حکومت اسے عطا کردی تو یہ بندہ خدا کا شریک نہیں ہوگا۔ اگر عطا نہ کرے تو یہ اس کی عظمت میں کوئی نقص نہیں ہوگا۔ وہ حضرات جنہیں خداوند عالم نے ملک عطا کیا ہے درجِ ذیل ہیں۔

حضرت یوسف علیہ السلام: ہیں کہ آپ علیہ السلام نے عرض کیا

رَبِّ قَدْ آتَيْتَنِي مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِي مِنْ تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ فَاطِرَ

السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ أَنْتَ وَلِيِّ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ تَوَفَّنِي مُسْلِمًا وَأَلْحِقْنِي بِالصَّالِحِينَ (١٠١) سورہ یوسف

اے پروردگار تو نے مجھے بادشاہی اور سلطنت عطا کی ہے اور تو نے مجھے خواب کی تعبیر بھی تعلیم کی ہے۔

ملک یوسف علیہ السلام اہل مصراور ان کے اطراف کی حکومت تھی۔اس علاقہ کے لوگوں اور شہروں پر تصرف رکھتے تھے......!!

آیات شریفہ جو کہ طالوت، جالوت، اور داؤداور بنی اسرائیل کے ایک گروہ کے متعلق ہیں۔اوران لوگوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد دعا مانگی

إِذْ قَالُوا لِنَبِيٍّ لَهُمُ ابْعَثْ لَنَا مَلِكًا نُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللهِ قَالَ هَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ أَلَّا تُقَاتِلُوا قَالُوا وَمَا لَنَا أَلَّا نُقَاتِلَ فِي سَبِيلِ اللهِ وَقَدْ أُخْرِجْنَا مِنْ دِيَارِنَا وَأَبْنَائِنَا فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ تَوَلَّوْا إِلَّا قَلِيلًا مِنْهُمْ وَاللهُ عَلِيمٌ بِالظَّالِمِينَ (٢٤٦)

ہمارے لیے بادشاہ بھیج تا کہ ہم تیری راہ میں جہاد کریں

ان کے نبی نے کہا کہ خدا نے طالوت کو تمہارا بادشاہ بنایا ہے۔

قَالُوا أَنَّى يَكُونُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْنَا وَنَحْنُ أَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِنَ الْمَالِ قَالَ إِنَّ اللهَ اصْطَفَاهُ عَلَيْكُمْ وَزَادَهُ

بَسْطَةً فِی الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ وَاللّٰهُ یُؤْتِی مُلْكَهُ مَنْ یَشَاءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیمٌ (۲۴۷)

انہوں نے کہا وہ ہمارا بادشاہ کیسے ہوسکتا ہے......؟ حالانکہ ہم بادشاہی کے زیادہ مستحق ہیں...... وہ مالی طور پر بھی امیر نہیں ہے......؟! ان کو جواب ملا: طالوت اس لیے تمہارا بادشاہ ہے کہ خداوند عالم جل جلالہ نے اسے چن لیا ہے خدا نے اسے علم اور جسم میں توانا بنایا ہے۔ خدا کی مرضی اپنا ملک جسے چاہے عطا کر دے۔ ....خداوند عالم جل جلالہ توانا اور دانا ہے۔ ان کے پیغمبر نے ان سے فرمایا: اس کے ملک کی نشانی یہ ہے کہ تمہاری طرف ایک تابوت آئے گا جس میں سکینہ خدا کی طرف سے ہے.... ......(۱)

پس: انہوں نے قبول کیا اور لشکر طالوت کے زیرِ فرمان روانہ ہوا......ان کا جالوت اور اس کے لشکر سے سامنا ہوا تو انہوں نے کہا۔ اے پرودگار ہمیں صبر اور

(۱) حقیر نے مستدرک سفینۃ البحار ج ۱ میں تابوت بنی اسرائیل کے بارے میں روایات نقل کی ہیں کہ یہ تابوت وہ صندوق ہے کہ جس میں مادرِ موسیٰ علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام کو بچپن میں رکھ کر دریا میں ڈال دیا تھا اور یہ تابوت بنی اسرائیل کے لوگوں میں تھا وہ لوگ اس تابوت سے تبرک حاصل کرتے تھے وہ ان کی عزت وشرافت کا ذریعہ تھا۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ علیہ السلام نے کتاب تورات زرہ وعصا اور دوسرے انبیاء کے تبرکات اس میں رکھ کر یوشع اپنے وصی کو دیے ...... اہلِ مصر اس کو حقیر سمجھتے تھے کبھی ان کے بچے اس صندوق سے کھیلتے تھے خدا نے اس تابوت کو ان لوگوں سے واپس لے لیا جب طالوت بادشاہ بنا تو خدا نے وہ تابوت انہیں واپس کر دیا یہ تابوت اور تمام تبرکاتِ انبیاء ہمارے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آئمہ ھدیٰ کے پاس ہے۔

ثابت قدمی عطا فرما اور ہمیں کفار پر غالب فرما۔ پس انہوں نے کفار کو قتل کیا اور حضرت داؤد نے جالوت کو قتل کیا اور خدا نے اسے باشاہی عطا کی۔ خدا نے اسے حکمت اور اس چیز کی تعلیم دی جسے وہ چاہتا تھا۔

حضرت داؤد علیہ السلام کے تین بھائی تھے داؤد ان سے چھوٹے تھے۔ ان کے بھائی طالوت کے ساتھ تھے اور جب داؤد علیہ السلام اپنے والد کے دنبے چرانے میں مصروف تھے اس کے والد نے حکم دیا کہ اپنے بھائیوں کے ساتھ مل جاؤ۔ راستے میں ایک پتھر کے قریب سے گزرے تو وہ پتھر قدرتِ خدا سے گویا ہو گیا..........!!

اور اس نے کہا اے داؤد علیہ السلام مجھے بھی اپنے ساتھ لے چلو میں جالوت کے قتل کے لیے خلق ہوا ہوں۔ پس داؤد علیہ السلام نے اسے اُٹھا لیا جب وہ لشکر گاہ میں پہنچے تو انہوں نے دیکھا کہ اس لشکر پر وحشت طاری ہو چکی ہے تو اس نے کہا کہ اگر میں جالوت کو دیکھ لوں تو خدا کی قسم میں اسے قتل کروں گا.... ! اس کی بات لشکر میں پھیل گئی..... طالوت نے اسے اپنے پاس بلایا اور کہا ..... اپنی بات کی وضاحت کرو تا کہ مجھے آپ کے دعویٰ کی حقیقت معلوم ہو جائے۔ .....تو حضرت داؤد علیہ السلام نے جواب دیا دنبے چراتے ہوئے بعض اوقات شیر گلہ پر حملہ کرتا تو میں اسے سر سے پکڑ کر اس کا منہ کھول کر اس کے منہ سے اپنا دنبہ چھڑا لیتا تھا۔ طالوت نے بہت بڑی ذرہ منگوائی اور داؤد علیہ السلام کو پہنائی۔ تو یہ ذرہ حضرت داؤد علیہ السلام کو پوری آ گئی۔ (یہ ذرہ تبرکات انبیاء

میں سے تھی اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ملی تھی)

جب لوگوں نے داوٗد علیہ السلام کو دیکھا تو ان کے دل میں آپ کی ہیبت بیٹھ گئی اور طالوت نے کہا کہ خداوند عالم داوٗد علیہ السلام کے ذریعے جالوت کو قتل کرے گا۔ جنگ کے وقت حضرت داوٗد علیہ السلام نے کہا کہ مجھے جالوت دکھاوٗ...... جب آپ علیہ السلام سے کہا گیا کہ وہ جالوت ہے تو آپ علیہ السلام نے وہ پتھر اسے مارا جو راستے میں اُٹھایا تھا اور وہ پتھر جالوت کی دونوں آنکھوں کے درمیان لگا اتنا گہرا زخم ہوا کہ اس کے دماغ تک پہنچ گیا اور وہ گھوڑے سے زمین پر گر پڑا اور لوگوں کی آواز آئی کہ داوٗد علیہ السلام نے جالوت کو قتل کر دیا ہے

یہ منظر دیکھ کر لوگوں نے حضرت داوٗد علیہ السلام کا بہت احترام کیا اور اسے اپنا بادشاہ بنا لیا اور حضرت داوٗد علیہ السلام اتنے مشہور ہوئے کہ لوگ طالوت کا نام بھولنے لگے......

بنی اسرائیل آپ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ علیہ السلام کی اطاعت کا وعدہ کیا خدا نے آپ علیہ السلام کو زبور عطا کی اور لوہے کو آپ علیہ السلام کے ہاتھ پر نرم کیا اور وہ ہاتھ سے زرہ بناتے تھے۔ اور خدا کے حکم سے پہاڑ اور پرندے آپ علیہ السلام کے ساتھ تسبیح کرتے تھے..... خدا نے آپ علیہ السلام کو خوبصورت آواز عطا کی اور وہ اہلِ بہشت کے خطیب ہیں...... اس کی تفسیر عیاشی میں مذکور ہے......

---

(۱) بحار الانوار میں کمال الدین اور امالی صدوق سے نقل کی گئی ہے

یہ ملک: اور حکمت کہ جس کا آیت شریفہ میں اشارہ کیا گیا ہے یہ وہی فضل و کرم ہے کہ خداوند متعال نے حضرت داؤد علیہ السلام کو عطا فرمایا تھا۔ جب کہ سورہ سبا میں ارشاد رب العزت ہے

"ہم نے پہاڑوں اور پرندوں کو حکم کیا کہ داؤد کے ساتھ تسبیح کرو اور ان کے ہاتھ پر لوہے کو نرم کیا اور ہم نے اسے حکم دیا کہ زرہ بناؤ تا کہ یہ بدن کی حفاظت کرے۔ اور اچھے اعمال انجام دو کیوں کہ میں تمہارے ہر عمل سے واقف ہوں۔..........!!

مناقب ابن شہر آشوب نے نقل کیا ہے کہ خالد بن ولید نے حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ اپنے زرہ اپنے دست مبارک سے ٹھیک کر رہے تھے...... میں نے عرض کیا لوہا فقط داؤد علیہ السلام کے ہاتھ پر نرم ہو جاتا تھا آپ علیہ السلام نے فرمایا:

(بناالان الله الحديد لداو دفكيف لنا)

خداوند عالم جل جلالہ ہماری وجہ سے داؤد علیہ السلام کے ہاتھ پر لوہا نرم کرتا تھا تو ہمارے لیے کیوں نہ ہو......؟!

دوسری جگہ پر لوہے کو آٹے کی طرح خالد کی گردن میں پھیرا گیا۔ ان روایات کو مستدرک سفینہ البحار ج۲ لغت (حدد) میں نقل کیا گیا ہے اور اثبات الہداۃ میں حر عاملی نے بھی نقل کیا ہے......

سورہ ص: میں فرمایا:

وَالطَّيْرَ مَحْشُورَةً كُلٌّ لَهُ أَوَّابٌ (۱۹)

''ہم نے تمام پرندے اس کے لیے مسخر کر دیئے کہ اس کے پاس جمع ہوں اور خدا کی عبادت میں اس کے ساتھ شریک ہوں اور ہم نے اس کے ملک کو مضبوط بنایا اور ہم نے اسے حکمت اور فصل الخطاب عطا کی''

علی بن ابراہیمؒ قمی نے اپنی تفسیر میں نقل کیا ہے کہ جب بھی حضرت داوٗد علیہ السلام صحرا عبور کرتے اور کتاب زبور کی تلاوت کرتے تو پرندے اور وحشی جانور آپ علیہ السلام کے ساتھ مل کر اللہ کی تسبیح کرتے تھے اور خدا نے آپ علیہ السلام کے لیے لوہے کو موم بنایا وہ جو چیز چاہتے لوہے سے بنا لیتے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ ایک دن حضرت داوٗد علیہ السلام گھر سے باہر تشریف لائے اور زبور کی تلاوت میں مشغول تھے۔آپ علیہ السلام نے مزید فرمایا کہ آپ علیہ السلام جب بھی زبور کی تلاوت کرتے تو ہر جانور، ہر پرندہ آپ علیہ السلام کے ساتھ مل کر تسبیح کرتا تھا۔ جب آپ علیہ السلام نے اس دارِ فانی کو چھوڑا تو آپ علیہ السلام کے علم اور ملک کے وارث سلیمان علیہ السلام تھے۔ حضرت سلیمان نے عرض کیا :

قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِي وَهَبْ لِي مُلْكًا لَّا يَنبَغِي لِأَحَدٍ مِّنْ بَعْدِي إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ (۳۵)

پروردگار! مجھے ایسا ملک عطا کر جو میرے بعد کسی کو بھی نہ ملا ہو۔تو بہت زیادہ

دینے والا خدا ہے۔(۱)

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: خدا نے ملک سلیمان علیہ السلام کو اس انگوٹھی میں قرار دیا۔ جب وہ انگوٹھی دست میں پہنتے تھے تو آدمی، جن، پرندے اور وحشی جانور آپ کے پاس حاضر ہو جاتے تھے۔ اور خدا نے حکم دیا تھا کہ تخت سلیمان اس پر جتنے جانور، آدمی اور جن سوار ہوتے تھے ہوا سب کو لے کر اڑتی تھی... !!

حضرت سلیمان شام کی نماز شام میں اور ظہر کی نماز فارس میں پڑھتے تھے۔(۲)

اور لفظ ملک اس آیت شریفہ میں صفت عظیم سے متصف نہیں ہوا ہے۔ بخلاف ملک جو کہ آیت گزشتہ میں بیان ہوا ہے۔

وَ آتَيْنَاهُمْ مُلْكًا عَظِيمًا (۵۴)

یعنی ہم نے آل ابراہیم علیہ السلام کو ملک عظیم عطا کیا ہے۔

پس ملک سلیمان علیہ السلام بہ نسبت ملک آل محمد علیہم السلام عظیم نہیں ہے اور ملک آل محمد علیہم السلام عظیم ہے۔ اور خدا نے اسے ملک عظیم اور بزرگ کہا ہے۔ اور جب ملک سلیمان علیہ السلام نے کہا **وَهَبْ لِي مُلْكًا**) خداوند عالم نے فرمایا

فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيحَ تَجْرِي بِأَمْرِهِ رُخَاءً حَيْثُ أَصَابَ (۳۶) وَالشَّيَاطِينَ كُلَّ بَنَّاءٍ وَغَوَّاصٍ (۳۷)

پس خدا نے اس کے جواب میں فرمایا: ہم نے ہوا اس کے لیے مسخر کی ہے۔ جن اور شیاطین نے اس کے لیے عالیشان محل تعمیر کیا اور دریاؤں سے آپ کے لیے

جواہرات تلاش کرتے تھے۔ وہ شیاطین جو مخلوق کو گمراہ کرتے تھے تو ہم نے انہیں سلیمان علیہ السلام کے ذریعے پابند سلاسل وزنجیر کیا۔ یہ نعمت، سلطنت اور اقتدار ہماری بخشش ہے۔ یہ تمام اس ملک کے آثار ہیں جن کی سلیمان نے التجا کی تھی۔

قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِي وَهَبْ لِي مُلْكًا لايَنْبَغِي لِأَحَدٍ مِنْ بَعْدِي إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ (۳۵:ص)

''اور کہا پروردگا مجھے بخش دے اور مجھے وہ ملک عطا فرما جو میرے بعد کسی کو نہ ملا ہو بے شک تو بڑا بخشنے والا ہے''

....

(۱) علی بن یقطین نے حضرت موسیٰ کاظم علیہ السلام سے اس آیت کے بارے میں دریافت کیا

آپ علیہ السلام نے فرمایا: بادشاہی کی دو قسمیں ہیں

ایک یہ کہ ظلم وستم واجبار سے حاصل کی جائے دوسری یہ ہے کہ لطف واحسان خداوندی سے حاصل ہو مثلاً ملک آل ابراھیم علیہ السلام و ملک طالوت و ملک ذولقرنین، حضرت سلیمان علیہ السلام نے عرض کیا: خدایا مجھے ایسا ملک عطا کر جو میرے بعد کسی کو اور کو نہ ملے۔ یہ ملک جبر وغلبہ سے حاصل ہوا ہے؟ پس خدا نے سلیمان علیہ السلام کی دعا قبول فرمائی اور ہوا اس کے تابع کر دی جہاں جانا چاہتے ہوا انہیں لے جاتی تھی۔ جن وشیاطین سب آپ کے مسخر تھے اور انہیں نطق طیور سے آگاہ کیا تھا۔ یہ روایت بحار الانوار اور کتب شیخ صدوقؒ سے نقل کی گئی ہے۔

(۲) یہ روایت مجمع البحرین میں لغت ملک میں ہے، اور تفسیر قمی میں سورہ ص کی تفسیر میں ہے۔

سورہ سبا

وَلِسُلَيْمَانَ الرِّيحَ غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَرَوَاحُهَا شَهْرٌ وَأَسَلْنَا لَهُ عَيْنَ الْقِطْرِ وَمِنَ الْجِنِّ مَنْ يَعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ بِإِذْنِ رَبِّهِ وَمَنْ يَزِغْ مِنْهُمْ عَنْ أَمْرِنَا نُذِقْهُ مِنْ عَذَابِ السَّعِيرِ (۱۲ سورہ سبا)

: اور ہوا کو سلیمان کا تابعدار بنا دیا تھا کہ اس کی صبح کی رفتار ایک مہینہ کی (مسافت) تھی اور اس طرح اس کی شام کی رفتار ایک مہینہ کی (مسافت) تھی۔ اور ہم نے اس کے لیے ایک تانبے کا چشمہ جاری کیا اور اس میں سے کچھ لوگ ان کے پروردگار کی طرف سے اس کے لیے کام کرتے تھے۔ ان میں سے جس نے ہمارے حکم سے انحراف کیا ہم اسے قیامت میں جہنم کے عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ان سے مرضی کی چیزیں بنواتے تھے جیسے مساجد، محل، قلعے، فرشتوں اور انبیاء کی تصویریں..........

سورہ نمل آیت ۱۵: اور علم وحکمت اور ساری جائیداد میں سلیمان علیہ السلام داؤد علیہ السلام کے وارث ہوئے اور کہا لوگو! ہم کو خدا کے فضل سے پرندوں کی بولی بھی سکھائی گئی ہے۔ اور ہمیں دنیا کی ہر چیز عطا کی گئی ہے یقیناً یہ خدا کا واضح فضل ہے۔ اور سلیمان علیہ السلام کا لشکر ان کے سامنے آدمی، جنات، پرندے سب جمع کیے جاتے تو وہ سب کے سب کھڑے کیے جاتے تھے۔

یہاں تک کہ وہ وادی نمل میں پہنچے تو ایک چیونٹی بولی اے چونٹیو اپنی اپنی بلوں میں گھس

جاؤ۔ ایسا نہ ہو کہ سلیمان علیہ السلام اور اس کا لشکر تمہیں روند ڈالے اور انہیں اس کی خبر بھی نہ ہو۔ تو سلیمان علیہ السلام اس کی اس بات پر مسکرا دیئے اور عرض کی پروردگار! مجھے توفیق عطا فرما کہ میں تیری نعمتوں کا شکر ادا کر سکوں۔

دعا علوی مصری جو کہ امام زمانہ علیہ السلام سے نقل ہوئی ہے کہ: خدایا تجھ سے اس اسم کے ذریعے سوال کرتا ہوں کہ تیرے بندہ سلیمان علیہ السلام نے عرض کیا تھا اے پروردگار مجھے ملک عطا کر جو کہ میرے بعد کسی ایک کو بھی نہ ملا ہو۔

(و استجبت له دعائه)

پس تو نے اس کی دعا قبول فرمائی اور خلق کو اس کی اطاعت پر مامور کیا اور ہوا کو مسخر کیا۔ اس دعا سے واضح ہوتا ہے کہ حقیقت ملک اور بادشاہی سلیمان علیہ السلام فرماں برداری خلق ہے...........!!

ان آیات شریفہ میں جناب سلیمان علیہ السلام فرماتے ہیں

(۱) یہ روایت مجمع البحرین میں لغت ملک میں ہے، اور تفسیر قمی میں سورہ ص کی تفسیر میں ہے۔
(۲) سورہ ص ۳۵۔۳۸ (تجری بارہ) سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ہوا آپ کی تابع فرمان تھی اور آپ کی اطاعت کرتی تھی اور اسی طرح جن شیاطین بھی آپ علیہ السلام کے مطیع تھے۔ اور سلیمان علیہ السلام کی ظاہری کائنات پر حکومت تھی۔ یہ بات بھی مسلمات میں سے ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام کے علوم اور کمالات ہمارے نبیؐ میں جمع تھے اور ان کے علاوہ کافی کمالات ذاتیہ بھی ہیں اور ہمارے آئمہ ھدیٰ نے یہ کمالات وراثت میں حاصل کیے ہیں۔ یہ علوم و کمالات جس مخلوق کو بھی ملے ہیں وہ عطیہ الٰہیہ ہیں۔ اور ہر مخلوق عاجز ہے اور خداوند عالم غنی ہے

وَأُوتِينَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ إِنَّ هَذَا لَهُوَ لْفَضْلُ الْمُبِينُ ١٦ :نمل)

''ہر شئی ہمیں عطا کی گئی ہے یہ اللہ کا واضح فضل ہے''

اور اس آیت میں کلمہ من تبعیض پر دلالت کرتا ہے۔اور یہ نہیں کہا گیا کہ

وَأُوتِينَا مِنْ كُلِّ شَيْء

جو کہ دلالت ہر شئی کلی طور پر عطا کی گئی ہے۔

لیکن ہمارے مولا علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے بارے میں سورہ یسین میں ارشاد ہے

وَكُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ فِي إِمَامٍ مُبِينٍ (١٢ :سورہ یسن)

یعنی ہم نے ہر شئے کو وجود مقدس امام مبین میں ضبط اور احصاء کیا ہے۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے خطبہ غدیر میں فرمایا: اے لوگو! کوئی ایسا علم نہیں ہے جو خدا وند عالم نے مجھے نہ دیا ہو اور جو کچھ میں جانتا ہوں وہ کاملاً میں نے حضرت علی ابنِ ابی طالب علیہ السلام کو عطا کیا ہے۔میں نے تمام علوم حضرت علی علیہ السلام کو عطا کیے ہیں۔اور وہ امامِ مبین ہے......

شیخ صدوق نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت نقل کی ہے کہ

كُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ فِي إِمَامٍ مُبِينٍ ١٢ :سورہ یسن)

آیت پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوئی تو ابو بکر و عمر نے عرض کیا: یارسول اللہ امام مبین کتاب تورات ہے......؟!

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا نہیں......!

انہوں نے پھر عرض کیا امام مبین کتاب انجیل ہے......؟!

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا نہیں......!

اس گفتگو کے دوران حضرت علی علیہ السلام مسجد میں تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ ہیں امام مبین کہ خداوند عالم نے ہر شئی کے علم کو ان کے سینے میں رکھا ہے۔

شیخ طوسی نے عمار یاسر سے روایت نقل کی ہے کہ وہ حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی خدمت میں تھے اور آپ جنگ سے واپس آرہے تھے یہاں تک کہ وادی نمل میں پہنچے...... وہاں پر بہت زیادہ چیونٹیاں تھیں...... میں نے عرض کیا یا امیر المومنین علیہ السلام کوئی ہے جو ان چیونٹیوں کی تعداد جانتا ہو......؟!

آپ علیہ السلام نے فرمایا: اے عمار! میں ہر کسی کو جانتا ہوں کہ وہ ان کی تعداد بھی جانتا ہے اور ان میں نر کتنے ہیں اور مادہ کتنے ہیں وہ یہ بھی جانتا ہے......

عمار نے عرض کیا وہ کون ہے......؟!

آپ علیہ السلام نے فرمایا تو نے سورہ یسین کی یہ آیت نہیں پڑھی

وَكُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ فِي إِمَامٍ مُبِينٍ ١٢ :سورہ یسن)

عمار نے عرض کیا: میں نے پڑھی ہے......

آپ علیہ السلام نے فرمایا وہ امام مبین میں علی علیہ السلام ہی تو ہوں۔(۱)

اور یہ قول کہ امام مبین سے مراد لوح محفوظ ہے یہ اہلسنت کی تفسیروں سے لیا

گیا ہے۔

یہ ظاہر قرآن کے خلاف ہے اور اس کی کوئی دلیل شرعی نہیں ہے......!!

قرآن مجید کے بارے میں ارشاد رب العزت ہے

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِكُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً وَبُشْرَى لِلْمُسْلِمِينَ (۸۹)

ہم نے تیرے اوپر کتاب (قرآن) کو نازل کیا تا کہ آپ ہر شئے کو واضح بیان کرو

اور مزید فرمایا

مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ ثُمَّ إِلَى رَبِّهِمْ يُحْشَرُونَ (۳۸ انعام)

ہم نے کتاب میں کوئی شئے بھی نہیں چھوڑی ضروریات مذہب شیعہ میں ہے کہ تمام علوم قرآن پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ہیں۔

سورہ نمل آیت ۲۰۔۳۰

ہدہد کا سلیمان کے ساتھ مکالمہ

ہدہد کا بلقیس کے بارے میں بتانا۔

ہدہد کو خط دے کر روانہ کرنا

---

(۱) یہ روایات تفسیر برہان، تفسیر نور الثقلین، بحار الانوار کمپانی ج ۸ ص ۱۲۳ و ج ۹ ص ۸۱، ۲۲۰، ۴۶۸، ج ۱ ص ۱۳۲ طبع جدید بحار ج ۵ ص ۴۲۷

۔حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے وزراء اور شرفا سے کہا کون ہے جو تخت بلقیس کو اس کے آنے سے پہلے حاضر کرلے......؟! جنات کے عفریت نے کہا تمہاری محفل ختم ہونے سے پہلے میں لاسکتا ہوں۔ اور آصف بن برخیا جناب سلیمان کے وزیر تھے اچانک تخت ان کے سامنے حاضر تھا اور اس نے کہا یہ اقدار خدا کے فضل و کرم کا نتیجہ ہے صریح قرآن ہے کہ آصف نے کہا

قَالَ الَّذِی عِنْدَهُ عِلْمٌ مِنْ الْکِتَابِ نَا آتِیکَ بِهِ قَبْلَ أَنْ یَرْتَدَّ إِلَیْکَ طَرْفُکَ فَلَمَّا رَآهُ مُسْتَقِرًّا(۴۰))

تمہارے چشم زدن سے پہلے میں لاسکتا ہوں ۔حضرت صادق آل محمد علیہم السلام نے فرمایا: آصف نے انگلی سے اشارہ کیا اور تخت کو حاضر کیا۔ اور اس سے زیادہ کام انجام نہیں دیا۔(۱)

علامہ کامل قطب الدین راوندی اپنی شہرہ آفاق کتاب الخرائج میں فرماتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام اور تخت بلقیس کا فاصلہ پانچ سو فرسخ تھا۔ انہوں نے ایک ہی اشارے سے زمین کو گھمایا اور تخت کو حاضر کیا اس کے بعد زمین پھر اپنی اصلی

---

(۱) اس روایت کو شیخ مفید نے زرارہ سے نقل کیا ہے بحار الانوار کمپانی ج ۵ ص ۳۵۸ طبع جدید ج ۱۴ ص ۱۱۵ زرارہ نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا کہ سلیمان علیہ السلام کے وزیر نے انگلی سے اشارہ کیا اور تخت بلقیس آگیا۔ آپ علیہ السلام سے حمران نے کہا کہ یہ کس طرح ہوسکتا ہے۔ آپ نے فرمایا جب میرے بابا زمین کو گھمانے کا ارادہ کرتے تو وہ ان کے اشارہ پر گھومتی تھی۔

حالت میں تبدیل ہوگئی۔

یہ قدرت وتوانائی محض اس لیے تھی کہ وہ کتاب کے تھوڑے سے عالم تھے۔اوران کے پاس اسمِ اعظم میں سے ایک حرف تھا۔اورہم فصل پنجم میں بیان کریں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔شیخ مفیدؒ نے سلمان فارسی سے انہوں نے مولائے کائنات حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام سے روایت نقل کی ہے کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا:

اے سلمان محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم افضل ہیں یا سلیمان علیہ السلام......؟!

سلمان نے عرض کیا: حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم افضل ہیں

آپ علیہ السلام نے فرمایا اے سلمان......!

آصف حضرت سلیمان علیہ السلام کا وزیر چشم زدن کی دیر میں ملک سبا سے تخت بلقیس منگوا سکتا ہے ...درحالانکہ اس کے پاس کتاب کا تھوڑا سا علم تھا اور میں ہزار کتاب کا عالم ہوں کیا میں اس کے مقابلے میں کئی گنا زیادہ اور اہم کام انجام نہیں دے سکتا......؟! فرمایا ضرور انجام دے سکتا ہوں ...!!(۱)۔

پس قدرت وسلطنت امیر المومنین علیہ السلام اور آپ علیہ السلام کے گیارہ فرزندان پاک اپنے بابا کی وراثت میں ہزار کتاب کے عالم ہیں۔اور یہ دو ہستیاں اسم اعظم کے بہتر حروف کے عالم ہیں۔آپ حضرات معصومین علیہ السلام کا اقتدار تمام انبیاء ومرسلین سے کہیں زیادہ ہے۔پس یہ حضرات پرودگار کے اذن سے مردے زندہ کرسکتے ہیں اور اندھوں کو شفا دے سکتے ہیں۔جس خطہ ارض کی چیز منگوانا چاہیں منگوا سکتے ہیں۔جیسا

کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے کوفہ کی مسجد میں بیٹھ کر دست مبارک دراز کیا اور کوہ شام سے برف لے لی۔ چنانچہ آپ علیہ السلام کے فیصلوں میں یہ بات ثابت ہے۔ اور جہاں جانا چاہیں چشمِ زدن میں جا سکتے ہیں۔ چاہیں تو کسی اور کو بھی ساتھ لے جا سکتے ہیں..........!!

شیخ مفید نے کتاب اختصاص میں ابان بن عثمان سے اور انہوں نے حضرت صادق آل محمد علیہ السلام سے روایت نقل کی ہے کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا:

اے ابان! لوگ کس طرح حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے کلام کا انکار کرتے ہیں.....

آپ علیہ السلام نے فرمایا اگر میں چاہوں تو پاؤں کی ٹھوکر مار کر معاویہ کو شام میں تخت سے گرادوں۔

اور لوگ سلیمان بن داؤد علیہ السلام کے وزیر آصف کے کلام کو نہیں جھٹلاتے کہ

(۱) بحار الانوار کمپانی ج ۵ ص ۳۶۰۔ ج ۷ ص ۳۶۴ عقل اور وجدان سے ہے اور یہ سند کی محتاج نہیں ہیں۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک گھر جو کہ بہت بڑا گھر تھا اس میں امیر المومنین علیہ السلام تشریف فرما ہیں۔ آپ علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا وہ برتن اور دوسری چیز جو کہ گھر کے دوسرے کونے میں تھی اُٹھا کر لانے کا حکم دیا۔ اس برتن اور آپ ؑ کے درمیان دس میٹر کا فاصلہ تھا۔ میں اُٹھا اور اُٹھتے ہی دل میں خیال کیا کہ یہ بندہ نوازی ہے ورنہ آپ علیہ السلام تو کوفہ میں بیٹھ کر معاویہ کی ڈاڑھی کے بال نوچ سکتے اور اس کے سینہ پر لات مار سکتے ہیں۔ میں نے دیکھا تو آپ علیہ السلام نے ہاتھ بڑھا کر وہ برتن اُٹھا لیا۔ میں نے آپ علیہ السلام کی قدرت کاملہ کا یہ نمونہ اپنی آنکھوں سے دیکھا۔

انہوں نے کہا تھا کہ میں چشمِ زدن میں تخت بلقیس ملک سبا سے منگوا سکتا ہوں۔ کیا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تمام انبیاء سے افضل نہیں ہیں.....؟ کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وصی تمام انبیاء کے اوصیاء سے افضل نہیں ہیں.....؟ لوگ حضرت امیر المومنین علیہ السلام کو سلیمان علیہ السلام کے وزیر کی طرح کیوں نہیں مانتے۔ خداوند ہمارے اور ہمارے حق کا انکار کرنے والوں کے درمیان حکم فرما۔

شیعان حیدر کرار: کی ایک جماعت حضرت صادق آلِ محمد علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھی۔ ان میں سدیر صیرفی، ابوبصیر اور دوسرے لوگ تھے۔ آپؑ نے اپنی گفتگو کا مرکز سدیر کو بنایا اور فرمایا تو نے قرآن پڑھا ہے؟

(قَالَ الَّذِی عِنْدَهُ عِلْمٌ مِنَ الْكِتَابِأَنَا آتِيكَ بِهِ قَبْلَ أَنْ يَرْتَدَّ إِلَيْكَ طَرْفُكَ فَلَمَّا رَآهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهُ قَالَ هَذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّي لِيَبْلُوَنِي أَأَشْكُرُ أَمْ أَكْفُرُ وَمَنْ شَكَرَ فَإِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهِ وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ رَبِّي غَنِيٌّ كَرِيمٌ (۴۰)

ترجمہ: ”جس کے پاس کتاب کا کچھ علم تھا اس نے کہا تمہارے چشم زدن میں تختِ بلقیس حاضر کر سکتا ہوں پس جناب سلیمان نے اپنے پاس تخت کو دیکھا! پس کہا یہ میرے رب کا فضل ہے تا کہ وہ مجھے آزمائے کہ میں شکر کرتا ہوں یا اس کی ناشکری ،پس جو شکر کرتا ہے وہ اپنی بھلائی کے لیے اور جو شخص ناشکری کرے پس بیشک میرا رب بے پرواہ اور سخی ہے “

سدیر نے عرض کیا: جی ہاں پڑھا ہے......

آپ علیہ السلام نے فرمایا: جانتے ہو وہ کتاب کا کتنا علم تھا؟

سدیر نے کہا: آپ علیہ السلام فرمائیں۔

آپ علیہ السلام نے فرمایا: دریائے اخضر کے مقابلے میں ایک قطرہ۔ سدیر نے عرض کیا: اتنا کم ......؟!

آپ علیہ السلام نے فرمایا اے! سدیر اس کا علم کتنا زیادہ ہے کہ جسے خداوند عالم جل جلالہ علم وکمال کی نسبت دی ہے۔ اے سدیر تو نے یہ آیت پڑھی

وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَسْتَ مُرْسَلًا قُلْ كَفَى بِاللهِ شَهِيدًا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ وَمَنْ عِنْدَهُ عِلْمُ الْكِتَابِ (۴۳ رعد)

میرے لیئے ایک خدا گواہ ہے اور ایک وہ جس کے پاس کل کتاب کا علم ہے۔

میں نے عرض کیا کہ میں نے پڑھی ہے۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا اے سدیر وہ زیادہ عالم ہے جو پوری کتاب کا عالم ہے یا وہ جو کتاب کے بعض حصے کا عالم ہے؟

سدیر نے عرض کیا: وہ عالم تر ہے جو پوری کتاب کا عالم ہے۔

پس آپؑ نے اپنے سینہ اقدس کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا خدا کی قسم علمِ کتاب ہمارے پاس ہے۔ پھر فرمایا علم کتاب "خدا کی قسم" ہمارے پاس ہے۔(۱)

حضرت صادق علیہ السلام نے فرمایا (الذی عنده علم الكتاب)

جس کے پاس علمِ کتاب ہے وہ امیر المومنین علیہ السلام ہیں۔

راوی نے عرض کیا: وہ کہ جس کے پاس کتاب کا تھوڑا سا علم ہے (آصف بن برخیا) عالم ہے یا امیر المومنین علیہ السلام۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: آصف کا علم حضرت علی علیہ السلام کے مقابلے میں ایسے ہے جیسے ایک مچھر سمندر کے پانی سے اپنا پر تر کر لے۔(۲)

ضروری ہے کہ برادران ایمانی متوجہ ہوں کہ آصف وصی سلیمان علیہ السلام کہ جس کے پاس کتاب کا تھوڑا سا علم ہے۔ اس کے پاس تو اتنی قدرت ہے کہ وہ تخت بلقیس ملک سبا سے منگوا سکتا ہے اور جس کے پاس بحر علم ہے اس کے پاس کتنی قدرت ہو گی..........؟ جی ہاں یہ ہے ملک عظیم جو آلِ محمد علیہ السلام کو عطا ہوا ہے......!!

اگر یہ چاہیں تو پوری کائنات میں تصرف کر سکتے ہیں۔ اگر چاہیں تو چیزوں میں سے تاثیر ختم کر سکتے ہیں۔ خدا نے ہر شئے پر ان کی اطاعت واجب قرار دی ہے۔ ملک سلیمان جو عظیم بھی نہیں ہے اور اس کی حکومت تو انسان، جن، شیاطین اور ہوا پر ہے۔ خداوند عالم نے کائناتِ عالم کی ہر شئے کو ان کی رعیت قرار دیا ہے۔ اور ہر شئے پر ان کے حکم کو ماننا لازمی قرار دیا ہے۔

صاحب ملک: عظیم کی حکومت کی وسعت سلیمان علیہ السلام کی حکومت سے ہزاروں گنا وسیع تر ہے۔ جو حکومت اور سلطنت خدا اپنے خلیفہ کو عطا کرتا ہے تو اسے رعیت پر طاقتور و توانا بھی بناتا ہے۔ اور وہ حکمران الٰہی رعیت کے قول و فعل سے بھی بے خبر نہیں ہوتا ہے۔ اور وہ اپنے اقتدار میں جو تصرف کرنا چاہے کر سکتا ہے۔

(۱)اصول کافی باب علم غیب اور کتاب بصائر الدرجات

(۲)اس روایت کو محدث جلیل القدر نے تفسیر قمی میں سورہ رعد کی تفسیر میں بیان کیا ہے۔

شرح نہج البلاغہ خوئی ج ۲ ص ۳۱۱، بحار الانوار جدید ۲۵ ص ۳۸۵ ابو بصیر سے نقل کی گئی ہے کہ میں حضرت صادق آلِ محمدؐ کی خدمت میں حاضر تھا کہ مفضل تشریف لائے اور انہوں نے عرض کیا: امام کے حکم کا آخری درجہ کیا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: پہلا آسمان دوسرے آسمان کی نسبت ایک ذرہ کی مانند ہے اور دوسرا آسمان تیسرے آسمان کی نسبت ایک ذرہ ہے اسی طرح تیسرا آسمان

چوتھے آسمان کی نسبت ایک ذرہ ہے اور چوتھا آسمان پانچویں آسمان کی نسبت ایک ذرہ ہے اور پانچواں آسمان چھٹے آسمان کی نسبت ایک ذرہ ہے اور چھٹا آسمان ساتویں آسمان کی نسبت ایک ذرہ ہے۔ یہ تمام علم امام کی نسبت اسی طرح ہے جس طرح ایک مُد (تقریباً سات سو گرام) سرسوں کہ اسے اچھی کوٹنے کے بعد دریا میں ڈال دیا جائے اور اس سے جھاگ نکلے اور اس جھاگ سے انگلی تر کی جائے۔ یعنی تمام مخلوقات کا علم امام کے علم کے مقابلے میں اسی جھاگ کی مانند ہے۔

فصلِ دوم

وہ کتابیں جو آسمان سے نازل ہوئیں اور تمام علوم و کمالات اور آثار و آیات انبیاء و مرسلین یعنی صحفِ آدم علیہ السلام و ادریس علیہ السلام و ابراھیم علیہ السلام، تورات موسیٰ علیہ السلام، انجیلِ عیسیٰ علیہ السلام، زبورِ داؤد علیہ السلام، عصائے موسیٰ علیہ السلام جو کہ بہشت سے حضرت آدم لائے تھے۔ اور وہ حضرت آدم علیہ السلام سے جنابِ شیث علیہ السلام کو جنابِ شیث علیہ السلام سے حضرت شعیب علیہ السلام کو اور جنابِ شعیب علیہ السلام سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ملا اور وہ اس کو پتھر پر مار کر بارہ چشمے نکالتے تھے۔ وہ پتھر اور تابوت بنی اسرائیل، قمیص یوسف جو کہ بہشت سے حضرت ابراھیم علیہ السلام کے لیے آیا تھا۔ وہ حضرت ابراھیم علیہ السلام سے اسحٰق کو

اور حضرت اسحٰق علیہ السلام سے حضرت یعقوب علیہ السلام کو ملا اور حضرت یعقوب علیہ السلام سے حضرت یوسف علیہ السلام کو ملا۔ وہ دوبارہ حضرت یوسف علیہ السلام نے حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس بھیجا تو وہ بینا ہو گئے۔

زرہ داوٗد علیہ السلام انگوٹھی سلیمان علیہ السلام اور اس کے علاوہ ہر وہ چیز جس نبی کو عطا ہوئی وہ تمام اشیاء ہمارے نبی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا ہوئیں۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوصیاء علیہم السلام کو اذن خدا سے وراثت کے طور پر ملی ہیں۔

اصول کافی: باب وراثِ علم پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس موضوع میں سات معتبر روایات وارد ہوئی ہیں۔ ان میں ایک روایت یہ ہے جو ابوبصیر نے صادق آل محمد علیہ السلام سے نقل کی ہے کہ خداوند عالم جل جلالہ نے کسی نبی کو کوئی چیز عطا نہیں کی مگر وہ چیز محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا کی ہے۔ انبیاء کی ہر شئے ہمیں عطا ہوئی ہے۔ حتیٰ کہ انبیاء علیہم السلام کی کتابیں بھی ہمیں ملی ہیں۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے کہ صحفِ ابراہیم علیہ السلام وموسیٰ علیہ السلام، ابوبصیر نے عرض کیا میں آپ علیہ السلام پر فدا ہو جاؤں وہ الواح ہیں۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: ہاں (یعنی الواحِ موسیٰ علیہ السلام جو کہ کتابِ تورات ہے)

سند صحیح کے ساتھ عبداللہ بن سنان نے امام صادق علیہ السلام سے روایت نقل کی ہے کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا: حضرت داوٗد علیہ السلام کی زبور اور دوسری آسمانی کتابیں جو کہ نازل ہوئی ہیں وہ ہمارے پاس ہیں۔

اصول کافی میں ہے کہ عبدالحمید نے حضرت موسیٰ ابن جعفر علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا آیا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام انبیاء علیہ السلام کے وارث ہیں......؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا جی ہاں! خدا نے جس پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی مبعوث کیا ہے ان میں سب سے زیادہ عالم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔خدا نے قرآن میں فرمایا:

وَلَوْ أَنَّ قُرْآنًا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ أَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْأَرْضُ أَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتَى سورہ رعد:۳۱

اس قرآن کے ذریعے پہاڑ حرکت کر سکتے ہیں زمین قطع ہو سکتی ہے اور مردوں سے کلام کیا جا سکتا ہے اور انہیں زندہ کیا جا سکتا ہے۔

آپ علیہ السلام نے اس آیت کریمہ سے بھی استدلال کیا

وَمَا مِنْ غَائِبَةٍ فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ

(۷۵:النمل)

''کوئی بھی بات زمین وآسمان میں پوشیدہ نہیں ہے مگر یہ کہ وہ کتاب مبین میں ہے۔

آپ علیہ السلام نے ایک اور آیت تلاوت فرمائی

ثُمَّ أَوْرَثْنَا الْكِتَابَ الَّذِينَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا سورہ فاطر: آیت ۳۲

ہم وہ ہیں جنہیں خدا نے چنا ہے اور ہمیں کتاب کا وارث بنایا جس میں ہر

شی ءکا ذکر موجود ہے(۱)

اصول کافی: (باب ساری کتابیں آسمان سے نازل ہوئی ہیں) میں دو روایات نقل ہوئی ہیں کہ تمام آسمانی کتابوں کا علم آئمہ ھدیٰ علیہ السلام کے پاس ہے......

اور اسی کتاب میں (باب معجزات پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آئمہ ھدیٰ علیہ السلام کے پاس موجود ہیں) پانچ روایتیں اس موضوع کے اثبات میں وارد ہوئی ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرات آئمہ ھدیٰ علیہم السلام تمام علوم وکمالات اور فضائل ومعجزات انبیاء کے وارث ہیں۔زیارت میں وارد ہوا ہے کہ وہ آدم علیہ السلام نوح علیہ السلام ابراھیم علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام ،عیسیٰ علیہ السلام ،اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وارث ہیں (۲)

(۱) بصائر الدرجات ج ۱ ص ۱۴۷ اور تفسیر البرھان اور تفسیر نور الثقلین میں بھی ہے۔بحار الانوار کمپانی ج ۷ ص ۲۹۰ بحار الانوار جدید ۲۶ ص ۶۵ اس روایت کو علماء اہل سنت نے بھی نقل کیا ہے ملحقات احقاق الحق ج ۷ ص ۵۹۲ ایک روایت کتاب ینابیع المودۃ سے نقل کی گئی ہے۔کہ حضرت علی علیہ السلام سے سوال کیا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مردہ کو زندہ کر لیتے تھے اور حضرت سلیمان بن داود علیہ السلام پرندوں کی زبان سمجھتے تھے کیا آپ علیہ السلام کے لیے یہ فضیلت ہے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا سلیمان علیہ السلام ہدہد پر غضبناک ہوئے اور وہ سلیمان علیہ السلام کو پانی کے بارے میں بتاتا تھا۔اور سلیمان علیہ السلام پانی والی جگہ نہیں جانتے تھے۔اور جن انسان شیاطین آپ کے تابع تھے۔ اور ہمارے فضل وکمال کے بارے مین خدا نے قرآن مجید میں فرمایا ہے (وَلَوْ أَنَّ قُرْآنًا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ أَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْأَرْضُ أَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتَى سورہ رعد:۳۱) ہم ہی ہیں وارث علوم قرآن جس کے ذریعے پہاڑوں کو چلایا جاسکتا ہے زمین کی مسافت طے کی جاسکتی ہے اور اس سے مردے زندہ کیے جاسکتے ہیں۔ہم زمین کے اندر پانی والی جگہ کو بھی جانتے ہیں۔قرآن مجید میں ہر شی کا علم ہے اور وہ علم ہمیں وراثت میں ملا ہے۔

پس علم حضرت خضر علیہ السلام کہ قرآن کی صریح نص سے ثابت ہے کہ وہ بھی آئمہ ھدیٰ علیہ السلام کے پاس ہے اور اس سے کہیں زیادہ بھی۔

اسی طرح وہ علم جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس تھا اس کے ذریعے غیب کی خبر دیتے تھے وہ بھی پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آئمہ علیہ السلام کے پاس ہے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے بیٹے یوسف علیہ السلام کیلئے غیب گوئی فرماتے تھے

جب یوسف علیہ السلام نے خواب دیکھا تو اپنے والد بزرگوار کی خدمت میں بیان کیا تو آپ علیہ السلام نے اس کے مستقبل کے بارے میں خبر دی تھی۔ کہ خدا تجھے منتخب کرے گا اور علم تعبیر خواب کو تجھے عطاء کرے گا خدا کی نعمت تمھارے اوپر اور آل یعقوب علیہ السلام پر تمام ہوگی...!

جب: حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں نے کہا کہ یوسف علیہ السلام کو بھیڑیا کھا گیا ہے ... کچھ مدت کے بعد جب وہ بنیامین کو ساتھ لے گئے اور اسے واپس نہ لائے اور

---

(۲) اس پر بہت زیادہ روایات وارد ہوئی ہیں کہ آئمہ ھدیٰ تمام پیغمبروں کے علوم وکمالات کے وارث ہیں بصائر الدرجات ج ۳ باب اول چودہ روایات باب ۳ چار روایتیں باب ۱۰ پندرہ روایات باب ۱۱ میں سات روایات ج ۴ باب ۱ میں چوبیس روایت باب ۴ میں اٹھاون (۵۸) روایات ج ۷ باب ۱۳ تین روایات۔ بحار الانوار کمپانی ج ۶ ص ۲۲۵_ ۲۳۲ بحار الانوار جدید ج ۱۷ ص ۱۳۰_ ۱۵۵ باب علم پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ بحار الانوار ج ۷ ص ۲۷۸، ۳۱۴، ۳۱۹۔

حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا

يَابَنِيَّ اذْهَبُوا فَتَحَسَّسُوا مِنْ يُوسُفَ وَأَخِيهِ وَلَاتَيْئَسُوا مِنْ رَوْحِ اللهِ إِنَّهُ لَايَيْئَسُ مِنْ رَوْحِ اللهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْكَافِرُونَ (۸۷)

اے میرے بیٹو! مصر جا کر یوسف علیہ السلام اور اس کے بھائی کی تلاش کرو۔ جو کچھ خدا کی طرف سے میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے۔.....

یوسف علیہ السلام: بھی غیبت کی خبر دیتے تھے انہوں نے اپنے بھائیوں سے کہا میری قمیض لے جاؤ اور میرے بابا کی آنکھوں پر لگانا تو وہ بینا ہو جائیں گے اور وہ بینا ہو گئے ....!!

جب حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹے مصر سے روانہ ہوئے تو آپ علیہ السلام نے فرمایا مجھے یوسف علیہ السلام کی خوشبو آ رہی ہے (سورہ یوسف)

اب: ہم کہتے ہیں کیا بدن مقدس پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آئمہ ھدیٰ علیہ السلام یوسف علیہ السلام کے قمیص کے برابر ہی نہیں ہیں کہ وہ اپنا دست مبارک کسی نابینا کی آنکھ پر مل کر اسے بینا کر دیں.....؟!

یا وہ یعقوب علیہ السلام و یوسف علیہ السلام کے برابر بھی غیب نہیں جانتے.....؟!!

کیا: حضرت زہراء علیہا السلام سے کمتر ہیں کہ جنہوں نے زکریا علیہ السلام نبی کو تعجب میں ڈال دیا تھا

کیا: امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کم تر ہیں کہ اس نے اپنے پیدائش کے وقت اپنی ماں کی آنکھوں کو روشنی دی اور کھجور کے خشک درخت سے تازہ کھجور گریں جنہیں حضرت مریم نے کھایا۔ اور انہوں نے اپنی ماں کی عصمت کی گواہی دیتے ہوئے فرمایا۔

قَالَ إِنِّی عَبْدُ اللهِ آتَانِیَ الْكِتَاب وَ جَعَلَنِی نَبِیًّا (۳۰:مریم)

میں اللہ کا بندہ ہوں اور مجھے کتاب ملی ہے اور میں اللہ کا نبی ہوں۔

کیا امیر المومنین علیہ السلام جناب عیسیٰ علیہ السلام سے افضل نہیں ہیں..... ؟ ولادت کے وقت امیر المومنین علیہ السلام کی قرآن مجید کی تلاوت اور آپ علیہ السلام کی کعبہ میں آمد اور معجزات میں شک نہیں کرنا چاہیے...... !!

فصل سوم

خدا کیلئے دو علم ہیں ۔ایک خداوند عالم کے ساتھ مختص ہے اور خلائق میں کسی بھی مخلوق کے کسی فرد کو وہ علم عطا نہیں ہوا۔

دوسری قسم اس علم کی ہے جو مخلوقات، ملائکہ، انبیاء و مرسلین کو عطا کیا گیا ہے۔ اور وہ علم جس سے مخلوق کو بھی عطا ہوا ہے اس سب کو آئمہ ھدیٰ علیہ السلام جانتے ہیں......

اصول کافی: (باب بداء) ابو بصیر نے حضرت صادق آل محمد علیہم السلام سے روایت نقل کی ہے کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا: خدا کیلئے دو علم ہیں ایک مکنون و مخزوں کہ جسے سوائے خدا کے اور کوئی بھی نہیں جانتا۔

دوسرا وہ علم ہے جسے ملائکہ، انبیاء و مرسلین جانتے ہیں اور انہیں خدا نے عطاء

کیا ہے۔ان تمام علوم کو ہم جانتے ہیں۔اسی روایت کو ابو بصیر نے سند صحیح کے ساتھ امام باقر علیہ السلام سے نقل کیا ہے(۱)

جو روایات فصل اول ،دوم اور سوم میں ذکر ہوئی ہیں وہ تقریبا دو سو ۲۰۰۔روایات ہیں۔ان سے پتہ چلتا ہے کہ تمام علوم وفضائل اور کمالات جو کہ ملائکہ مقربین اور انبیاء مرسلین اور ان کے اوصیاء کو خداوند عالم کی طرف سے عطاء ہوئے ہیں ان سب کو ہمارے بارہ اماممؑ بخوبی جانتے ہیں۔کوئی ایسا علم اور کمال نہیں ہے کہ جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارہ اوصیًا کو عطاء کیا گیا ہو۔مخلوقات عالم کا علم،آل محمد علیہم السلام کے علم کے مقابلہ ایسے ہے جیسے سمندر کے مقابلہ میں ایک قطرہ ہو جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے(۲)

یہ علوم جو کہ خدائی علوم ہیں عین قدرت ہے جیسا کہ آصف وصی سلیمان علیہ السلام جس کا علم قطرہ کی مانند ہے قدرت اتنی ہے کہ چشم زدن میں تخت بلقیس ملک سبا سے منگوالیا ۔اس کی قدرت طاقت اور اقتدار وسلطنت کتنی ہو گی جس کے پاس اس علم کا بحر محیط اعظم ہو.....؟!!

(1) یہ پانچوں روایات اصول کافی میں امام ان تمام علوم کا عالم ہے جو ملائکہ اور انبیاء ومرسلین کو عطاء ہوئے ہیں ۔بصائر الدرجات جز دوم باب ۲۱ بحاالانوار میں بھی یہ روایت نقل ہوتی ہیں۔
کتاب مقام قرآن آن وعترت ص ۴۰

(2) کتاب ابواب رحمت ص ۲۹ کتاب مقام قرآن وعترت ص ۲۷

یہ ہے ملک عظیم اللہ نے آل ابراہیم علیہ السلام کو عطا کیا ہے۔اوران کا اختیار کلی کائنات عالم کی ہر مخلوق پر ہے۔ یہ عطائے خداوندی ہے کہ ان کا ہر فرمان تمام مخلوقات کیلئے لازم الاجراء ہے......!!

فصل چہارم

خداوند عالم نے جو ملک عظیم آل محمد علیہم السلام کو عطاء کیا ہے اس کا نتیجہ یہ ہے کہ آپ علیہ السلام حضرات معصومین کائنات عالم کی ہر شیء کے حکمران ہیں اور خداوند متعال نے تمام مخلوقات کو حکم دیا ہے کہ وہ ان حضرات کی تابع فرمان ہوں۔ یہ معنی حق ہے اور توحید کے کسی بھی درجہ کے ساتھ منافات نہیں رکھتا ہے کیوں کہ ان حضرات کی بقاء حیّ وقیوم کے ارادہ ہی سے ہے۔ جو علوم کمالات ان ہستیوں کے پاس ہیں وہ عطاء پروردگار ہے تمام کمالات خداوند عالم کی طرف سے ہیں جیسا کہ قرآن پاک میں حکم ہے کہ

وَمَا بِكُمْ مِنْ نِعْمَةٍ فَمِنَ اللهِ ثُمَّ إِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فَإِلَيْهِ

تَجْأَرُونَ (۵۳) ہر نعمت اللہ کی طرف سے ہے

وَلَوْلاَ إِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ قُلْتَ مَا شَاءَ اللهُ لاَ قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ إِنْ

تُرَنِي أَنَا أَقَلَّ مِنكَ مَالًا وَوَلَدًا (۳۹ :الکھف)(۱)

مثلاً اگر سلطان مملکت، ایک شخص اہلیت ولیاقت کے پیش نظر اسکی تربیت کرے پھر اسے ایک یا دوصوبوں میں اختیار دیدے آیا اس شخص کے اختیار سلطان مملکت کے اختیار کے سے منافی ہے..... ؟! نہیں .....! ہرگز نہیں..... !

اب ہم وہ احادیث نقل کرتے ہیں جو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آئمہ ھدیٰ علیہم السلام کی ولایت وسلطنت پر دلیل وحجت ہیں کہ یہ حضرات کائنات کی ہر شیء پر اختیار کلی رکھتے ہیں۔امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: کہ کفار نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کی! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چاند کے دوٹکڑے کریں۔جبریل نے نازل ہوکر عرض کیا۔

یا رسول الله انّ الله یقرئک السلام و یقول ک انی قد امرت کل

---

(۱) علماء اعلام کے اس ضمن میں درج ذیل بیانات ہیں

علامہ محقق فقہ کامل جناب محمد باقر سبزواری کتاب ذخیرہ وکفایہ (دوفقہ) مناجات نامہ میں کہتے ہیں: الٰہی سید الانبیاء وسرور اصفیاو شفیع روز جزاء، محرم حریم کبریا۔سلطان مملکت، وجود فرمان روائی عوالم غیب و شہود، پناہ بیچارگان وعذر گناہ کاران، حاکم روز جزاء ومخصوص بشفاعت کبریٰ مسند نشین لسوف یعطیک ربک فترضیٰ محمد مصطفیٰؐ شہاب الاخبار ص۹۹ میں چند دیگر علماء نے کلمات بیان کیے ہیں جو انشاء اللہ خاتمہ میں نقل کی جائیں گی

شیء بطاعتک .

اے رسول خدا ! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پروردگار نے سلام بھیجے ہیں اور فرمایا ہے کہ کائنات کی ہر شیء کو میں نے تیری اطاعت کا حکم دیا ہے......

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کفار کی بات کو قبول کیا اور نگاہ رحمت چاند کی طرف اٹھائی اور اسے حکم دیا کہ دو ٹکڑے ہو جاؤ۔ انہوں نے دیکھا تو اچانک چاند دو ٹکڑے ہو گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سجدہ شکر ادا کیا........ (۱)

یہ روایت شریفہ مراد امام علیہ السلام کو کلی طور پر واضح کرتی ہے کہ دوسری روایت میں آپ ؑ نے فرمایا ملک عظیم ''وجوب اطاعت ہے اور یہ روایت مطلق ہے اور انشاء اللہ اسکی شرح اور موارد بیان کریں گے۔

فی دعا مولانا السجاد کما فی الصحیفۃالسجادیۃ : الحمد للہ الذی اختیار لنا محاسن الخلق الی ان قال و جعل لنا الفضیلۃ بالملائکۃ علی جمیع الخلق کل خلیفۃ منقادۃ لنا بقدرتہ و صائر ہ الی طاعتنا بعزتہ الخ (۲)

فرمایا حمد ہے اس کی جس نے ہمارے لیے خوبیاں اختیار کیں۔ اور ہمیں

(۱) تفسیر شریف قمی در تفسیر سورہ قمر۔ بحار الانوار کمپانی ج ۶ ص ۲۸۱ بحار الانوار جدید ج ۱۷ ص ۳۵۲ تفسیر البرھان اور تفسیر نور الثقلین میں بھی مذکور ہے۔

(۲) کتاب الخرائج والجرائح۔ بحار الانوار کمپانی ج ۹ ص ۵۵۷ ج ۴۱ ص ۲۰۳ ۔

صاحب فضیلت قرار دیا تمام مخلوقات پر۔ ہر مخلوق کو حکم دیا کہ وہ ہماری اطاعت کرے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا! یا علی علیہ السلام: خداوند عالم نے آپ کو کئی فضیلتوں سے نوازا ہے۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ درد اور مرض کو تیرا مطیع قرار دیا ہے۔ پس کوئی بھی ایسی شیء نہیں ہے کہ جسے آپ علیہ السلام حکم دیں اور وہ آپ علیہ السلام کا حکم ٹال دے۔ یہ اس وقت کہا گیا جب آپ علیہ السلام ایک مریض پر وارد ہوئے اور بخار کو نکل جانے کا حکم دیا۔ تو اچانک وہ مریض ٹھیک ہو گیا۔

مدینۃ المعاجز ص ۲۰٤ میں سید ہاشم بحرانی نے محمد بن جریر طبری نے کتاب الامامۃ سے نقل کیا ہے کہ کثیر بن سلمہ نے کہا کہ میں نے اپنی آنکھوں سے سرکار حسن ؑ مجتبیٰ کو دیکھا کہ وہ پتھر سے شھد نکال رہے تھے۔ میں نے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت واقعہ بیان کیا: تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کیا تو حضرت حسن علیہ السلام کی فضیلت کا انکار کرتا ہے؟ وہ سردار ہیں اہل زمین و آسمان آپ علیہ السلام کی اطاعت پر مامور ہیں۔

حضرت سید الشھداء علیہ السلام: عبداللہ بن سداد ''جو شیعہ کاملین میں تھا شدید بخار میں مبتلا تھا'' پر وارد ہوئے آپ علیہ السلام کے وارد ہوتے ہی بخار برطرف ہو گیا۔ اور وہ شفاء یاب ہو گئے۔ عبداللہ بن سداد نے عرض کیا! میرے مولا آپ علیہ السلام کے تشریف لاتے

(۱) المملکۃ: بفتح المیم، بسکون الام او ضم المیم الملک والسلطنۃ والقدرۃ انبیاھم ملک عظیما

ہی بخار بر طرف ہو گیا ہے حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا:

(و اللہ ما خلق اللہ شیئاً الّا و قد امرہ الطاعۃ لنا)

خدا کی قسم خدا نے جس چیز کو خلق کیا ہے اسے ہماری اطاعت کا حکم دیا ہے۔(۱)

سید ہاشم بحرانی: صاحب تفسیر البرہان مدینۃ المعاجز ص ۴۱۳ نے حضرت صادق م سے روایت نقل کی ہے کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا:

سبحان الذی سخر لامام کل شیء و جعل لہ قالید السماوات والارض لینوب عن اللہ فی خلقہ الخ

یعنی پاک ہے وہ ذات جس نے تمام چیزیں امام کیلئے مسخر کر دیں ہیں اور مقالید (چابیاں) زمین و آسمان امام کے سپرد کر دیں ہیں۔ کیونکہ امام زمین و آسمان پر مخلوقات کیلئے اللہ کا نائب ہے۔

حضرت امام جواد علیہ السلام نے محمد بن سنان سے فرمایا۔ خداوند عالم بالکل تنہا تھا کوئی شیء بھی اس کے ساتھ نہیں تھی۔ خدا نے خلقت کا ارادہ کیا، محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، علی علیہ السلام، فاطمہ علیہا السلام کو خلق فرمایا۔ یہ حضرات ہزار دھر تک تنہا تھے اور تسبیح و ذکر میں میں

---

(1) مناقب شہر آشوب باب معجزات امام حسین علیہ السلام۔ بحار الانوار علامہ مجلسی ج ۴۴ ص ۱۸۳۔ اور کتاب کشف الغمہ میں بھی حضرت امام صادقؑ سے نقل ہوئی ہے

شیخ حر عاملی نے وسائل الشیعہ، اثبات الھداۃ ۳ ص ۵۹۳

مشغول تھے پھر خدا نے دوسری چیزوں کو خلق فرمایا اور انہیں مخلوق پر گواہ بنایا اور ان حضرات کی اطاعت کو ہر شیء پر لازم قرار دیا۔(۱)

علامہ مجلسی: نے مراۃ العقول میں فرمایا ہے کہ کلام امام (اشھدھم لقھا) یعنی خدا نے ان حضرات کی موجودگی میں اشیاء کو خلق کیا وہ مخلوق اطوار واسرار سے آگاہ ہیں اس لئے وہ امامت کے مستحق ہوئے ہیں۔ کہ وہ علم کے آخری درجہ پر فائز ہیں۔وہ احکام کے عالم ہیں اور مخلوق کا بھی اور غیب کا بھی علم رکھتے ہیں۔ ہمارے تمام آئمہ ھدیٰ علیہ السلام ان صفات سے متصف ہیں۔ اگر کوئی شخص کہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بات اس آیت مجیدہ کے منافی ہے۔

مَا أَشْهَدْتُهُمْ خَلْقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَلَاخَلْقَ أَنفُسِهِمْ وَمَا كُنتُ مُتَّخِذَ الْمُضِلِّينَ عَضُدًا (۵۱: کهف)

''میں نے نہ تو آسمان وزمین کے پیدا کرنے کے وقت ان کو (مدد کے لیے) بلایا تھا ،اور نہ خود انکے پیدا کرنے کے وقت، میں ایسا نہیں تھا کہ میں گمراہ کرنے والوں کو مدد گار بناتا''

ہم جواب دیتے ہیں کہ یہ آیت مجیدہ اس موضوع کے منافی نہیں ہے بلکہ یہ

(۱)۔اصول کافی باب مولد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بحار الانوار میں کئی مقامات پر نقل ہوئی ہے محمد بن سنان ثقہ راوی ہیں جیسا کہ علم رجال میں واضح ہے

ہماری بات کی تائید کرتی ہے کیونکہ ضمیر (ھم)(مَـا أَشْهَـدْتُهُـمْ)شیطان اوراسکی اولاد کی طرف سے راجع ہے جیسا کہ کلام خدااس آیت سے قبل بھی اسی کی طرف راجع ہے یا یہ ضمیر گمراہوں کی طرف پلٹ رہی ہے جیسا کہ آیت کے آخر سے پتہ چلتا ہے یعنی میں شیطان اسکی اولاداور گمراہوں کوآسمان وزمین اوران کی خلقت پر گواہ نہیں بنایا ۔یہ بات اسکی نفی نہیں کرتی کہ خدانے اپنے منتخب نمائندوں کوبھی خلق پر گواہ نہیں بنایا۔ خدانے موضوع نفی شیاطین اسکی اولاد کو گمراہ قرار دیا ہے ۔پس معلوم ہوتا ہے کہ یہ مطلب غیر شیاطین اور گمراہوں میں نہیں ہے۔اس لئے یہ ہماری بات کی تائید وتاکید کرتی ہے۔

شیخ طبرسیؒ:نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ خدانے فرمایا ہے کہ میں نے شیطان اوراسکی اولاد کو گواہ نہیں بنایا آسمان وزمین کی خلقت پر۔اور گمراہ کرنے والوں کوبھی میں نے اپنا مددگار نہیں بنایا ہے۔پس یہ کلام منافات نہیں رکھتا کہ خدانے اچھے افرادوں کو گواہ خلق نہ بنایا ہو۔جیسا کہ دوسری روایات میں ہے۔(۱)

یہاں تک جناب مجلسیؒ نے فرمایا ہے اس ارشاد کے ذیل میں

(**و اجرئ طاعتھم علیھا**)خدانے تمام اشیاء پر ہماری اطاعت لازم قراردی ہے یہاں تک جمادات ، اورآسمانی و زمینی مخلوق کوحکم دیا کہ وہ ہماری اطاعت کریں ۔جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد سے چاند کے دوٹکڑے ہوئے۔درخت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں چل کرآیا۔کنکری نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست مبارک پر تسبیح

پڑھی۔ایسی مثالیں بہت زیادہ ہیں۔(۲) علامہ مجلسی کی بات ختم ہوگئی ہے۔
شیخ مفید نے اختصاص میں، صفار نے بصائر اور ابن شہر آشوب نے مناقب حضرت امام محمد باقر العلوم علیہ السلام سے روایت نقل کی ہے کہ آپ علیہ السلام نے جابر سے فرمایا: خدا نے ہمیں ہر شیء پر حاکم بنایا ہے الخ۔ شیخ حر عاملی نے اپنی کتاب اثبات الھداۃ ج٦ ص٤٥٠ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت نقل کی ہے آپ علیہ السلام نے حضرت امام زمانہ علیہ السلام کے اصحاب کے بارے میں فرمایا:

(ولیس من شیء الّا وھو مطیع لھم)

کوئی بھی چیز نہیں ہوگی مگر وہ ان کی مطیع اور تابعدار ہوگی۔ یہاں تک کہ جنگلی جانور۔
جس امام کے اصحاب اتنے کمالات پر فائز ہوں وہ امام کیا ہوگا......؟!!

(۱) حضرت امیر المومنین علیہ السلام حضرت باقر علیہ السلام حضرت صادق علیہ السلام سے روایت نقل ہوئی ہے کہ (نحن شھداء اللہ علی خلقہ و حجج فی ارض) ہم زمین پر اللہ کے گواہ ہیں اور اسکی حجت ہیں بحار الانوار ج ۷ ص۶۹_۳۷، ص۸، ۴۰، ۱۲۳۔ ج۶ ص۷۸۰، مستدرک سفینۃ البحار لغت (شھد)۔ اصول کافی باب آئمہ شھداللہ علی خلقہ بصائر درجات ج۲ باب۱۳

(۲) بحار الانوار کمپانی ج۶ ص۲۸۱ بحار جدید۱۷ ص۳۴۷_۳۶۲، بحار الانوار کمپانی ج ۹ ص۱۹۶ بحار الانوار کمپانی ج ۶ ص۲۸۴ بحار الانوار جدید۱۷ ص۳۹۰_۳۹۳ بحار الانوار کمپانی ج۶ ص۲۹۱ بحار الانوار جدید ج۱۷ ص۳۹۰_۴۲۱، بحار الانوار کمپانی ج ۷ ص۲۶۵ جلد۹ ص۳۵۵ ، بحار الانوار جدید۲۵ ص۳۵۲۔ ج ۹ ۵۴۷_۵۷۵

حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: تمام چیزیں، آسمان، زمین، سورج،، چاند ،ستارے پہاڑ، درخت، حیوانات دریا، بہشت، دوزخ، ہماری، اطاعت کرتی ہیں ۔یہ حکومت اور اقتدار اس اسم اعظم کی وجہ سے ہے جو خداوند عالم جل جلالہ نے ہمیں عطا فرمایا ہے۔(۱)

مولف کہتا ہے کہ تمام گزشتہ روایات اس روایت کو ثابت کرتی ہیں اور یہ روایت گزشتہ کے لیے تذکر ہے

حضرت اما محمد باقر علیہ السلام نے ابو حمزہ ثمالی سے فرمایا؛ خدا نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی فرمائی: اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے تجھے خلق کیا در حالانکہ کوئی چیز بھی نہیں تھی

(و نفخت فیک من روحی کرامۃمنی اکرمتکبھا حین اوحبت لک الطاعۃ علیٰ خلقی جمیعا)

میں نے آپ میں اپنی روح ڈالی (۲)

اس کرامت سے میں نے آپ کو مکرم کیا۔ کیونکہ میں نے اپنی تمام مخلوقات پر واجب قرار دیا ہے کہ وہ آپؐ کی اطاعت کریں۔ جس نے آپؐ کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی ۔ جس نے تیری مخالفت کی اس نے میری مخالفت کی۔ اور میں نے یہ کرامت علی علیہ السلام اور آپ علیہ السلام کی اولاد کو بھی عطاء کی ہے (۳)

حضرت باقر علیہ السلام نے جناب جابر سے فرمایا خدا نے جسے روح کے ساتھ مختص کیا ہے اسے اپنا امر بھی سپرد کیا ہے وہ اللہ کے حکم سے خلق بھی کرتا ہے اور زندہ بھی کرتا ہے

(۴)

اورتم سے پوشیدہ چیزوں کوبھی جانتا ہے۔اور قیامت تک جو واقعات رونما ہوں گے انہیں بھی جانتا ہے یہ علم وکمالات روح کیوجہ سے ہیں۔ یہ روح امر خدا ہے ۔پس جسے اس روح کی تائید حاصل ہو وہ سب کچھ انجام دے سکتا ہے۔ جابر نے عرض کیا :اے میرے آقا وسردار اس روح کی مجھے قرآن سے تعلیم دیجئے ۔آپؑ نے فرمایا: یہ آیت مجیدہ پڑھیئے۔

وَكَذٰلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ رُوحًا مِنْ أَمْرِنَا مَا كُنْتَ تَدْرِي مَا الْكِتَابُ وَلاَالْإِيمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنَاهُ نُورًا نَهْدِي بِهِ مَنْ نَشَاءُ مِنْ عِبَادِنَا وَإِنَّكَ لَتَهْدِي إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ (۵۲:شوریٰ)

یعنی ہم نے آپ کی طرف وحی کی روح کی جو کہ ہمارے امر میں سے ہے(۵)

بہت زیادہ روایات میں وارد ہوا ہے کہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارہ جانشین اللہ کی طرف سے تمام مخلوقات پر حجت ہیں۔(۶)

صاحب تفسیر البرھان: نے مدینۃ المعاجز ص ۴۷۶ میں حضرت امام رضا علیہ السلام سے روایت نقل کی ہے کہ: دس آدمی آپ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔انہوں نے امامت کے بارے میں گفتگوں کی۔اس گفتگو کو تمام حاضرین نے سنا.....!!جو چیز آپ علیہ السلام کے قدموں کے نیچے تھی گویا ہوئی.....! اور اس نے باآواز بلند کہا:''حضرت رضا علیہ السلام میری اور کائنات کی ہر شیء کے امام ہیں'' !!

جب آپ علیہ السلام مسجد میں تشریف لائے تو مسجد کے درودیوار نے آپ علیہ السلام سے کلام کیا۔۔! اس روایت کو شیخ حر عاملیؒ نے اثبات الھداۃ میں نقل کیا ہے: اور انہوں نے اس آیت شریفہ

جَعَلْنَا لِوَلِيِّهِ سُلْطَانًا فَلَا يُسْرِفْ فِي الْقَتْلِ إِنَّهُ كَانَ مَنصُورًا

(۳۳ : اسراء)

کے بارے میں میں روایت نقل کی ہے کہ سلطان سے مراد اس آیت شریفہ میں آپ علیہ السلام تمام مخلوقات پر حجت خدا ہیں۔

(۱) بحار الانوار کمپانی ج ۷ ص ۲۷۵۔ بحار الانوار جدید ۲۶ ص ۷

(۲) اللہ نے روح رسول کو اپنی طرف نسبت دی ہے۔ جیسا کہ اللہ نے بیت اللہ کو شرافت وطہارت کی وجہ سے اپنا گھر کہا ہے۔ حضرت کے ہاتھ کو کئی مقامات پر اپنا ہاتھ کہا ہے۔ یہ صرف اور صرف عزت وشرافت کی وجہ سے کیا گیا

(۳) یہ روایت اصول کافی باب مولد النبیؐ میں مذکور ہے۔

(۴) حضرت عیسیٰ کے بارے میں قرآن مجید میں ہے وَإِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّينِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ بِإِذْنِي المایدہ ۱۱۰: جب تو مٹی سے پرندے کی شکل بناتا تھا وہ میرے حکم سے پرندہ بن جاتا ہے اور مردوں کو بھی میرے حکم سے تو زندہ کرتا ہے

(۵) بحار الانوار کمپانی ج ۷ ص ۲۷۸۔ بحار الانوار جدید ج ۲۶ ص ۱۶۔

(۶) بحار الانوار کمپانی ج ۷ ص ۳۶۶ ج ۱۴ ص ۷۹۔ ۸۴۔ ج ۷ ص ۳۲۰۔ ۳۴۶ تفسیر البرہان اور نور الثقلین میں بھی ہے

ابن ادریس حلیؒ: نے کتاب السرائر کے آخر میں جامع بزنطی سے، سلیمان بن خالد سے روایت نقل کی ہے کہ:

میں نے حضرت امام صادق علیہ السلام سے سنا کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا۔۔

کہ زمین و آسمان میں کوئی جن وانس ایسا نہیں ہے جس پر ہم حجت نہ ہوں ...خدا نے مخلوقات پر ہماری ولایت کے ذریعے احتجاج کیا بعض لوگوں نے ہماری تصدیق کی اور بعض نے انکار کیا...... حتیٰ کہ زمین و آسمان اور پہاڑوں پر بھی ہماری ولایت کو لازم قرار دیا گیا......(۱)

واضح روایات میں ہے کہ حضرات معصومین علیہم السلام ہر شیء پر اللہ کی حجت ہیں پس ضروری ہے کہ یہ حضرات مخلوقات کے احوال لغات اور ان پر مکمل حق تصرف رکھتے ہوں...... کیونکہ یہ ہستیاں مخلوق پر گواہ اور اللہ کی حجت ہیں.... پس ضروری ہے کہ آئمہ ھدیٰ علیہم السلام مخلوق سے توانا، دانا اور بینا ہوں.....!!

عبداللہ بن بکیرؒ نے حضرت امام صادق علیہ السلام سے سوال کیا:

کیا امام مشرق و مغرب کے درمیان دیکھ سکتا ہے...؟!

آپ علیہ السلام نے فرمایا: کیا یہ ممکن ہے امام مشرق و مغرب کے درمیان اللہ کی حجت تو

(۱) بزنطی: ثقہ ہے اور حضرت امام رضا علیہ السلام کے جلیل القدر اصحاب میں سے ہے۔ اور سلیمان بھی ثقہ اور جلیل القدر ہے

ہو لیکن وہ انہیں دیکھ نہ سکے...!!! یا دیکھنے کی قدرت نہ رکھتا ہو....!! اور یہ بھی ممکن ہے کہ امام مخلوقات پر گواہ ہو اور انہیں دیکھنے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو....!

ابوصلترحؒ: ہروی نے بیان کیا ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام لوگوں کے ساتھ انکی اپنی زبان میں گفتگو کرتے تھے.... خدا کی قسم آپ علیہ السلام تمام لوگوں سے زیادہ عالم اور فصیح تر تھے.... میں نے ایک دن آپ علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا۔ اے فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آپ علیہ السلام کو ہر زبان کا علم دیکھ کر تعجب کرتا ہوں.....!! آپ علیہ السلام نے فرمایا: اے ابوصلت میں کائنات عالم کی ہر شیء پر اللہ کی حجت ہوں... خداوند عالم جل جلالہ اپنی حجت کو اسکی رعایا کی تمام زبانوں کی تعلیم دیتا ہے۔ کیا تیرے پاس میرے بابا حضرت علی علیہ السلام کا فرمان نہیں پہنچا...... کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا: ہمیں فصل الخطاب عطاء ہوئی ہے.....!! فصل خطاب یہی علم لغات ہی تو ہے.....!!(۱)

ابوعبیدہؒ حذا نے حضرت امام باقر علیہ السلام سے نقل کیا کہ یہ آیت:

وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ سورہ اعراف : ۱۵۶

میری رحمت ہر شیء پر وسیع ہے۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: رحمت سے مراد علم امام ہے جو ہر شیء کو شامل ہے..... کیونکہ علم امام علم خدا سے ہے ہر شیء پر محیط ہے .....(۲)

امام جعفر صادق علیہ السلام کا فرمان ہے کہ دنیا امام کے سامنے نصف دائرہ کی مانند ہے اور کوئی بھی دنیاوی شیء امام سے پوشیدہ نہیں ہے دنیا کے مختلف ملکوں سے جو چیز اٹھانا

چاہے اٹھا سکتا ہے......!!

ابن شہر آشوب: نے میں فصل (اخبار غیبی امام صادقؑ) روایت نقل کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: کل دنیا ہمارے نزدیک کھانے کے برتن کی مانند ہے۔ جو کہ آدمی کے سامنے پیش کیا جاتا ہے..... اگر ایسا نہ ہوتو ہم امام نہیں ہونگے بلکہ وہ دوسرے لوگوں کی طرح ہو جائیں گے........ اس روایت کو دوسرے علماء نے بھی نقل کیا ہے.... اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ مقام امامت کا لازمہ یہ کہ وہ خلق خدا سے عالم اور قدرت وتوانائی میں بھی ان سب سے زیادہ ہو...!!

اس آیت

وَكَذَلِكَ نُرِى إِبْرَاهِيمَ مَلَكُوتَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَلِيَكُونَ مِنَ الْمُوقِنِينَ (۷۵ سورہ انعام)

"ہم نے اسی طرح ابراہیمؑ کو ملکوت آسمان و زمین دیکھائے تا کہ اس کا ایمان پختہ ہو جائے"!!

خداوند عالم جل جلالہ نے حضرت خاتمؐ اور آپؐ کے بارہ اوصیاء علیہم السلام کو سات

---

(۲) بحارالانوار میں ہے (۳) کامل الزیارۃ۔ مناقب شہر ابن آشوب۔ (۴) عیون اخبار الرضا۔ بحارالانوار کمپانی ج ۷ ص ۳۲۱۔ کتاب مقام قرآن و عترت ص ۶۴۔ بصائرالدرجات ج ۷ باب ۱۱، ۱۲، ۱۳۔ بحارالانوار کمپانی ج ۱۲ باب ۶ ص ۵، ج ۴۹ ص ۸۶ باب معرفت امام بجمیع اللغات۔

(۲) اثبات الھداۃ ج ۶ ص ۴۵۱۔ اصول کافی باب نکت در ولایت۔

آسمان، سات زمین اور مافوق عرش اسطرح دیکھائے جس طرح حضرت ابراھیم علیہ السلام کودیکھائے تھے.(۱)

حضرت باقر العلوم علیہ السلام نے محمد بن مسلم سے فرمایا: خداوند عالم جل جلالہ نے جس چیز کوبھی خلق کیا چرند، پرند وغیرہ یہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، آدم علیہ السلام سے کہیں زیادہ مطیع اورتابع دار ہیں...!(۲)

(۱) تفسیر البرھان وتفسیر نور الثقلین۔ بحار الانوار کمپانی ج ۵ باب احوال ابراہیم خلیل۔ ج ۷ص ۳۰۱ کتاب مقام قرآن وعترت ص ۴۷۔۴۹۔

(۲) بحار الانوار کمپانی ج ۱۱ص ۶۷۔ اثبات الھداۃ ج ۵ص ۲۷۱

فصل پنجم

(قدرت امام کے بارے میں)

واضح رہے کہ اسم اعظم تہتر ۷۳ حرف ہیں۔ جیسا کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام اور حضرت صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے: کہ حضرت آدم کو پچیس 25 حروف عطاء ہوئے اور حضرت نوح کو بھی پچیس 25 حروف عطاء ہوئے۔ بعض روایات میں ان کو پندرہ حروف ملے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آٹھ حرف تھے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس چار حرف تھے۔ آصف بن برخیا کے پاس ایک حرف (سلیمان علیہ السلام بھی ان کو جانتے تھے) تھا کہ اس کے ذریعے اس نے تخت بلقیس چشم زدن میں منگوایا تھا.....!! جیسا کہ صریح قرآن ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس دو حرف تھے۔ کہ ان

کے ذریعے مردوں کوزندہ کرلیتے تھےاور مادر زاد مریضوں کوشفاء دیتے تھے۔اور مٹی سے پرندہ بنالیتے تھے اور وہ خدا کے حکم سے اڑنے لگ جاتا تھا۔انکے تمام معجزات حروف کے ذریعے تھے۔اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس 72 بہتر حروف ہیں اور ایک حرف اللہ کے پاس مخزون ہے۔جو کچھ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ملا ہے وہ سب کچھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوصیا علیہ السلام کے پاس ہے.....!!!وہ بارہ امام علیہ السلام ہیں اور وہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وارث ہیں (۱)

(۱) اصول کافی (باب آئمہ کو اسم اعظم عطاء ہوا ہے) بصائر الدرجات ج ۴ باب ۱۳۔ بحار الانوار میں کافی مقامات پر ہے۔کتاب مقام قرآن وعترت ص ۱۵۲، ۱۵۳۔ مستدرک سفینۃ البحار لغت (اصف)

فصل ششم

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آئمہ ھدیٰ علیہم السلام کا حتمی ارادہ جسم انسان میں۔

دو آدمی: آپس میں نزاع کر رہے تھے انہوں نے مشکل کشائی کیلئے حضرت امیر المومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام کی طرف مراجعہ کیا آپ علیہ السلام نے ان دو کے درمیان حکم صادر فرمایا۔ محکوم آدمی نے اعتراض کیا کہ آپ علیہ السلام نے عدل کے ساتھ حکم نہیں کیا۔ اور آپ علیہ السلام کی حکومت خدا کو پسند نہیں ہے۔ آپ علیہ السلام نے اس سے فرمایا: (اخسا یا کلب) اے کتے دفع ہو جا......!!! وہ اچانک کتے کی طرح بھونکنے لگا(۱)

دوسرا واقعہ: وہ بھی اسی طرح کا واقعہ ہے اور وہ شخص محکوم خوارج میں سے تھا

۔اس نے بھی یہی گستاخی کی کہ یا علی علیہ السلام آپ علیہ السلام نے انصاف نہیں کیا: آپ علیہ السلام نے فرمایا(اخسا یا عدو اللہ) اے دشمن خدا نکل جاوہ اچانک کتا بن گیا۔اس کا لباس دور جا پڑا اور وہ بھونکنے لگا.....!! اور اسکی آنکھوں سے آنسو جاری تھے آپ ؑ کو اس بے وقوف کی حالت پر رحم آیا آپ علیہ السلام نے اسے پہلے والی انسانی شکل میں تبدیل کردیا ..... آپ علیہ السلام نے فرمایا آصف وصی سلیمان علیہ السلام چشم زدن میں تخت بلقیس سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں حاضر کرسکتا ہے اور پیغمبر اکرم ؐ سلیمان علیہ السلام سے کہیں افضل واکرم ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصی بھی سلیمان کے وصی سے کہیں زیادہ توانا اور افضل ہیں (۲)

تیسرا واقعہ:۔ایک شوہر و بیوی اپنے اختلافات دور کرنے کیلئے مولا امیر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے ۔مرد خارجی نے آپ علیہ السلام کی موجودگی میں بیوی سے نہایت تند لہجے میں گستاخی کی آپ علیہ السلام نے اس شخص سے کہا(اخساء) اچانک اس کا سر کتے کا سر ہوگیا.......!!

حاضرین میں سے ایک فرد نے آپ علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا:۔یا امیر المومنین علیہ السلام! آپ علیہ السلام نے ایک ہی آواز اس خارجی کو کتے کی شکل میں تبدیل کردیا ہے ۔تو آپ علیہ السلام معاویہ کو کیوں نہیں ہلاک کردیتے ...؟!! تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: وائے ہو تجھ پر! اگر میں چاہوں کہ معاویہ کو شام سے تمہارے سامنے پیش کردوں تو وہ اسی جگہ پر حاضر ہو جائے ۔لیکن ہم خزائن اسرار تدبر امور مخلوق ہیں نہ کہ خزانہ دار سونا

وچاندی،۔ ہم خدا کے حکم کے تابع ہیں ہم اس کے امر واذن کے بغیر کوئی کام نہیں کرتے..........!(۳)

ایک دن حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بھائی، وارث علم، معدن اسرار، مخزن ذخائر، جن احکامات پر پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمل کیا میں انہیں جانتا ہوں۔ مجھ سے کوئی بھی چیز پوشیدہ نہیں ہے۔ میں تمام حیوانات، جو کچھ زمین پر نازل ہوتا ہے یا آسمان کی طرف اوپر جاتا ہے وہ بادل جو اندھیرا کر دیتے ہیں اور بارش برساتے ہیں میں ان تمام چیزوں کو جانتا ہوں جو کوئی مجھ سے سوال کرے میں اسے مفصل طور پر جواب دوں۔ ہلال بن نوفل فکر میں گمراہ ہو گیا اور اس نے بغض وکینہ کی وجہ سے کہا۔ یا علی علیہ السلام: اتنا بڑا دعویٰ نہ کرو۔

آپ نے فرمایا جاؤ جہنم.....!!!

---

(۱) بحارالانوار جدید ج۴۱ص۲۰۸ بحارالانوار کمپانی ج۹ص۵۵۸۔ اثباۃ الھداۃ ج۵ مدینۃ المعاجز ۵۰، ۵۱، ۹۸، ۱۰۵، ۱۴۱، ۱۹۵، ۲۰۰ کتاب خصائص امیر المومنین علیہ السلام (سید رضی) مناقب شہر آشوب۔ امالی شیخ صدوقؒ

(۲) بحارالانوار ج۴۱ص۲۰۳ بحارالانوار کمپانی ج۹ص۵۵۷۔

(۳) بحارالانوار ج۴۱ص۱۹۱۔ الخرائج والجرائح ص۲۰۷۔

راوی کہتا ہے کہ ابھی حضرت کی بات ختم نہیں ہوئی تھی کہ وہ سیاہ وسفید کوا بن گیا ....!(۱)

اصبغ بن نباتہ نقل کرتے ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام کی خدمت میں کافی لوگ جمع تھے....!

ایک شخص نے کہا: یا علی علیہ السلام: آپ علیہ السلام نے ہمارے مردوں کو قتل کیا ہے اور ان کی اولاد کو یتیم کیا ہے......!؟

آپ علیہ السلام نے اس کی طرف دیکھ کر فرمایا: (اخساء) اے کتے نکل جاؤ ....!اچانک وہ کالا کتا بن گیا ...!!اور اس نے بھونکنا شروع کر دیا..

وہ آپ علیہ السلام کی بارگاہ میں آنسو بہا کر معافی مانگ رہا تھا... آپ علیہ السلام نے اس پر رحم فرمایا۔اور اسے دوبارہ انسانی شکل وصورت میں بدل دیا...

حاضرین میں سے ایک شخص نے عرض کیا: مولا آپ علیہ السلام اتنی طاقت وقدرت رکھتے ہیں.... اور معاویہ آپ علیہ السلام کی شان میں گستاخی کرتا ہے...!؟

آپ علیہ السلام نے فرمایا: ہم خدا کے مقرب بندے ہیں اور ہم اپنے خدا کے حکم کی تعمیل کرتے ہیں۔(۲)

حضرت امام حسن علیہ السلام نے فرمایا.....اگر میں چاہوں تو شام کو عراق اور عراق کو شام کر دوں..... مرد کو عورت اور عورت کو مرد بنا دوں...

ایک شخص نے کہا: کس میں اتنی طاقت....؟!

آپ علیہ السلام نے فرمایا عورت ہو کے مردوں کے مجمع میں آتے ہوئے شرم نہیں آئی.....! اس نے اپنے آپ علیہ السلام کو دیکھا تو وہ عورت بن چکی تھی.. آپ ؑ نے اس سے کہا میں نے تیری عورت کو تیرا مرد بنا دیا ہے اور تیرے بطن سے ایک خنثیٰ بچہ پیدا ہوگا.....!!

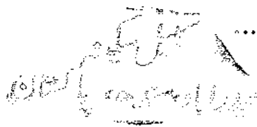
راوی کہتا ہے کہ جس طرح آپ علیہ السلام نے فرمایا اسی طرح ہوا۔ اور اس شخص نے بعد میں توبہ کی تو آپ علیہ السلام اسے دوبارہ مرد بنا دیا (۳)

سید ہاشم بحرانی نے مدینۃ المعاجز ص ۲۹۴ پر روایت نقل فرمائی ہے کہ ایک نابینا بچہ کو حضرت امام سجاد علیہ السلام کی خدمت میں لایا گیا آپ علیہ السلام نے دست مبارک اس کی آنکھوں پر پھیرا تو وہ بینا ہو گیا۔

ایک گونگے کو آپ کی خدمت میں لایا گیا آپ علیہ السلام نے اس سے کلام فرمایا تو گویا ہو گیا.....!

ایک اپاہج آپ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ علیہ السلام نے اپنا دست مبارک اس کے جسم پر پھیرا تو وہ چلنے لگ گیا....

آپ علیہ السلام نے ابو خالد کابلی کی آنکھوں پر ہاتھ پھیر کر جنت دکھادی.....



(۱) بحار الانوار جدید ج ۴۱ ص ۲۰۸

(۲) بحار الانوار جدید ج ۴۱ ص ۱۹۹

(۳) بحار الانوار جدید ج ۴۳ ص ۳۲۷۔۔ اثبات الہداۃ ج ۵ ص ۱۶۸

ایک روایت میں ہے کہ طبیب یونانی نے حضرت علی علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا:
میں ایک طرف کھڑا ہوجاتا ہوں آپ علیہ السلام مجھے اپنی طرف بلائیں... اور میں نہیں آؤنگا اگر آپ علیہ السلام نے میرے اختیار کے بغیر مجھے اپنی طرف بلالیا تو آپ علیہ السلام کی حقانیت میرے لیے ثابت ہوجائے گی.... آپ علیہ السلام نے فرمایا: اگر میں نے تمہیں اپنی طرف بلالیا تو یہ تیرے لیے میری طرف سے معجزہ ہوگا.... اور تیرے لیے یہ بھی واضح ہوجائے گا کہ تیرا اختیار میرے ہاتھ میں ہے لیکن دوسرے لوگ اسے سمجھ نہیں سکیں گے لھذا تو کوئی ایسا معجزہ طلب کر جو تیرے اور ان سب حاضرین کیلئے معجزہ و دلیل ہو!

روایت: میں ہے کہ حبابہ والبیہ نے حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوکر آپ علیہ السلام سے خلافت و امامت حق الھیہ کی نشانی طلب کی آپ علیہ السلام نے ایک کنکری کی طرف اشارہ کیا کہ یہ میری طرف لاؤ۔! حبابہ کا کہنا ہے کہ وہ کنکری میں نے آپ علیہ السلام کو اٹھا کر دی۔ آپ علیہ السلام نے اپنی انگوٹھی کی مھر اس پر ثبت کی تو اس کنکری میں نقش ہوگیا۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: جو بھی امامت کا دعویٰ کرے تو اس کی انگوٹھی کا نقش اس کنکری پر ثبت ہونا ضروری ہے......! حبابہ کا کہنا ہے آپ علیہ السلام کی شہادت کے بعد میں نے کنکری حضرت حسن علیہ السلام کی خدمت میں پیش کی اور آپ علیہ السلام کے بعد حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں پیش کی....!! تو آپ علیہ السلام نے بھی اس کنکری پر مھر ثبت کردی....!(۱)

حبابہ کا کہنا ہے کہ پھر وہ کنکری حضرت امام سجاد علیہ السلام کی خدمت میں پیش کی .... وہ وقت میری نہایت پیری کا وقت تھا اس وقت میری عمر ایک سو تیرہ ۱۱۳ سال تھی حضرت سجاد علیہ السلام نے میری طرف اشارہ کیا۔ اور میری جوانی پلٹ آئی.....!!

آپ علیہ السلام نے فرمایا وہ پتھر مجھے دو میں نے پتھر دیا۔ تو آپ علیہ السلام نے اس پر انگوٹھی والی مہر ثبت کر دی آپ علیہ السلام کے بعد حضرت باقر علیہ السلام اور آپ علیہ السلام کے بعد حضرت جعفر صادق علیہ السلام اور آپ علیہ السلام کے بعد حضرت موسیٰ ابن جعفر علیہ السلام اور آپ علیہ السلام کے بعد حضرت رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئی ان میں سے ہر ایک امام علیہ السلام نے انگوٹھی والی مہر ثبت کر دی اس کے نو ماہ زندہ رہنے کے بعد حبابہ کا انتقال ہو گیا...!(۲)

صفوان بن مہران :(۳) نے روایت نقل کی ہے کہ میں نے اپنے مولا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا: حضرت امام حسین علیہ السلام کے دور میں دو آدمی ایک بچے اور ایک عورت کے بارے میں یہ دعویٰ کرتے تھے کہ یہ بچہ اور عورت میرے ہیں آپ علیہ السلام نے ان دونوں کا دعویٰ سننے کے بعد اس عورت سے فرمایا: اے عورت.....! خدا نے ابھی تک تجھے رسوا نہیں کیا عورت نے کہا: یہ میرا شوہر ہے ایک مرد کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا اور یہ اسی کا بیٹا ہے اور میں دوسرے آدمی کو نہیں جانتی اس دوران آپ علیہ السلام نے شیر خوار بچے سے فرمایا اے بچے اللہ کے حکم سے بتا تو کون ہے تا کہ حقیقت حال سب کیلئے معلوم ہو جائے

بچے نے عرض کیا.....! میں ان دونوں میں سے کسی کا بیٹا نہیں ہوں میرا باپ فلاں چرواہا ہے.....!! اوراس نے میری ماں سے زنا کیا تھا پس آپ علیہ السلام نے حکم دیا کہ اس عورت کو سنگسار کیا جائے حضرت امام صادق علیہ السلام نے فرمایا پھر وہ بچہ کچھ اور نہیں بولا.....!!(۴)

اصبغ بن نباتہ:۔(۵) نے حضرت سید الشہداء امام حسین علیہ السلام کی خدمت حاضر ہو کر عرض کیا: اے میرے مولا میں آپ علیہ السلام سے ایک پوشیدہ راز کے بارے میں سوال کرنا چاہتا ہوں...! مجھے یقین کامل ہے کہ آپ علیہ السلام صاحب اسرار ہیں (ابھی اس نے سوال ہی نہیں کیا) آپ علیہ السلام نے فرمایا: تم مسجد قبا میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گفتگو جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابودون سے فرمائی تھی سننا پسند کرو گے.....!! اصبغ نے عرض کیا: جی ہاں میرے مولا میں یہی چاہتا تھا.....! آپ علیہ السلام نے فرمایا

....

(۱) انشاءاللہ بعد میں مفصل آئے گا۔(فصل اطاعت اشجار)

(۲) مستدرک، سفینۃ البحار ج ۲ لغت جبر ص ۱۸۲

(۳) اصول کافی باب تمیز بین امام حق و باطل بحار الانوار کمانی ج ۷ ص ۲۲۴ جدید ج ۲۵ ص ۱۷۵

(۴) صفوان حضرت جعفر صادق علیہ السلام کے جلیل القدر اصحاب میں سے تھے۔ اوران کے ثقہ ہونے پر اتفاق ہے

(۵) یہ روایت مناقب ابن شہر آشوب اور بحار الانوار میں مذکور ہے اور شیخ حر عاملی نے اثبات الھدۃ میں بھی نقل کیا ہے

اٹھیے...... جیسے ہی انہوں نے حرکت کی تو اس نے اپنے آپ کو حضرت کی خدمت مسجد کوفہ میں پایا...!!

آپ علیہ السلام میری طرف دیکھ کر مسکرا دیئے اور فرمایا: اے اصبغ ....! سلیمان بن داود علیہ السلام کیلئے ہوا مسخر تھی وہ ایک ماہ کی مسافت کے برابر ہر صبح و شام کو سیر کیا کرتے تھے اور خدا نے ہمیں سلیمان علیہ السلام سے کہیں زیادہ اقتدار عطا فرمایا ہے۔ میں عرض نے کیا: خدا کی قسم سچ ہے اے فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: کتاب کا تمام علم ہمارے پاس موجود ہے۔

جو کچھ ہمارے پاس ہے وہ کسی اور کے پاس نہیں ہے کیونکہ ہم مخزن اسرار خدا ہیں۔ ہم آل علیہ السلام اللہ اور وارثان رسول ؐ ہیں۔

پس میں نے خدا کا شکرادا کیا۔ آپ علیہ السلام نے دوبارہ تبسم فرمایا اور مجھے حکم دیا کہ مسجد میں داخل ہو جاؤ....!!

جب میں مسجد میں داخل ہو تو مسجد میں محراب کے نزدیک میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا انہوں نے ردا کو اپنے ارد گرد اوڑھا ہوا تھا....! اور حضرت امیر المومنین م کو بھی میں نے دیکھا۔ حضرت پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعسر کا لباس پکڑا ہوا تھا فرمایا: تو نے اور تیرے اصحاب نے میرے اہلبیت علیہ السلام کے ساتھ بدسلوکی کی ہے۔ تم پر خدا کی لعنت ہو....! اور میری بھی لعنت ہو....!(۱)

زھری: کا کہنا ہے کہ عبدالملک بن مروان نے والی مدینہ سے کہا کہ امام سجاد علیہ السلام کو

زنجیروں میں قید کر کے شام بھجوا نہوں نے اس طرح کیا، جب آپ علیہ السلام کے روانہ ہونے کا وقت آیا تو وہ لوگ جو آپ علیہ السلام کی نگہبانی پر مامور تھے میں نے ان سے اجازت لی اور آپ علیہ السلام کی خدمت میں سلام اور وداع کے لیے حاضر ہوا۔ میں نے آپ علیہ السلام کو پابند سلاسل دیکھ کر گریہ کیا....!! اور میں نے عرض کیا کہ میں چاہتا ہوں کہ میں آپ علیہ السلام کی جگہ قید ہو جاؤں۔ اور آپ علیہ السلام سکون و آرام سے رہیں آپ علیہ السلام نے فرمایا: اے زُھری تمہارا خیال ہے کہ یہ زنجیریں مجھے اذیت دیتی ہیں (نہ......! ایسا نہیں ہے) اگر میں چاہوں تو یہ زنجیریں دور جا پڑیں اور یہ میرے اوپر نہ ہوں۔ زھری کہتا ہے کہ میں دیکھا کہ اچانک آپ علیہ السلام کے ہاتھ اور گردن آزاد ہو گئے......! آپ علیہ السلام نے فرمایا یہ فقط ایک یا دو منزل میرے ساتھ ہونگے۔ زھری کہتا ہے حضرت سجاد علیہ السلام کی روانگی کے چار دن بعد تمام سپاہی مدینہ واپس آ گئے اور حضرت سجاد علیہ السلام کو تلاش کرنا شروع کر دیا.....!!۔ انہوں آپ علیہ السلام کو تلاش کرنے کی جتنی بھی کوشش کی مگر وہ آپ علیہ السلام کو نہ پا سکے ......!!! ان میں سے ایک سپاہی نے مجھ سے سوال کیا کہ ہم آپ علیہ السلام پر تمام رات پہرہ دار تھے اور تمام رات نہیں سوئے تھے ایک رات ہم بھی بیدار تھے لیکن ہم سید سجاد علیہ السلام کو نہ پایا

---

(۱) اصبغ حضرت امیر المومنین علیہ السلام، حضرت حسن علیہ السلام اور حضرت حسین علیہ السلام کے جلیل القدر اصحاب میں سے ہیں آپ کی وثاقت وجلالت میں اتفاق ہے۔

آپ علیہ السلام کے محمل میں فقط یہی زنجیریں پڑی تھیں ......! زہری کہتا ہے کچھ عرصہ بعد جب میں شام گیا تو عبدالملک نے مجھ سے حضرت سجاد علیہ السلام کے بارے میں دریافت کیا میں نے اسے وہ سابقہ واقعہ سنایا تو اس نے کہا اس وقت وہ میرے پاس آئے اور میری سرزنش کی اور فرمایا کہ تو مجھے کیا کہنا چاہتا ہے..........؟

تو عبدالملک کہتا ہے کہ میرے دل میں نہایت ہی خوف پیدا ہوا میں نے عرض کیا کہ آپ علیہ السلام میرے ساتھ شام میں رہیں۔آپ علیہ السلام نے فرمایا: میں نہیں چاہتا اس کے بعد آپ علیہ السلام باہر تشریف لے گئے....!(۱)

ابو خالد کاہلی حضرت امام سجاد علیہ السلام کی خدمت میں تھے۔وہ اپنے ماں باپ کیلئے اداس ہو گئے تو انہوں نے حضرت سجاد علیہ السلام سے رخصت طلب فرمائی....! آپ علیہ السلام نے فرمایا: کل شام کے امراء میں سے ایک شخص آئے گا۔اور اس کی بیٹی دیوانگی کے مرض میں مبتلا ہوگی....وہ کہے گا کوئی ہے جو اس لڑکی کا علاج کرے ۔جب تم یہ اعلان سنو تو اس لڑکی کے والد کے پاس چلے جانا۔اور اس سے کہنا کہ میں اس کا علاج کروں گا۔لیکن شرط یہ ہے کہ مجھے دس ہزار درہم دو....! وہ تم سے وعدہ کرے گا لیکن وعدہ وفائی نہیں کرے گا.....!!! دوسرے دن شام والا قافلہ آیا۔انہوں نے اس طرح کیا۔ابو خالد کہتے ہیں کہ میں لڑکی کے والد کے پاس گیا اور اسے اپنی شرط سے آگاہ کیا۔اس نے میری شرط قبول کر لی۔میں حضرت سجاد علیہ السلام کی خدمت

(۱) مناقب شہر آشوب معجزات امام حسین علیہ السلام بحار الانوار میں بھی ہے۔

میں حاضر ہوا اور سارا ماجرہ سنایا۔آپ علیہ السلام نے فرمایا: مجھے معلوم ہے۔وہ اس عہد کو وفا نہیں کرے گا۔تم اس لڑکی کے پاس جاؤ اور اس کے بائیں کان میں جا کر کہو! اے خبیث: علی ابن الحسین علیہ السلام کا حکم ہے کہ اس لڑکی کے بدن سے نکل جاؤ.....!! ابو خالد آیا اور امام علیہ السلام کے حکم پر عمل کیا۔وہ لڑکی ٹھیک ہوگئی.....!!

لیکن اس لڑکی کے والد نے ابو خالد کو دس ہزار درہم نہ دیئے۔وہ افسردہ حضرت امام سجاد علیہ السلام کی خدمت میں واپس آئے اور سارا واقعہ آپ علیہ السلام کی خدمت میں بیان کیا .....!!! آپ علیہ السلام نے فرمایا: گھبراؤ مت۔یہ دوبارہ آئیں گے۔اور تجھ سے علاج کی درخواست کریں گے۔اب کی بار کہنا کہ پہلے دس ہزار درہم دو پھر علاج کروں گا اور وہ حضرت سجاد علیہ السلام کے پاس امانت کے طور پہ رکھ دو.....! انہوں نے ایسے ہی کیا۔

ابو خالد امام علیہ السلام کے حکم سے آئے اور اس کے بائیں کان میں امام کا حکم سنایا۔اور اس کہا اگر اس کے بدن میں تو دوبارہ آیا تو تجھے آگ میں جلاؤں گا۔پس وہ لڑکی ٹھیک ہوگئی.....! ابو خالد نے دس ہزار درہم لئے اور امام کی اجازت سے کابل کی راہ لی...(۱)

زھری کا کہنا ہے ایک آدمی امام سجاد علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا ۔میرے مولا میں دنیا میں چار سو کا مقروض ہوں۔اور قرض ادا کرنے کی طاقت بھی نہیں رکھتا ہوں آپ علیہ السلام بہت روئے.....!! ایک شخص نے عرض کیا اے فرزند

رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ علیہ السلام کیوں رو رہے ہیں...؟!

آپ علیہ السلام نے فرمایا: اپنے مومن بھائی کو مصیبت میں دیکھ کر رو رہا ہوں....!لوگوں نے عرض کیا: کون سی مصیبت۔؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا: برادر دینی کو مشکل میں دیکھنا اور اس کی حاجت روائی پر (مصلحتاً) قادر نہ ہونا۔ لوگ اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔ وہ محتاج آدمی آپ علیہ السلام کی خدمت میں آیا اور عرض کی....! مولا ایک شخص نے میری سرزنش کی ہے۔ اور اس نے کہا ہے کہ تمہارے امام علیہ السلام دعویٰ کرتے ہیں کہ زمین و آسمان کی ہر چیز ہماری مطیع ہے۔ اور وہ یہ کہتے ہیں ہم جو کچھ خدا سے چاہیں۔ خدا ہمیں عطاء کرتا ہے لیکن انہوں نے مورد میں اظہار عجز کیا۔ تو اس شخص نے کہا۔ انکی یہ بات میرے لیے میری مشکل سے کہیں زیادہ تکلیف دہ ہے۔

آپ علیہ السلام نے فرمایا: اب خداوند عالم جل جلالہ نے اجازت دے دی ہے کہ تمہاری مشکل کشائی کی جائے۔ یہ دو روٹیاں اپنے ساتھ لے جاؤ کہ خدا نے تیری مشکل کشائی اسی میں قرار دی ہے۔ اس شخص نے وہ اٹھائیں اور بازار میں آکر ایک روٹی کے بدلے مچھلی خریدی اور دوسری روٹی کے بدلے نمک خریدا۔ گھر آکر اس نے مچھلی کا شکم چاک کیا تو اس کے شکم سے دو گراں قدر موتی نکلے۔ انہیں دیکھ کر وہ بہت خوش ہوا.....! اچانک دق الباب ہوا وہ دروازے پر آیا تو اس نے مچھلی فروش اور

....

(۱) مناقب شہر آشوب معجزات امام سجاد۔ مدینۃ المعاجز ص ۳۰۹۔

(۲) مناقب شہر آشوب ج ۴ ص ۱۴۵۔ خرائج، مدینۃ المعاجز اور بحار الانوار میں بھی مذکور ہے

نمک فروش کو دروازے پر دیکھا.... تو انہوں نے کہا یہ روٹیاں بھی اپنے پاس رکھ لو اور وہ مچھلی اور نمک بھی۔ ہم نے انہیں کھانے کی بڑی کوشش کی ہے۔ لیکن ہم انہیں کھا نہیں سکے .....! وہ روانہ ہو گئے اور اس کے بعد آپ علیہ السلام نے اپنا نوکر بھیجا کہ امام علیہ السلام فرما رہے ہیں کہ تمہارا کام تو ہو گیا ہے اب ہماری روٹیاں واپس کر دو.....!! یہ ہماری مخصوص خوراک ہے ہمارے علاوہ اسے کوئی نہیں کھا سکتا۔ نوکر وہ روٹیاں آپ علیہ السلام کی خدمت میں لے آیا۔(۱)

رفید: ایک غلام تھا مشہور ہے اس کا مالک علی بن ھبیرہ شامی اس پر غضب ناک ہوا اور اس کے قتل کا حکم صادر کر دیا وہ بھاگ کر امام صادق علیہ السلام کی خدمت میں آیا اور پناہ طلب کی آپ علیہ السلام نے فرمایا تم اپنے مالک کے پاس جاؤ اسے میرا اسلام دینا اور کہنا (انی اجرتک علیک مولاک رفیدا) میں نے تیرے غلام رفید کو پناہ دے دی ہے تم اسے اذیت نہ دینا رفید نے عرض کیا: مولا وہ ناصبی ہے اہل شام میں سے ہے اور وہ آپ علیہ السلام کا دشمن ہے ....! آپ علیہ السلام نے فرمایا ڈرو مت ....! اس کے پاس جا کر یہی پیغام دو.....! وہ شخص واپس پلٹا تو دوران سفر اسے ایک اعرابی ملا .... اس نے رفید سے کہا: کہاں جا رہے ہو.....؟!

اس نے کہا......! عراق جا رہا ہوں .... اعرابی نے کہا۔ میں تیرا چہرہ مقتول والا دیکھ رہا ہوں.... تیرے ہاتھ بھی مقتول کے ہاتھ ہیں... تیرے پیر بھی مقتول کے پیر ہیں تیرا سینہ بھی مقتول کا سینہ ہے...

اس نے رفید سے کہا اپنی زبان دیکھاؤ... جب رفید نے اپنی زبان دیکھائی تو .... اس عربی نے کہا تیری زبان پر ایک ایسا پیغام ہے اگر تو وہ پیغام کائنات عالم کے پہاڑوں کو دے .... تو وہ تیری اطاعت کرنے لگ جائیں....!!

رفید کا کہنا ہے کہ جب میں اپنے مالک کے پاس پہنچا تو اس نے میرے شانے بندھوا دیئے.... اور میرے قتل کا حکم صادر کر دیا ...! تو میں نے کہا کہ میں اپنے اختیار سے آپ کے پاس آیا ہوں اور میں تمہارے لیے ایک پیغام لایا ہوں.... وہ سننے کے بعد مجھے قتل کرنا....! اور حاضرین سے کہیے کہ وہ سب باہر چلے جائیں... تاکہ میں آپ کو پیغام دوں.. سب لوگ باہر چلے گئے .... تنہائی میں اس نے حضرت امام صادق علیہ السلام کا پیغام دیا...!! پیغام میں اتنی تاثیر تھی کہ اس نے میرے شانہ کھولنے کے بعد مجھ سے کہا... تو میرا شانہ باندھ ورنہ مجھے اطمینان نہیں آئے گا....!! تو میں نے کہا میں یہ کس طرح انجام دوں...؟! اس نے کہا..! تجھے خدا کی قسم میرے اطمینان قلب کیلئے میرے شانے باندھ...! پس میں نے اس کی اطاعت کی اور اس نے مجھے اپنی انگوٹھی دی.... اور مجھ سے کہا میرے اختیارات اب تمہارے پاس ہیں.... جو کچھ انجام دینا چاہو حکم کرو....! تعمیل ہوگی۔(۲)

---

(۱) مناقب شہر آشوب معجزات امام سجاد۔ بحار الانوار میں اور اثبات الھداۃ میں حر عاملی اور امالی میں شیخ صدوقؒ نے نقل کیا ہے۔ (۲) مناقب شہر آشوب باب خارق امام صادق۔ بحار الانوار کمپانی ج ۱۱ص ۱۵۶۔ ج ۴۷ص ۱۷۹ اثباۃ الھداۃ اور اصول کافی میں بھی مذکور ہے۔

ایک عورت کو حضرت موسیٰ ابن جعفرؑ کی خدمت میں لایا گیا۔ کہ اس کا چہرہ پچھلی طرف پھر چکا تھا۔ آپ علیہ السلام نے اپنا دائیں ہاتھ اس کی پیشانی پر رکھا اور بائیں ہاتھ سے اس کے چہرے کو پھیرا تو وہ سیدھا ہو گیا....!(۱)

احمد بن اسحاق قمی حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے وکیل نقل کرتے ہیں کہ میں آپ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے عرض کیا: کہ میں ایک بات سے بہت افسردہ ہوں۔ میں آپ علیہ السلام سے پوچھنا چاہتا تھا لیکن موقع نہیں ملا .....! آپ علیہ السلام نے فرمایا کیا بات ہے ....؟!! میں نے عرض کیا: آپ علیہ السلام کے اجداد سے ایک حدیث نقل ہوئی ہے کہ انبیاء و مرسلین علیہ السلام سیدھے سوتے ہیں.... اور علماء و مومنین دائیں طرف یا کروٹ ،.....! منافقین بائیں کروٹ اور شیاطین الٹے سوتے ہیں۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: حدیث صحیح ہے.....!! میں نے عرض کیا میں دائیں کروٹ نہیں سو سکتا آپ علیہ السلام نے فرمایا میرے قریب آؤ اور اپنا ہاتھ اپنے لباس کے نیچے قرار دو ... راوی کہتا ہے میں نے اپنا ہاتھ اپنے لباس کے نیچے رکھا۔ اور آپ علیہ السلام نے بھی اپنا دست مبارک اپنے ہاتھ کے نیچے رکھا۔ آپ علیہ السلام نے اپنا دائیں ہاتھ سے میرے بائیں پہلو پہ اور اپنا بائیں ہاتھ میرے دائیں پہلو پر تین مرتبہ پھیرا اس کے بعد میں نے دائیں کروٹ سونا شروع کر دیا اور میں بائیں کروٹ سو ہی نہیں سکتا تھا(۲)

ابو سلمہ: کا کہنا ہے کہ میں سماعت کی بیماری میں مبتلا تھا۔ اور مجھے کسی کی آواز سنائی

نہیں دیتی تھی....! حضرت امام محمد تقی علیہ السلام نے اپنا دست مبارک میرے سر اور کان پر پھرا اور فرمایا: سن اور یاد رکھ..! ابوسلمہ کہتا ہے کہ خدا کی قسم اس کے بعد میں نہایت ہی آہستہ آواز بھی سن لیتا تھا۔ (۳)

(۱) بحارالانوار کمپانی ج ۱۱ ص ۲۴۲ و ج ۴۸ ص ۳۹۔ صاحب بحار نے تفسیر عیاشی سے روایت نقل کی ہے۔

(۲) بحارالانوار کمپانی ج ۱۶ ص ۴۳۔

(۳) مدینۃ المعاجز، مناقب شہر آشوب

فصل ہفتم

حیوانات اور حیوانات کی تصاویر کہ جنہوں نے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آئمہ ھدیٰ علیہم السلام کی اطاعت کی۔

یہ موارد بہت زیادہ ہیں.... ایک اعرابی والا واقعہ ہے کہ وہ سوسمار پکڑ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لایا.... اس نے کہا کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں تو یہ سوسمار آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گواہی دے......! تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سوسمار سے فرمایا: میں کون ہوں.....؟!! سوسمار نے جواب دیا... آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محمد بن عبد اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، خدا کے برگزیدہ، اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور عالمین کے سردار ہیں۔ اور آپ

وآلہ وسلم کائنات عالم کی زینت ہیں.... وہ شخص سعادت مند ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لے آئے....! پس وہ اعرابی ایمان لایا۔ اس نے گھر آ کر اپنے سارے خاندان کو بتایا تو وہ سب لوگ مسلمان ہو گئے (۱)

متوکل عباسی نے نہایت ہی خوبصورت محل تعمیر کروایا اور اس میں چاروں طرف سورج کی روشنی پڑتی تھی اور اس کے اردگرد بہت زیادہ پرندے رکھے گئے جب بھی وہ اپنے محل میں بیٹھتا تھا تو وہ پرندے چیخنا شروع کر دیتے تھے ...! حتیٰ کہ کسی بات کو سننا بھی مشکل ہو جاتا تھا...!! لیکن جب حضرت امام علی نقی علیہ السلام تشریف لاتے تو وہ پرندے خود بخود خاموش ہو جاتے۔ تھے۔ آپ علیہ السلام جتنی دیر تشریف رکھتے خاموشی کا عالم ہوتا۔ متوکل کے پاس کچھ کبد (ایک پرندہ ہے) تھے جب حضرت علی نقی علیہ السلام تشریف لاتے تو وہ سکون سے رہتے لیکن جب آپ علیہ السلام تشریف لے جاتے تو وہ آپس میں لڑنا شروع کر دیتے.....! (۲)

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آئمہ ھدیٰ علیہ السلام کی اطاعت حیوانات نے کی ہے اس میں بیشمار روایات ہیں... یہ تمام جانوران حضرات کے سامنے عاجزی ظاہر کرتے تھے ....!!

یہ حیوانات خدا کی وحدانیت، رسول کی رسالت، اور آئمہ علیہم السلام کی ولایت وخلافت، کی

(۱) بحار الانوار جدید ج ۱۷ ص ۴۰۱، ۴۰۶، ۴۱۵، ۴۲۰۔ بحار الانوار میانجی ج ۶ ص ۲۹۶، ۲۹۴

(۲) بحار الانوار۔ الخرائج والجرائح۔ منتھی الآمال۔

گواہی دیتے تھے...!!!(۱)

سید ابن طاؤس: نے قاسم بن علد، صافی حضرت امام علی نقی علیہ السلام کے نوکر سے روایت نقل کی ہے کہ میں نے آپ علیہ السلام سے عرض کیا: میں آپ کے جدامجد حضرت امام رضا علیہ السلام کی زیارت کیلئے جانا چاہتا ہوں۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: انگوٹھی کہ جس کا نگینہ عقیق زرد ہو خریدو...! اور اس کے ایک طرف (**ماشاء الله لا حول ولا قوة الا بالله استغفر الله**) اور اس کی دوسری طرف (**محمد و علی**) لکھواؤ تو ہر مصیبت سے محفوظ رہوگے....!

خادم کہتا ہے: میں نے وہ انگوٹھی بنوائی اور آپ سے وداع کیا۔ میں چلا تو آپ علیہ السلام نے حکم دیا کہ مجھے بلایا جائے میں واپس آیا۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا فیروزہ کی انگوٹھی بھی بنواؤ....!! کہ طوس اور نیشاپور کے درمیان ایک شیر ظاہر ہوگا......!!!

وہ تیرا راستہ روکے گا اس کو وہ انگوٹھی دکھا دینا اور کہنا میرے مولا نے فرمایا ہے کہ: راستہ سے دور ہو جاؤ....! فیروزہ کی ایک طرف **الله الملک** اور دوسری طرف **الملک**

(۱) بحار الانوار کمپانی ج ۶ ص ۲۹۰ باب اعجاز پیغمبر در حیوانات۔ بحار الانوار جدید ۱۷ ص ۳۹۰ (۴۷) روایات ہیں۔ بحار الانوار کمپانی ج ۹ ص ۵۶۴ باب معجزات امیر المومنین در حیوانات، بحار الانوار ج ۴۱ ص ۲۳۰ مؤلف نے ان کو مستدرک، سفینہ میں سے نقل کیا ہے۔

اللـه الـواحد القهار لکھواؤ جیسا کہ امیر المومنین علیہ السلام کی انگوٹھی کا نقش (اللـه الـملک) تھا ......! جب آپ علیہ السلام کے پاس خلافت ظاہر آئی تو آپ علیہ السلام نے الـملک اللـه الواحد القهار لکھوایا۔ یہ درندوں سے امان ہے اور غلبہ وظفر کا باعث ہے۔

خادم کہتا ہے: میں نے آپ علیہ السلام کے حکم پر عمل کیا اور شیر واپس چلا گیا جب میں آپ ؑ کی خدمت میں واپس پہنچا تو میں نے سارا واقعہ آپ علیہ السلام کی خدمت میں بیان کر دیا

آپ علیہ السلام نے فرمایا ایک بات رہتی ہے ...! اگر چاہو تو میں بتاؤں....؟!!! آپ علیہ السلام نے فرمایا: تو ایک رات تو میرے جدامجد کی قبر کے کنارے سویا ہوا تھا کہ جنات کا ایک گروہ وارد ہوا..... انہوں نے پہلے زیارت کی......پھرانہوں نے تیری انگوٹھی کا نگینہ اور نقش دیکھا۔ تو انہوں نے وہ انگوٹھی تیرے ہاتھ سے اتار لی... انہوں نے اسے ایک برتن میں دھویا... اور دھونے کے بعد ان کے ساتھ ایک مریض تھا اسے وہ انگوٹھی والا پانی پلایا ان کا مریض ٹھیک ہو گیا ...! اورنہوں نے وہ انگوٹھی تیرے ہاتھ میں پہنا دی اس کی نشانی یہ ہے کہ تو نے انگوٹھی اپنے دائیں ہاتھ میں پہنی ہوئی تھی۔ لیکن انہوں تیرے بائیں ہاتھ میں پہنا دی تو نے تعجب تو بہت کیا...! لیکن اس کا سبب تجھے معلوم نہ ہو سکا۔ اور تو نے اپنے سر کے پاس ایک یاقوت پایا جو ابھی بھی تیرے پاس ہے...!! یہ اسی ۸۰ اشرفیوں کے بدلے بیچ دو.. یہ جنوں کا تحفہ ہے جو وہ تیرے لیے لائے تھے خادم نے کہا: میں نے

بازار میں جا کر وہ اسی ۸۰ اشرفیوں میں فروخت کیا۔

علی بن یقطین: ہارون الرشید کے وزیر نے روایت نقل کی ہے کہ ہارون نے ایک جادوگر کو بلایا .. اور اس سے کہا کہ ایک ایسے عمل کو انجام دو جو حضرت موسیٰ ابن جعفر علیہ السلام کی توہین کا باعث بنے تا کہ آپ علیہ السلام کی عزت ومقام میں کمی آئے اور لوگ آپ علیہ السلام سے دور ہو جائیں...!! جادوگر نے عمل پڑھا اور جب آپ علیہ السلام نے اپنا دست مبارک روٹی کی طرف بڑھایا تو اس روٹی نے پرواز کیا اور آپ علیہ السلام سے دور ہو گئی۔ ہارون اور اس کے ساتھی یہ دیکھ کر بہت خوش ہو گئے ...!!! آپ علیہ السلام نے سر اقدس بلند کیا تو سامنے شیر کی تصویر تھی اور وہ تصویر پردہ کے اوپر بنی ہوئی تھی۔ صاحب ولایت کا فرمان ملا اس تصویر کو کہ: اے شیر اس دشمن خدا کو نگل جا..... !وہ تصویر بہت بڑا شیر بن گئی ...!!اور اس نے جادوگر کو ہڑپ کر لیا.... ہارون اور اس کے ساتھی خوف کے مارے غش کھا گئے...

!جب وہ ہوش میں آئے تو ہارون نے آپ علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا :اس شیر سے فرمایئے کہ وہ اس شخص کو واپس کر دے....!! آپ علیہ السلام نے فرمایا: اگر عصائے موسیٰ علیہ السلام نے جادوگروں کی رسیاں واپس کی ہوتیں تو یہ اس نابکار کو واپس کر دیتا (یعنی وہ بھی حقیقت تھی اور یہ بھی حقیقت ہے)(۱)

حدیث شریفہ: کہ حضرت امام رضا علیہ السلام نے خدا سے بارش کی درخواست کی ۔ بادوباران ظاہر شد۔ لوگوں نے چاہا کہ صحرا سے گھروں کو جائیں۔ آپ علیہ السلام

فرمایا: ابھی گھروں کو نہ جاؤ یہ بادل تمہارے لیے نہیں ہے .... آپ علیہ السلام نے فرمایا ابھی گھروں کو نہ جاؤ یہ بادل بھی تمہارے لیے نہیں ہے.... حتیٰ کہ دس بادل ظاہر ہوئے اور چلے گئے گیارواں بادل آیا کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا یہ بادل تمہارے لیے خدا نے بھیجا ہے.... اور تم لوگ اللہ کا شکر ادا کرو۔ اور اپنے اپنے گھروں کو واپس چلے جاؤ..... ! جب تک سارے لوگ گھروں کو چلے نہ گئے تو یہ بادل نہیں برسے گا ....!! وہ لوگ گھروں کو پہنچ چکے تو ابر رحمت نے بارش شروع کر دی اور سارے لوگ خوشحال ہو گئے۔

آپ علیہ السلام کی وجہ سے خراسان میں بہت زیادہ برکتیں نازل ہوئیں......... شعراء کرام نے آپ علیہ السلام کی مدح سرائی میں قصائد لکھے۔

حاسدین میں سے ایک شخص حمید بن مہران نے مامون کے سامنے کفر آمیز باتیں کیں۔ یہاں تک کہ اس نے مامون سے کہا کہ تو نے بہت بڑی غلطی کی ہے... کہ خلافت اپنے خاندان سے نکال کر کسی اور کو دی ہے...۔ مامون نے کہا وہ (حضرت امام رضا علیہ السلام) لوگوں کو اپنی طرف بلاتے تھے اس لیے میں نے ان کو اپنا ولی عہد بنایا ہے تا کہ وہ لوگوں کو ہماری طرف دعوت دیں تا کہ جو ان کے پیرو کار ہیں انہیں پتہ چلے کہ ان کا دعویٰ ٹھیک نہیں تھا.... مجھے اس بات کا بھی ڈر تھا کہ اگر میں ان

---

(۱) شیخ صدوق نے عیون اخبار رضا باب ۸ میں نقل کیا ہے۔ مناقب شہر آشوب۔ بحار الانوار مجلسی ج ۱۱ ص ۲۴۲ ج ۴۸ ص ۴۱

کو اپنا ولی عہد نہ بناتا تو ملک میں بہت بڑا فتنہ کھڑا ہو جاتا..... اب میں آپ علیہ السلام کو ان کے حال پر نہیں چھوڑوں گا بلکہ ان کو لوگوں کی نظروں میں گھٹانے کے لیے اپنی پوری پوری کوشش کروں گا....

حمید بن مہران نے کہا "یہ کام میرے سپرد کر دو"... !!اس نے کہا اگر تمہارا خوف نہ ہو تو میں انہیں لوگوں کی نظروں سے گرا دوں... تو مامون نے کہا میری نظر میں یہ سب سے بہتر ہے کہ اس نے کہا زعماء ملت، ارباب دانش اور معززین قوم کو بلایا جائے.... اور ان کے سامنے آپ علیہ السلام کی شان میں گستاخی کروں... مامون نے بہت بڑی محفل کا انتظام کیا... اور بزرگان سلطنت کو بلایا۔ حضرت امام رضا علیہ السلام کو اپنی جگہ پر بٹھایا۔ حمید پلید نے حجت اللہ الکبریٰ امام رضا علیہ السلام کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ لوگ آپ علیہ السلام کی مدح سرائی میں تجاوز کرتے ہیں..........

بارش جو کبھی آتی ہے اور کبھی نہیں آتی ہے۔ لوگوں کا یہ خیال ہے کہ آپ علیہ السلام کی دعا سے بارش ہوتی ہے اور وہ اسے آپ علیہ السلام کا معجزہ سمجھتے ہیں۔ آپ علیہ السلام کے لیے سزاوار ہے کہ آپ علیہ السلام ایسے لوگوں کو منع کریں آپ علیہ السلام نے فرمایا: میں بندگان خدا کو جو میری نسبت سے نعمت خدا اور لطف خدا کو نقل کرتے ہیں ہرگز منع نہیں کروں گا... اور میرا قصد فخر و مباہات بھی نہیں ہے۔

اس خبیث نے کہا اگر آپؑ سچ کہہ رہے ہیں تو یہ جو شیر کی تصویر ہے اسے حکم دیجیے یہ مجھ پر مسلط ہو جائے.. یہ آپ علیہ السلام کے لیے معجزہ ہے نہ وہ بارش جو سب کی دعا سے برستی ہے۔ اور آپ علیہ السلام کی دعا دوسرے لوگوں کی دعا سے زیادہ موثر نہیں

ہے........

اچانک اللہ کے غضب کو غضب آیا........ آپ علیہ السلام نے شیر کی دونوں تصویریں کو آواز دی... (دونکما الفاجر) اس فاجر کو پکڑلو اور اس کا نام ونشان تک مٹادو۔ اچانک تصویروں پر سے دوشیروں نے چھلانگ لگائی........... اور حمید پلید پر جھپٹ پڑے۔ اسے چیر پھاڑ کر کھا گئے۔ حتیٰ کہ اس کا خون بھی چاٹ گئے ... حاضرین یہ دیکھ کر مبہوت ہو گئے..... اس کا قصہ تمام کرنے کے بعد... وہ دونوں شیر فصیح زبان میں غرائے.. اور انہوں نے آپ علیہ السلام کی خدمت میں التجا کی اگر آپ علیہ السلام اجازت دیں تو مامون کو اس کے دوست کے ساتھ ملحق کر دیں... جب مامون نے ان دوشیروں سے یہ بات سنی تو وہ بے ہوش ہو گیا۔



حضرت امام رضا علیہ السلام نے انہیں منع فرمایا۔ اور حکم دیا کہ مامون کے چہرے پر پانی ڈالو۔ وہ ہوش میں آیا تو پھر شیروں نے عرض کیا: مولا آپ علیہ السلام اجازت دیں تو اسے بھی درک واصل کریں۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا کچھ تقدیرات باقی ہیں جن کا واقع ہونا ضروری ہے۔ انہوں نے عرض کیا ہمارے لیے کیا حکم ہے۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''اپنی جگہ پر واپس چلے جاؤ''...... وہ پہلے کی طرح تصویریں بن گئے....!

مامون نے کہا ''الحمد اللہ'' خداوند عالم نے ہمیں حمید بن مہران کے شر سے محفوظ فرمایا ہے... اس نے مزید کہا اے فرزند رسول: خلافت وولایت آپ علیہ السلام کے جدامجد حضرت رسولِ اکرم کا حق ہے اور ان کے بعد آپ علیہ السلام کا حق ہے۔ اگر آپ

علیہ السلام چاہیں تو میں امر خلافت سے دست بردار ہو جاؤں (اور آپ علیہ السلام حکومت چلائیں)۔

آپ علیہ السلام نے فرمایا: اگر میں چاہتا تو تم سے درخواست نہ کرتا یعنی (امر خلافت میں میں تمہارا احتیاج نہیں ہوں) جیسا کہ خداوند عالم نے دو شیروں کو میرا مطیع بنایا ہے اسی طرح تمام مخلوقات ہمارے اختیار میں ہے لیکن بے وقوف انسان نے اپنا ہی نقصان کیا ہے۔ (خدا چاہتا ہے کہ لوگ اپنے اختیار سے کام کریں اور ان کے اختیار سلب نہ کیے جائیں) تقدیراتِ الٰہی جاری ہوں گی اور خداوند متعال نے مجھ سے فرمایا ہے کہ میں آپ کے کسی کام پر اعتراض نہ کروں جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ وہ عزیز مصر کے اختیار میں رہیں (۱)

زراف متوکل عباسی کا دوست نقل کرتا ہے کہ متوکل کے پاس ایک ہندی شعبدہ باز تھا وہ اپنے فن میں بے مثال تھا متوکل عباسی نے اس سے کہا تو کوئی ایسا عمل انجام دے جو حضرت علی نقی علیہ السلام کی توہین کا باعث ہو تو تجھے ہزار دینار دوں گا۔ اس نے کہا تم چھوٹی و نرم و نازک روٹیاں پکواؤ اور دستر خوان پر حضرت علی نقی علیہ السلام کو دعوت دو۔ انہوں نے شعبدہ باز کی فرمائش کے مطابق روٹیاں پکوائیں اور اس کے بعد حضرت علیہ السلام کو کھانے کی دعوت دی۔ وہاں پر ایک تکیہ تھا جس پر شیر کی تصویر بنی ہوئی تھی۔ جب

(۱) عیون اخبار رضا، بحار الانوار ج ۱۲ ص ۵۴، ج ۴۹ ص ۱۸۱

طعام آیا تو آپ علیہ السلام سے تناول فرمانے کی فرمائش کی گئی۔ آپ علیہ السلام نے روٹی کی طرف ہاتھ بڑھایا تو وہ اُڑ کر دور چلی گئی۔ متوکل کے سارے حواری قہقہے لگانے لگے۔ حضرت امام علی نقی علیہ السلام نے شیر کی تصویر پر ہاتھ پھیر کر فرمایا: دشمن خدا کو پکڑ لے اچانک وہ تصویر شیر بن گیا۔ اور وہ آن واحد میں شعبدہ باز کو نگل گیا۔ باقی سب لوگ مبہوت ہو گئے۔ آپ علیہ السلام اپنے دولت سرا کو جانے کے لیے روانہ ہوئے تو متوکل نے آپ علیہ السلام سے التجا کی کہ اس شعبدہ باز کو واپس کر دیں۔

آپ علیہ السلام نے فرمایا خدا کی قسم اب تم اسے دیکھ نہیں سکو گے۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا تجھے شرم نہیں آتی دشمنانِ خدا کو اولیا خدا پر مسلط کرنا چاہتا ہے۔ اس کے بعد آپ علیہ السلام باہر تشریف لائے (۱)

ایک ایسا معجزہ امام چہارم علیہ السلام سے بھی صادر ہوا ہے یہ معجزہ آئمہ ھدیٰ علیہ السلام کے اختیارات پر دلیل قاطع اور برہان واضح ہے۔ یہ مردے زندہ کرنے سے بھی بڑا معجزہ ہے

(۱) الخرائج والجرائح باب معجزات امام دہم۔ مدینۃ المعاجز ص ۳۶۳، ص ۳۶۴۔ کتاب ثاقب فی المناقب میں اسی طرح کا ایک معجزہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے بھی منقول ہے۔ اختصاص مفید۔ اثبات الھداۃ میں بھی درج ہے۔

فصل ہشتم

مردوں کا زندہ ہونا

واضح رہے کہ قرآن مجید میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مردوں کو زندہ کیا کرتے تھے لیکن اذن خدا سے۔ جیسا کہ سورۃ آل عمران کی آیت نمبر ۴۹ ہے۔ بنی اسرائیل کا رسول ان سے یہ کہے گا کہ میں اپنے پردوردگار کی طرف سے نشانی لے کر آیا ہوں کہ گندھی ہوئی مٹی سے ایک پرندہ کی صورت بناؤں گا پھر اس پر کچھ دم کروں گا۔ وہ حکم خدا سے پرندہ بن جائے گا اور میں خدا ہی کے حکم سے مادر زاد اندھوں اور کوڑھی کے مریضوں کو ٹھیک کرتا ہوں اور مردے زندہ کرتا ہوں۔ جو کچھ تم کھاتے ہو یا چھپاتے ہو میں سب جانتا ہوں۔ الخ

سورہ مائدہ آیت نمبر ۱۱۰ خداوند عالم حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے قیامت کے دن

فرمائے گا جب تو مٹی سے پرندہ بناتا تھا، جب تو اس پر پھونک کرتا تھا تو وہ میرے حکم سے پرندہ بن جاتا تھا اور تو اندھوں اور کوڑھی کو میرے حکم سے شفا دیتا تھا اور میرے ہی حکم سے مردے زندہ کیا کرتا تھا......!

روایات میں ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لیے یہ سب کچھ اس لیے تھا کہ ان کے پاس اسم اعظم کے دو حرف تھے جو کہ خدا نے انہیں تعلیم عطا کیے تھے۔ یہ دو حرف اور ان کے ساتھ ستر حرف ہمارے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و آئمہ ھدیٰ علیہ السلام کے پاس موجود ہیں۔ پس وہ مردہ انسان یا حیوان کو زندہ کر سکتے ہیں لیکن اذن خدا سے۔ پس جب خدا اذن دیتا ہے تو در حقیقت پیغمبر یا امام زندہ کرتا ہے۔ خدا نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے یہ نہیں فرمایا میں آپ علیہ السلام کے ہاتھ پر مردہ زندہ کرتا ہوں بلکہ فرمایا تو زندہ کرتا ہے میرے اذن سے۔ پس در حقیقت پیغمبر علیہ السلام و امام علیہ السلام ہی زندہ کرتا ہے۔

خالق اپنی قدرت کاملہ سے مردہ زندہ کرتا ہے اور مخلوق اللہ کے حکم سے مردہ کو زندہ کرتی ہے۔ قبض روح بھی اسی طرح ہے یہ سب لطف و کرم الٰہی ہے۔

جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے وہ ان آیات کے منافی نہیں ہے۔ ارشاد ہے کہ ہم نے آتش نمرود کو ابراہیم کے لیے گلزار کیا۔ اور ہم نے پہاڑوں کو داؤد کے لیے مسخر کیا۔ اور ان کے لیے لوہے کو بھی موم کیا۔ یہ تمام گذشتہ قصے ہیں اور یہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے کے انبیاء کا ذکر ہے اور ہمارا موضوع بحث نہیں ہے۔

ہماری بحث ہمارے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طاقت و توانائی میں ہے اور آپ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارہ اوصیاء علیہ السلام یہ سب کچھ خدا ہی نے ان حضرات کو عطا فرمایا ہے۔ خدا نے ان حضرات کو قدرت سے نوازا ہے تو یہ حضرات کبھی کبھار اللہ کے حکم سے اسی قدرت کا اظہار کرتے ہیں۔ اور دنیا میں خارق العادت افعال انجام دیتے ہیں۔ یہ خدا کے خالص بندے ہیں خدا کے حکم کے بغیر کوئی بھی حکم انجام نہیں دیتے......!!

یہ کاملاً درست ہے کہ ان کے افعال کو خدا کی طرف نسبت دی جائے جیسا کہ روایت احتجاج سے یہ واضح ہو جائے گا انشاء اللہ۔

ابوحمزہ ثمالی نے حضرت سید سجاد علیہ السلام سے دریافت کیا: کیا آئمہ ھدیٰ علیہم السلام مردہ زندہ کر سکتے ہیں......؟!!

اور مادرزاد اندھوں اور کوڑھی کو شفا دے سکتے ہیں......؟!

پانی کے اوپر چل سکتے ہیں.... ؟!

امام سجاد علیہ السلام نے فرمایا خدا نے کسی بھی نبی کو کوئی ایسی شیئے عطا نہیں کی مگر وہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا فرمائی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو چیزیں عطا ہوئی ہیں وہ کسی اور پیغمبر کو عطا نہیں ہوئیں۔ جو کچھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ملا ہے وہ سب امیر المومنین علیہ السلام کو ملا ہے آپ علیہ السلام کے بعد حضرت حسن علیہ السلام آپ علیہ السلام کے بعد حضرت حسین علیہ السلام آپ ام کے بعد آپ علیہ السلام کی اولاد سے جو آئمہ ھدیٰ علیہم السلام ہیں ان کو کئی گنا اضافہ کے ساتھ ملا ہے۔ پھر حضرت سجاد علیہ السلام نے ایک واقعہ کی شرح فرمائی: ایک مرد انصاری کا دنبہ تھا اس کو ذبح کیا گیا اور اسے بھونا گیا پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہلبیت علیہ السلام

اور خاص صحابہ نے تناول فرمایا اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس دنبہ کو زندہ کیا۔

ثقہ جلیل صفار نے بصائر الدرجات (باب ۳) ابو بصیر سے روایت نقل کی گئی ہے۔ میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام اور حضرت صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے عرض کیا: آپ علیہ السلام پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم کے وارث ہیں؟ فرمایا جی ہاں! ابو بصیر نے عرض کیا: تمام پیغمبران کے علم کے وارث اور ان کے تمام کمالات کے مالک ہیں۔ فرمایا: جی ہاں! پس ابو بصیرؒ نے عرض کیا: آپ علیہ السلام حضرات مردہ زندہ کر سکتے ہیں؟ اور مادر زاد اندھوں کو شفا دے سکتے ہیں؟ فرمایا: جی ہاں! اللہ کے حکم سے۔ پس ان حضرات سے ایک نے فرمایا: ہمارے قریب آؤ۔ ابو بصیرؒ کہتا ہے میں قریب گیا۔ تو آپ علیہ السلام نے اپنا دست مبارک سر اور آنکھوں پر پھیرا تو میں پہلے کی طرح ہو گیا۔

علی بن حکمؒ کہتا ہے۔ کہ یہ حدیث میں نے ابن ابی عمیر سے نقل کی ہے۔ انہوں نے فرمایا میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ حدیث روز روشن کی طرح عیاں ہے۔ اور اس میں کس قسم کے شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے۔

اس حدیث کو شیخ طبرسی نے اعلام الورای، مناقب شہر آشوب اور راوندی نے الخرائج میں ابو بصیر سے نقل کیا ہے۔ شیخ کشی نے رجال میں سند دیگر کے ساتھ علی بن الحکم سے روایت کی ہے۔ ایک مرتبہ منافقین نے ایک دنبہ کو مسموم کیا اور اس کے بعد بھون کر حضرت پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت امیر المومنین علیہ السلام اور اصحاب کی خدمت

میں پیش کیا۔آپ ن صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ے حضرت علی علیہ السلام اور دیگر اصحاب نے تناول فرمایا لیکن اس زہر نے کوئی اثر بھی نہیں کیا۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں اور علی علیہ السلام ایک ہی نور ہیں ۔خداوند عالم نے اہل آسمان و زمین کو ہماری معرفت کرائی اور ان سے ہمارے بارے میں عہد و پیمان لیا کہ ان کے دوستوں سے محبت کرو اور ان کے دشمنوں سے نفرت۔

اسی حدیث کے آخر میں ہے کہ اصحاب کی فرمائش پر آپ نے اس دنبہ (مادہ) کو زندہ کیا اور اس نے دودھ دیا۔سب اصحاب نے اس کا دودھ پیا۔دوبارہ وہ مرگیا۔(۱)

حضرت رسول اکرم نے منافقین کے چھ آدمی اور حضرت امیر المومنین ؑ نے چار آدمیوں کو اللہ کے حکم سے زندہ کیا۔(۲)

بعض اوقات پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امام علیہ السلام امردہ زندہ کرتے وقت دعا پڑھتے یا نماز پڑھتے اور اس کے بعد دعا کرتے۔

بعض اوقات اپنے قدم مبارک سے مردہ کو ٹھوکر مارتے اور فرماتے کہ خداوند عالم کے نزدیک بنی اسرائیل کی گائے سے میرے قدم عظیم تر ہیں۔

اثبات الھداۃ ج۶ ص۱۴۹: حضرت امام رضا علیہ السلام نے ایک شخص سے فرمایا تیرے نزدیک امامت کی کیا علامت ہے......؟ اس نے عرض کیا: غائب کی خبر دے، مردہ کو زندہ اور زندہ کو مار سکتا ہو۔آپ علیہ السلام نے فرمایا: میں کرسکتا ہوں۔قریش کا ایک گروہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آیا اور انہوں نے عرض کیا کہ ہماری گذشتہ

جداد کو زندہ کریں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا آپ علیہ السلام ان لوگوں کے ساتھ قبرستان جائیں اور جن لوگوں کا یہ نام لیں انہیں با آوازِ بلند میں کہیں: اے فلاں، اے فلاں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمہیں حکم دیا ہے کہ تم کھڑے ہو جاؤ اور زندہ ہو جاؤ۔ اللہ کے حکم سے۔ پس آپ نے آواز دی اور وہ زندہ ہو گئے۔ قریش نے چند سوالات ان سے پوچھے۔

(۱) بحار الانوار کمپانی ج ۶ ص ۲۹۹، الخرائج والجرائح، ایک روایت میں ہے کہ ابوایوب کا دنبہ تھا جسے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زندہ کیا۔ مناقب شہر آشوب اور مستدرک، سفینۃ البحار،

علامہ مجلسی نے بحار الانوار کمپانی ج ۱۱ ص ۶۷ پر نقل کی ہے یہ حدیث صحیح ہے اور یہ شیعوں کو امر واضح اور قطعی کی طرف متوجہ کرتی ہے۔ اس کے نیچے یہ ہے کہ امام مردہ کو زندہ کر سکتا ہے اور اندھے اور کوڑھی کو شفا بھی دے سکتا ہے۔ اور کائنات کے جس خطے ارض سے کوئی چیز منگوانا چاہے چشمِ زدن میں منگوا سکتا ہے۔ اور تمام انبیاء و مرسلین کے کام سے آگاہ ہوتا ہے

(۱) بلکہ تمام انبیاء و مرسلین گذشتہ سے عالم و افضل بھی ہیں۔ پس ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام علوم و کمالات قدرت انبیاء و مرسلین ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوصیاء کے پاس ہیں۔ بلکہ ان سے بھی کئی گنا زیادہ، یہ بھی واضح روایات میں سے ہے کہ جو کچھ ہم سابقہ میں واقع ہوا ہے اس امت میں واقع ہو گا۔ مردوں کا زندہ ہونا جیسا کہ قرآن کریم میں نقل ہوا ہے۔ مستدرک، سفینۃ البحار لغت (حیّ) ان موارد کو بیان کیا گیا ہے۔ اور ہم نے کچھ مطالب کتاب ''ارکان دین'' میں بیان کیے ہیں۔ پس مردوں کا زندہ ہونا اس امت میں بھی واقع ہوا ہے اور واقع ہو گا۔

حضرت رضا علیہ السلام نے فرمایا پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اندھوں کوڑھی کے مریضوں اور دیوانوں کو شفاء دیتے تھے۔ حیوانات، پرندگان، جن، شیطین، آپ سے تکلم کرتے تھے۔(۱)

جاہلیت کے دور میں ایک شخص نے اپنی بیٹی کو زندہ دفن کیا۔ اس نے حضرت پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت عرض کیا کہ اس بچی کو زندہ کریں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس شخص کے ساتھ قبرستان تشریف لائے اور فرمایا اے دختر زندہ ہو جاؤ اللہ کے حکم سے۔ وہ قبر سے باہر آئی اس نے کہا لبیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تیرے ماں باپ مسلمان ہو چکے ہیں اگر تم چاہو تو تجھے ان کی طرف بھیج دوں۔ اس نے عرض کیا نہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے ان کی ضرورت نہیں ہے۔(۲)

---

(۱) بحار الانوار باب جامع معجزات پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(۲) بحار الانوار باب جامع معجزات پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینۃ المعاجز میں پچاس سے زیادہ موارد نقل ہوئے ہیں۔ اثبات الھدۃ میں بھی کافی موارد نقل ہوئے ہیں۔ اس سے اور ایک حدیث نازل ہوئی ہے (قم با اذن اللہ و اذن جعفر ابن محمد) اللہ اور جعفر صادق علیہ السلام کے حکم سے زندہ ہو جاؤ۔

فصل نہم

اطاعت اشجار ونباتات برائے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وآئمہ ھدی علیہم السلام

ہمارا کلام یہاں دو بخش میں تقسیم ہوگا،

بخش اول اطاعت اشجار برائے حضرت پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے بہت زیادہ واقعات ہیں ہم نے چند ایک واقعات تبرکاً ذکر کیے ہیں۔ روایت نقل ہوئی ہے کہ حضرت ابوطالب علیہ السلام (قریش کے سامنے اپنے بھتیجے کا مقام ومرتبہ بیان کرنا چاہتے تھے،) نے عرض کیا: اے میرے بھتیجے کیا خدا نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنا کر بھیجا ہے: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جی ہاں!، آپ علیہ السلام نے عرض کیا: پیغمبروں کے

پاس معجزات ہوتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنا کوئی معجزہ ہمیں دکھائیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اس درخت سے کہو کہ محمد بن عبداللہ نے تجھے بلایا ہے کہ میری طرف آ۔ آپ علیہ السلام گئے اور اس درخت کو پیغام دیا سب لوگوں نے دیکھا کہ درخت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عاجزی وانکساری سے کھڑا ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا اے درخت اپنی جگہ پر چلے جاؤ۔ سب کے سامنے وہ واپس چلا گیا۔ (۱)

حضرت ابو طالب علیہ السلام نے عرض کیا میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت کی گواہی دیتا ہوں۔ اور فرمایا: یا علی علیہ السلام پیغمبر کی خدمت سے کبھی جدا نہ ہونا۔ (۳)

حضرت امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحرا میں رفع حاجت کرنا چاہتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو درختوں کو حکم دیا ایک دوسرے کے قریب جمع ہو جائیں۔ وہ چانک ایک دوسرے کے قریب جمع ہو گئے آپ نے رفع حاجت فرمائی ایک شخص وہاں گیا تو اس نے کوئی چیز بھی وہاں نہ دیکھی۔ (۴)

حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دن مکہ معظمہ میں ایک درخت کو بلوایا پس درخت آیا درحالانکہ اس کی ہر ٹہنی سے تسبیح و تحلیل کی آواز آ رہی تھی۔ آپ نے اس درخت سے فرمایا ٹکڑے ہو جاؤ۔ لوگوں نے دیکھا وہ ٹکڑے ہو گیا۔ دوبارہ فرمایا دو حصے آپس میں مل جاؤ پھر وہ آپس میں پیوست ہو گئے۔ پھر آپ نے فرمایا میری رسالت و نبوت کی گواہی دو اس نے گواہی دی۔ آپ نے پھر فرمایا اپنی

جگہ پر چلے جاؤ۔ وہ ذکر و تسبیح کرتا ہوا واپس چلا گیا۔ (۵)

یہ موارد بہت زیادہ ہیں اس کتاب میں اس سے زیادہ گنجائش نہیں ہے۔ (۶)

بحث دوم

درختوں نے حضرت امیر المومنین علیہ السلام اور آئمہ ھدیٰ علیہ السلام کی اطاعت بھی کی ہے اس کے موارد بھی بہت زیادہ ہیں۔ لیکن ہم تبرکاً چند روایات نقل کرتے ہیں۔

روایت ہوئی ہے کہ جب حضرت علی علیہ السلام جنگ صفین سے واپس تشریف لا رہے تھے۔ دوران سفر آپ علیہ السلام رفع حاجت کرنا چاہتے تھے۔ آپ علیہ السلام نے جناب قنبرؓ فرمایا: وہ درخت کہ جن کے درمیان کافی فاصلہ ہے ان سے کہو کہ وصی حضرت محمد ﷺ کا حکم ہے کہ آپس میں جمع ہو جاؤ۔ وہ درخت جناب قنبر سے بہت زیادہ دور تھے قنبر نے عرض کیا: مولا میری آواز ان درختوں تک نہیں پہنچے گی آپ علیہ السلام نے فرمایا

(۱) توحید صدوق۔ عیون اخبار الرضا۔ احتجاج طبرسی۔ بحا الانوار جدید ج ۱۰ ص ۳۰۴

(۲) بحار الانوار جدید ج ۱۸ ص ۱۸ از الخرائج والجرائح۔ کتاب مقام قرآن وعترت ص ۱۵۷۔۱۶۱ مستدرک سفینۃ البحار۔ (۳) بحار الانوار کمپانی ج ۹ ص ۲۴ ج جدید ج ۳۵ ص ۱۱۵۔ جدید ج ۳۵ ص ۱۷۔ امالی صدوق اور مناقب شہر آشوب میں بھی ہے۔

(۴) بحار الانوار کمپانی ج ۶ ص ۱۴۹، ۲۸۵

(۵) بحار الانوار کمپانی ج ۴ ص ۱۰۲، ج ۶ ص ۲۶۷۔ احتجاج طبرسی میں بھی مذکور ہے۔

(۶) تفصیل ہم نے مستدرک، سفینۃ البحار لغت (شجر) میں بھی بیان کی ہے۔

جس خدا نے تجھے بیناء بنایا ہے وہ تیری آواز ان تک پہنچانے پر قادر ہے۔قنبر نے آکر وہ پیغام پہنچا دیا اچانک مشاہدہ کیا وہ درخت ایک دوسرے کی طرف دوڑے اور ایک دوسرے کے ساتھ جڑ گئے۔

بعض منافقین نے کہا: حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام اپنے چچا زاد بھائی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرح ساحر ہیں۔منافقین کا غلط ارادہ تھا۔آپ علیہ السلام نے قنبر سے فرمایا: میں ان کے گمان کے مطابق ان سے دور درختوں کے علاوہ ان سے پنہاں نہیں ہوسکتا۔اے قنبر جاؤ درختوں سے کہو وصی رسولِ گرامی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم ہے کہ اپنی اپنی جگہ پر واپس چلے جاؤ۔درخت اپنی اپنی جگہ پر واپس چلے گئے۔آپ علیہ السلام رفع حاجت کے لئے تشریف لے گئے تو کوئی شخص بھی آپ علیہ السلام کو نہ دیکھ سکا۔جب حضرت ان لوگوں کے سامنے آئے تو منافقین رفع حاجت والی جگہ پر گئے تو کچھ بھی نظر نہ آیا(۱)

روایت میں ہے کہ ایک طبیب یونانی کی مولائے متقیان امیر المومنین علیہ السلام سے ملاقات کی تو اس یونانی طبیب نے عرض کیا: آپ علیہ السلام کا رنگ زرد اور آپ علیہ السلام کی پنڈلی نازک ہے کوئی وزنی چیز نہ اُٹھانا کہ ہڈی ٹوٹنے کا خطرہ ہے اور میرے پاس

(۱) بحار الانوار کمپانی ج۹ ص۶۰۳،

ایک دوائی ہے جو زردی رنگ کا علاج ہے۔لیکن اس کے استعمال سے چالیس دن بخار آجاتا ہے۔اس کے بعد عافیت حاصل ہوگی۔اور میرے پاس ایک ہی دوائی ہے جس کا رنگ زرد نہ ہوا گر وہ چنے کے برابر کھائے تو مر جائے گا۔کیوں کہ اس میں زہر ہے۔
آپ علیہ السلام نے فرمایا: وہ زہریلی دوائی مجھے دو۔آپ علیہ السلام نے وہ ساری دوائی کھالی۔ آپ علیہ السلام کا رنگ بہترین ہوگیا۔آپ علیہ السلام نے فرمایا: تو نے مجھے کہا کہ میں وزنی چیز نہ اُٹھاؤں،آپ علیہ السلام نے فرمایا: دیکھ کیا دیکھتے ہو.....؟ آپ علیہ السلام نے کمرے کے شہتیروں پر ہاتھ رکھا اور پوری چھت کو اُٹھالیا۔ یہ عجیب منظر دیکھ کر طبیب یونانی بے ہوش ہوگیا۔

آپ علیہ السلام کے حکم کے مطابق لوگوں نے اس پر پانی چھڑکا۔طبیب صاحب ہوش میں آئے اس نے عرض کیا: حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی آپ علیہ السلام ہی کی طرح تھے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا: میرا علم وعقل اور قوت انہی کی طرف سے ہے۔پھر آپ علیہ السلام نے فرمایا: قبیلہ ثقیف کا ایک آدمی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا: میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاج کے لیے آیا ہوں۔اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجنون ہیں میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علاج کرتا ہوں۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں تجھے قدرت خدا کی نشانی دکھاؤں تا کہ تو سمجھ جائے۔کہ میں تیرا ہرگز محتاج نہیں ہو اور تو میرا محتاج ہے۔ اس نے عرض کیا: جی ہاں،آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو کچھ چاہتے ہو کہو۔اس نے عرض

کیا: اس کھجور کے درخت سے کہیے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس درخت کو حکم دیا۔ وہ درخت اچانک آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں آ کھڑا ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: یہ تیرے لیے کافی ہے؟ اس نے عرض کیا: اسے حکم دیجیے کہ یہ اپنی جگہ پر واپس چلا جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حکم دیا وہ اپنی جگہ پر واپس چلا گیا۔ اس نے دیکھا تو وہ اپنی جگہ پر واپس جا چکا تھا۔

طبیب یونانی نے عرض کیا: جو کچھ آپ علیہ السلام نے بیان کیا ہے بہت ہی اچھی بات ہے۔ لیکن میں نے نہیں دیکھا۔ میں اس سے بھی کم کی درخواست کرتا ہوں۔ میں ایک طرف کھڑا ہو جاتا ہوں اور میں اپنی پوری طاقت سے آپ کے پاس نہیں آؤں گا اگر آپ علیہ السلام نے مجھے بے اختیار اپنے پاس بلا لیا تو میں سمجھوں گا کہ آپ علیہ السلام کا دین حق ہے۔

آپ علیہ السلام نے فرمایا یہ موضوع فقط تیرے لیے معجزہ ہے۔ تو سمجھ جائے گا کہ بے اختیار میرے پاس آئے ہو لیکن تو بعد میں یا کوئی اور یہ دعویٰ کرے کہ تو اپنی مرضی سے میرے پاس آیا تھا۔ تو مجھ سے اس چیز کا مطالبہ کرو جو تمہارے اور دوسروں کے لیے نشانیِ حق ہو۔ اس نے عرض کیا: اس کھجور کے درخت سے فرمائیے کہ اس کے اجزاء پراکندہ ہو جائیں۔ اور دوبارہ حکم دیں تو وہ آپس میں مل جائیں۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: میری طرف سے اس درخت کے پاس جاؤ اور اس سے کہو: اے درخت! وصی محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے تجھے حکم دیا ہے کہ تیرے اجزاء پراکندہ ہو جائیں۔ وہ گیا اور اس نے امام

م کا فرمان پہنچایا۔ اچانک اس نے دیکھا کہ وہ درخت ریزہ ریزہ ہو کر پراکندہ ہو گیا۔ اس کا کوئی نام ونشاں ہی نہ رہا گویا وہاں پر کوئی درخت ہی نہیں تھا۔ اس نے عرض کیا میری پہلی بات تو پوری ہوگئی لیکن دوسری باقی ہے۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: تم میری طرف سے اسی جگہ پر جاؤ اور وہاں جا کر کہو اے اجزا پرکندہ شدہ امیر المومنین علیہ السلام حکم دیتے ہیں کہ تم ایک جگہ جمع ہو جاؤ۔ حتیٰ کہ وہ پہلے کی طرح درخت بن گیا۔ یونانی نے عرض کیا میں چاہتا ہوں کہ یہ سرسبز ہو کر کھجوریں بھی دے۔ اور تمام حاضرین وہ کھجوریں کھائیں آپ علیہ السلام نے فرمایا: درخت کے پاس جاؤ اور جو کچھ کہا ہے میری طرف سے درخت سے جا کر کہو۔ اس نے جا کر کہا، سب نے دیکھا درخت سرسبز و شاداب ہو کر فوراً اس نے کھجوریں دیں سب نے کھائیں اور طبیب یونانی ایمان لے آیا۔ (۱)

اس روایت شریفہ سے ارادہ وفرمان امام علیہ السلام کے نفاذ کا پتہ چل جاتا ہے۔ یہ موضوع فقط امر اور حکم امام کو ثابت کرتا ہے۔ قدرت واختیار جس انسان سے چاہیں سلب کر سکتے ہیں لیکن خلقت دنیا امتحان کے لیے ہے۔ خدا چاہتا ہے کہ لوگ با اختیار ہوں کہ خود جنت اور دوزخ کا راستہ اختیار کریں۔ پیغمبر یا امام سلسلہ امتحان کو ختم نہیں کرتے مگر برائے معجزہ یا جہاں پر خدا نے اجازت دی ہو۔ ارشاد ہے

(۱) بحارالانوار کمپانی ج ۳ ص ۱۰۸، ج ۶ ص ۲۷۲، ۲۸۵، ج ۹ ۶۰۹ کتاب احجاج طبرسی، تفسیر امام حسن عسکری علیہ السلام اثبات الھداۃ

وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمَانُ وَلَدًا سُبْحَانَهُ بَلْ عِبَادٌ مُكْرَمُونَ (۲۶) لَايَسْبِقُونَهُ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِأَمْرِهِ يَعْمَلُونَ (۲۷ : انبیاء)

''اورانہوں نے کہاتم خداوند عالم کے لیے (ملائکہ)اولاد قرار دیتے ہو بلکہ وہ تو اللہ کے مکرم بندے ہیں اور وہ قول وفعل میں خدا پر سبقت حاصل نہیں کرتے بلکہ اللہ کے امر سے ہی ہر کام انجام دیتے ہیں''

اثبات الھداۃ ج۶ ص ۲۳۳۔ روایت نقل کی گئی ہے کہ اس کا خلاصہ یہ ہے۔ جب بھی حضرت علی نقی علیہ السلام متوکل کی مجلس میں تشریف لے جاتے تو تمام لوگ آپ علیہ السلام کا کھڑے ہو کر احترام کرتے تھے۔ جب آپ علیہ السلام تشریف لے جاتے تو وہ سب ایک دوسرے کو ملامت کرتے تم نے آپ علیہ السلام کا احترام کیوں کیا ہے۔ انہوں نے ایک دوسرے سے کہا جب آپ علیہ السلام تشریف لائیں تو کوئی بھی ان کے استقبال کے لیے کھڑا نہ ہو۔ جب آپ علیہ السلام تشریف لائے تو سب نے استقبال کیا ابو ہاشم جعفری نے ان سے کہا کہ تم نے تو کہا تھا کہ ہم استقبال کے لیے کھڑے نہیں ہوں گے۔ اب کیوں اُٹھے ہو؟ انہوں نے کہا ہم اپنے اختیار سے کھڑے نہیں ہوئے بے اختیار استقبال کرتے ہیں۔ اس طرح ایک واقعہ حضرت رضا علیہ السلام کے لیے بھی نقل ہوا ہے۔

حارث ہمدانی نے بھی روایت نقل کی ہے۔ کہ ہم حضرت امیر المومنین علیہ السلام ایک خشک درخت کے قریب آئے وہ اتنا خشک تھا کہ اس کی چھیل بھی گر چکی تھی

۔حضرت علی علیہ السلام نے اپنا دست مبارک اس پر پھیرا اور فرمایا: اے درخت سبز ہو جا ہم نے دیکھا وہ سبز ہو چکا تھا۔اور اس کی ٹہنیاں پھل سے لدی جا چکی تھیں ۔وہ ناشپاتی کا درخت تھا۔ہم نے خود بھی کھایا ور گھر کیلیئے بھی لے گئے۔ہم دوسرے دن اسے دیکھنے گئے وہ اسی طرح سرسبز وشاداب اور پھل دار تھا۔(۲)

قطب الدین راوندی نے حضرت امام باقر علیہ السلام ،حضرت امام سجاد علیہ السلام ،حضرت امام حسین علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: ہم حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی خدمت میں موجود تھے۔ ہمارے قریب انار کا ایک خشک درخت تھا۔اسی دوران منافقین کا ایک گروہ بھی آ پہنچا اور حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی خدمت میں کافی مومنین اور آپ علیہ السلام کے حب دار بھی تھے آپ علیہ السلام نے فرمایا: آج میں تم لوگوں کو اس دستر خوان کا نمونہ دکھاؤں گا جو بنی اسرائیل پر نازل ہوا تھا۔آپ علیہ السلام نے فرمایا: تم لوگ اس خشک درخت کو دیکھئے۔ہم نے دیکھا تو آپ علیہ السلام کے حکم سے اس کی خشک لکڑیوں میں پانی کی رطوبت جاری ہوگئی۔وہ سرسبز وشاداب ہو گیا اور اس پر انار بھی لگ گئے۔آپ علیہ السلام نے اپنے حبداروں سے فرمایا: ہاتھ بڑھاؤ اور کھاؤ ۔حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: ہم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر انار کھانے میں

(۲) بصائر الدرجات۔الخرائج والجرائح۔بحار الانوار کمپانی ج۹ ص ۵۶۸

مشغول ہو گئے اور ہم نے ان جیسے میٹھے اور لذیذ انار کبھی بھی نہیں کھائے تھے۔آپ علیہ السلام نے اپنے دشمنوں سے فرمایا کہ تم لوگ ہاتھ بڑھا کر انار توڑ کر کھاؤ۔جب انہوں نے ہاتھ بڑھائے تو درخت کی شاخیں بلند ہو گئیں وہ انار نہ توڑ سکے انہوں نے آپ علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا۔یا امیر المومنین علیہ السلام یہ سارے لوگ کھا رہے ہیں لیکن ہم نہیں کھا سکے۔آپ علیہ السلام نے فرمایا: بہشت میں بھی اسی طرح ہوگا۔جنت کی نعمتیں بھی فقط ہمارے حبدار تناول فرمائیں گے۔اور ہمارے دشمنوں کا ان نعمات میں کوئی بھی حصہ نہیں ہے۔انہوں نے کہا: یہ علی ابن ابیطالب علیہ السلام کا سحر ہے سلمان نے ان سے کہا کیا کہتے ہو یہ سحر ہے کیا تم دیکھ نہیں رہے ہو...... ؟! (۱)

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: کہ میرے بابا حضرت امام محمد باقر علیہ السلام حجرہ میں تشریف لے گئے۔آپ علیہ السلام کے غلاموں نے آپ علیہ السلام کا خیمہ اطہر نصب کیا۔آپ علیہ السلام ایک درخت کے قریب تشریف لے گئے اور آپ علیہ السلام نے خدا کی حمد وثنا کی۔اس کے بعد آپ علیہ السلام نے دعا فرمائی اے درخت :! جو کچھ خداوند عالم نے تجھے عطا کیا ہے ہمیں اس سے طعام دے۔امام علیہ السلام نے فرمایا: امام نے فرمایا ہم نے دیکھا سرخ رنگ کی کھجوریں اس درخت سے گریں۔پس تمام حاضرین سیر ہو کر کھائیں۔ابو امیہ انصاری بھی آپ علیہ السلام کے ہمراہ تھا اس نے بھی کھجوریں کھائیں اور کہا کہ یہ معجزہ حضرت مریم علیہا السلام کے معجزہ کی مثل ہے (۲)

حقیر کیا ہے: یہ تشبیہ شاید اس لیے ہے تا کہ شیعوں کا اشتباہ دور ہو جائے جو حضرت مریمؑ کے بارے میں یہ کہیں کہ وہ معجز نما تھیں اور امام علیہ السلام جو مریم علیہا السلام سے ہزاروں درجے بالاتر ہیں ان کے لیے یہ معجزات بعید نہیں ہیں۔

جناب صفار نے بصائر الدرجات میں سلیمان بن خالد سے روایت نقل کی ہے کہ میں اور ابو عبداللہ بلخی حضرت صادق آلِ محمد علیہم السلام کی خدمت میں حاضر تھے۔ آپ علیہ السلام نے ایک کھجور کے خشک درخت سے فرمایا: اے درخت جو کچھ ذات واجب نے تجھ میں قرار دیا ہے ہمیں طعام دے سلمان کہتے ہیں۔ میں دیکھا تو فوراً اس میں مختلف رنگوں کی تازہ کھجوریں گرنے لگیں ہم نے سیر ہو کر کھائیں۔ اور بلخی نے عرض کیا: یہ حضرت مریمؑ کے قصہ کی شبیہ ہے (۳)

ابن شہر آشوب نے داود نیلی سے روایت کی ہے کہ ہم حضرت صادق علیہ السلام کی خدمت میں عازم حج تھے۔ دوران سفر نماز ظہر کا وقت ہو گیا۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: اے داود راستہ چھوڑ تا کہ نماز کے لیے تیار ہو جائیں۔ میں نے عرض کیا: میں آپ علیہ السلام پر فدا ہو جاؤں یہ جنگل بیابان ہے کس طرح نماز کے لیے آمادہ ہوں۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا خاموش رہو۔ اس بات میں دخل نہ دو۔ آپ علیہ السلام راستہ سے تھوڑا دور تشریف لے گئے آپ علیہ السلام نے قدم مبارک زمین پر مارا۔ سرد پانی کا چشمہ جاری ہو گیا۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: اے داود کھجور کھانے پر دل ہے۔ میں نے عرض کیا جی ہاں آپ علیہ السلام

نے اپنا دست مبارک اس خشک درخت پر پھیرا اور اسے حرکت دی۔اس سے تازہ کھجوریں نکالیں اور مجھے کھلائیں۔پھر آپ علیہ السلام نے دست مبارک اس کے اوپر پھیرا اور فرمایا: اپنی پہلے والی حالت پر پلٹ جاؤ۔وہ پہلے کی مانند خشک ہوگیا (۴)

حضرت موسیٰ ابن جعفر علیہ السلام ایک دن ایک شخص عابد وزاہد کے لیے خلافت و امامت حضرت امیر المومنین علیہ السلام اور آپ علیہ السلام کے اوصیاء علیہ السلام کے بارے میں گفتگو فرمارہے تھے۔جب آپ علیہ السلام کے نام کی باری آئی تو آپ علیہ السلام خاموش ہوگئے ۔اس زاہد نے دریافت کیا: میں آپ علیہ السلام پر فدا ہو جاؤں اس زمانے میں حجت خدا اور امام علیہ السلام کون ہیں۔آپ علیہ السلام نے فرمایا: اگر بتاؤں تو قبول کرو گے؟ اس نے عرض کیا: مولا ضرور قبول کرونگا۔

آپ علیہ السلام نے فرمایا: میں مخلوقات عالم پر اللہ کی حجت اور امام علیہ السلام برحق ہوں۔اس نے عرض کیا: میں آپ علیہ السلام پر قربان ہو جاؤں اسکی دلیل اور حجت کیا ہے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا: اس درخت کے پاس جاؤ اور اس سے کہو موسیٰ ابن جعفر علیہ السلام تجھے بلا رہے

(۱) الخرائج والجرائح راوندی۔بحار الانوار کمپانی ج ۹ ص ۵۶۹۔ج ۴۱ ص ۲۸۴۔۲۴۹۔

(۲) بحار الانوار کمپانی ج ۱۱ ص ۶۷۔اور صفحہ ۷۰ پر اسی طرح کا واقعہ جناب جابر سے مروی ہے۔

(۳) بحار الانوار کمپانی ج ۱۱ ص ۱۲۶

(۴) مناقب شہر آشوب۔بحار الانوار کمپانی ج ۱۱ ص ۱۳۹۔

ہیں جب اس نے درخت کو پیغام دیا تو وہ زاہد کہتا ہے کہ میں نے خود دیکھا وہ درخت آپ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو گیا آپ علیہ السلام نے درخت سے فرمایا اپنی جگہ پر چلے جاؤ۔ وہ زاہد و عابد آپ علیہ السلام کی امامت کا قائل ہو گیا۔(۱)

حضرت امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: حضرت پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دانہ کو چوس کر زمین میں کاشت کرتے تو وہ اسی وقت درخت بن جاتا۔(۲)

جب پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سلمان فارسی کو یہودی سے خریدنا چاہا تو اس نے کہا میں اسے چارسو خرما کے درخت کے بدلے فروخت کرونگا۔ ان میں دوسو زرد اور دوسو سرخ ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا: کھجور کی چارسو گٹھلی جمع کرو۔ آپ علیہ السلام نے گٹھلیاں جمع کیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کاشت فرمائیں۔ اور حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا: انہیں پانی دو۔ آپ علیہ السلام نے پانی دیا۔ ان گٹھلیوں سے کھجوروں کا باغ بن گیا۔ اس یہودی نے کہا پورے چارسو درخت زرد ہوں تو پھر فروخت کروں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے سرخ کھجوریں زرد ہو گئیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سلمان خرید کر اس کا نام سلمان رکھ دیا۔(۳)

---

(۱) بصائر الدرجات۔ خرائج والجرائح۔ ارشاد شیخ مفید۔ طبرسی اعلام الوریٰ۔ اصول کافی کلینی۔ بحار الانوار کمپانی ۱۱ ص ۲۴۶۔

(۲) بحار الانوار میں اصول کافی سے نقل کی گئی ہے۔

(۳) بحار الانوار کمپانی ج۶ ص ۷۵۷۔ ج ۱۱ ص ۱۳۲۔ مستدرک سفینۃ البحار لغت (مسلم)

فصل دہم

دراطاعت جمادات۔

یہ کئی موارد ہیں لیکن ہم چند ایک پر اکتفا کریں گے

حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا۔ایک یہودی نے آکر مسلمانوں پر اعتراض کرنا شروع کر دیا کہ تم اپنے نبی کے لیے تمام انبیاء کے فضائل کے قائل ہو اور تم لوگ انہیں تمام انبیاء سے افضل بھی سمجھتے ہو۔گروہ مسلمین میں حضرت امیر المومنین علیہ السلام بھی تشریف فرما تھے۔آپ علیہ السلام نے فرمایا میرے پاس آؤ اور جو کچھ پوچھنا چاہتے ہو پوچھو۔آپ علیہ السلام نے فرمایا: پہاڑوں کے موکل فرشتہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا: میں خدا کی طرف سے مامور ہوں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو حکم فرمائیں

میں انجام دینے کے لیے حاضر ہوں ۔اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اجازت دیں تو میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دشمنوں کو پہاڑوں کے ذریعے ہلاک کردوں ۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اجازت نہ دی ۔فرمایا میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رحمت ہوں ۔(پروردگارا......! میری قوم کو ہدایت فرما) یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا پہاڑ حضرت داؤد کے ساتھ تسبیح پڑھتے تھے ۔حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے کہیں بہتر انجام دیا ہے ۔میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں کوہ حرا پر تھا۔اچانک پہاڑ نے حرکت شروع کردی۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے پہاڑ آرام کرو۔تیرے اوپر امیرالمومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام کے قدم ہیں ۔میں نے دیکھا تو پہاڑ نے آپ کی بات قبول کی اور سکون وآرام میں آگیا ۔الخ.....(۱)

روایت : کی گئی ہے کہ یہودیوں کا ایک گروہ حضرت پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: یا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: اس سامنے والی پہاڑ سے کہیے وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گواہی دے اگر اس نے گواہی دی تو ہم بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رسالت کی گواہی دیں گے اور ایمان لائیں گے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس پہاڑ کا کہو میں اس سے گواہی طلب کروں گا ......!! پس وہ لوگ ایک پہاڑ کے قریب آئے اور عرض کیا: اس پہاڑ سے گواہی طلب کرو۔پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پہاڑ کو حکم دیا کہ میری رسالت کی شہادت دو اچانک

پہاڑ متحرک ہو گیا اور باواز بلند رسالت کی گواہی دی۔اور کہا یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام انبیاء ومرسلین سے افضل واشرف ہیں۔تمام نے یہ بات بھی سنی۔اور پہاڑ نے عرض کیا: اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے پروردگار سے یہ کہیں کہ دنیاوی لوگوں کو خنزیر و بندر کی شکل میں مسخ کر دے تو خدا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بات قبول کر لے گا۔اگر آپ کہیں کہ آسمان زمین اور زمین آسمان پر چلی جائے تو یہ بات بھی قبول ہو گی خدا نے زمین، آسمان، پہاڑ، دریا، ہوا، صاعقہ، حیوانات، اور تمام مخلوقات کو تیرا مطیع بنایا ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو حکم کریں گے وہ قبول ہوگا۔(۲)

عبدالرحمٰن بن الحجاج کہتے ہیں میں تنہا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں تھا۔اور ہم مکہ اور مدینہ کے درمیان تھے۔میں نے عرض کیا: میرے مولا! امام حق کی علامت کیا ہے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا: اگر اس پہاڑ سے کہے آجا۔وہ پہاڑ آجائے عبدالرحمٰن کہتے ہیں خدا کی قسم میں نے دیکھا تو پہاڑ آرہا تھا(۳)

آپ علیہ السلام نے پہاڑ پر عصا مارا تو اس سے سو اونٹ باہر آگئے حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا نے ایک عرب سے سو اونٹوں کا وعدہ کیا تھا تو آپ علیہ السلام نے وہ اونٹ اُسی عرب

---

(۱) بحار الانوار کمپانی ج۴ ص۹۸، ج۶ ص۲۶۱۔۲۶۷ بحار الانوار جدید ج ۱۰ ص۳۰ تا ۴۰، ج ۱۷ ص۲۷۵

(۲) بحار الانوار کمپانی ج۶ ص ۲۷۷ باب جوامع معجزات پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(۳) بحار الانوار کمپانی ج۱۱ ص۱۳۲، ج۴۷ ص۱۰۱۔مستدرک سفینۃ البحار ج۲ ص۲۶ لغت جبل۔

کو دے دیئے۔ جس کا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وعدہ کیا تھا۔ یہ صالح کی ناقہ جیسا معجزہ ہے۔ اس کیلئے پہاڑ سے خدا کے حکم سے ناقہ نکلی تھی۔ اور حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے بھی سو اونٹ پہاڑ سے نکالے۔ ایک پتھر نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ اور حضرت علی علیہ السلام کے ہاتھ پر گواہی دی (لا الہ الا اللہ محمد رسول الله رضيت بالله رباو بمحمدنبيا و بعلی ابن ابيطالب وليا

اوالعامت حلوانی نے امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: مجھے ایک ایسا معجزہ دکھایئے جس سے میرے دل کے شک وشبہات دور ہو جائیں۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا۔ جو چابیاں آپ کے پاس ہیں مجھے دیجیے۔ میں نے وہ چابیاں آپ علیہ السلام کی خدمت میں پیش کر دیں۔ میں نے دیکھا تو وہ چابی اچانک شیر بن چکی تھی میں ڈر گیا آپ علیہ السلام نے فرمایا اسے پکڑ لو اور ڈرمت جب میں نے اسے پکڑا تو وہ پہلے کی طرح چابیاں تھیں۔ (۱)

محمد بن ابی العلد نے یحییٰ بن اکثم سے علوم آل محمد علیہم السلام کے بارے میں سوال کیا: تو اس نے جواب دیا: میں حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر کے طواف میں مشغول تھا حضرت امام جواد علیہ السلام بھی طواف قبر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں مصروف تھے۔ میں نے آپ علیہ السلام سے چند مسائل کے بارے میں دریافت کیا: آپ علیہ السلام نے جواب عنایت فرمائے۔ میں نے عرض کیا: میں آپ علیہ السلام سے ایک مسئلہ پوچھنا چاہتا ہوں لیکن مجھے شرم آتی ہے۔ آپ

علیہ السلام نے فرمایا تیرے سوال سے پہلے جواب دوں؟! تو مجھ سے یہ پوچھنا چاہتا ہے کہ امام کون ہے......؟!: میں نے عرض کیا خدا کی قسم میں یہی سوال پوچھنا چاہتا تھا۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: میں امام برحق ہوں۔ میں نے عرض کیا: اس کی نشانی کیا ہے؟! میں نے سنا کہ آپ علیہ السلام کا عصا فصیح زبان میں کہہ رہا تھا کہ آپؑ میرے مولا امام علیہ السلام اور اللہ کی حجت ہیں (۲)

اصبغ نقل کرتے ہیں کہ ہم حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھے ہم ایک جگہ پر پہنچے تو آپ علیہ السلام نے زمین پر ٹھوکر ماری تو زمین زلزلہ میں آگئی۔ دوسری روایت میں ہے کہ جب زمین پر زلزلہ آیا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: ساکن ہو جا۔ تو زمین سکون وآرام میں آگئی........ !!

ابو بکر کی خلافت کے زمانے میں زلزلہ آیا آپ علیہ السلام نے دست مبارک زمین پر رکھا اور فرمایا آرام:: زمین اسی لمحے سکون میں آگئی۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: میں وہ انسان ہوں کہ جس کے بارے میں خداوند عالم نے فرمایا ہے۔

وَقَالَ الْإِنسَانُ مَا لَهَا (۳سورہ زلزال)

قیامت کے زلزلہ کے وقت میں زمین سے کہوں گا تجھے کیا ہو گیا ہے اور زمین اپنی خبریں مجھے بتائے گی......!!

عمر کی خلافت کے زمانے میں بھی زلزلہ آیا۔ آپ علیہ السلام کافی لوگوں کے ہمراہ جنت

البقیع میں آئے اور زمین کو پیر کی ٹھوکر مار کر فرمایا: ساکن ہو جا تو زمین ساکن ہو گئی۔

اور روایت میں ہے کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا: قیامت کے زلزلہ میں بھی زمین سے تکلم کروں گا اور زمین اپنے راز مجھے بتائے گی۔(۳)

جابر بن یزید جعفی نے حدیث نقل کی ہے کہ میں حضرت امام باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے اپنی مشکلات آپ علیہ السلام سے بیان کیں: آپ علیہ السلام نے فرمایا: ہمارے پاس ایک درہم بھی نہیں ہے۔

تھوڑی دیر کے بعد کمیت شاعر وارد ہوئے اور انہوں نے آپ علیہ السلام سے عرض کیا: اگر آپ علیہ السلام اجازت دیں تو میں آپ علیہ السلام کو ایک قصیدہ سناؤں۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: سناؤ۔ کمیت نے قصیدہ سنایا آپ علیہ السلام نے ایک غلام سے کہا گھر میں جاؤ اور وہاں سے ایک تھیلی اٹھا لاؤ۔ وہ تھیلی کمیت کو دے دی۔

(۱) بحار الانوار ج ۴۷ ص ۱۱۷۔

(۲) بحار الانوار کمپانی ج ۱۲ ص ۱۱۶۔ اور اصول کافی میں بھی ہے۔ مدینۃ المعاجز میں ہے کہ حضرت امام صادق علیہ السلام ایک کنویں پر تشریف لائے اور وہ خشک ہو چکا تھا آپ علیہ السلام نے فرمایا اے کنویں ہمیں پانی سے سیراب کر تو کنویں سے پانی نکلا اور سطح زمین تک آ گیا۔ تو آپ علیہ السلام نے اور آپ علیہ السلام کے اصحاب نے پانی پیا۔ !

(۳) بحار الانوار ج ۹ ص ۵۷۶، ۵۷۵، ج ۳ ص ۲۲۲، ج ۱۴ ص ۳۱۶ بحار الانوار جدید ج ۷ ص ۱۱۱، ج ۴۱ ص ۲۵۳، ۲۷۱، ۲۷۲، ج ۲۴ ص ۱۷۔ تفسیر البرہان و تفسیر نور الثقلین در تفسیر سورہ زلزال۔ اثبات الھداۃ ج ۵ ص ۱۲، ۱۳۔

کمیت نے عرض کیا: اگر اجازت ہو تو ایک قصیدہ اور سناؤں۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: پڑھو۔ آپ علیہ السلام نے دوبارہ خادم سے فرمایا کہ ایک تھیلی اور لاؤ اور وہ کمیت کو دے دو ۔اس کے بعد کمیت نے پھر اجازت چاہی تو امام علیہ السلام نے اجازت دی اور غلام سے فرمایا ایک تھیلی اور لا کر کمیت کو دے دو۔ غلام نے تھیلی کمیت کی خدمت میں پیش کی۔ کمیت نے پھر اجازت مانگی آپ علیہ السلام نے فرمایا: پڑھو اس نے قصیدہ پڑھا اور آپ علیہ السلام نے غلام سے کہا کہ ایک تھیلی لا کر کمیت کو دے دو۔ غلام نے تھیلی کمیت کی خدمت میں پیش کی۔ کمیت نے عرض کیا: خدا کی قسم میں نے یہ فضائل مال دنیا کی لالچ میں نہیں کہے۔ میں فقط اپنی محبت کا اظہار کرنا چاہتا تھا میری اور کوئی غرض وغایت نہیں تھی۔ آپ علیہ السلام نے اس کے لیے دعا کی۔ اور غلام سے فرمایا: یہ تھیلیاں وہاں پر جا کر رکھ دو۔ جابر کہتے ہیں کمیت جب چلے گئے تو میرے ذہن میں یہ بات آئی کہ حضرت علیہ السلام نے مجھے فرمایا ہے کہ ہمارے پاس کوئی ایک درہم نہیں ہے اور کمیت کے لیے تیس ہزار درہم کا حکم دے دیا۔ میں اسی فکر میں تھا کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا: اے جابر اٹھو اور اس گھر جاؤ۔ جابر کہتے ہیں کہ جب میں اسی گھر میں داخل ہوا تو میں نے وہاں جا کر ایک درہم بھی نہ پایا۔ میں واپس آیا۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: ہماری پوشیدہ چیزیں ظاہری چیزوں سے زیادہ ہیں۔ آپ علیہ السلام نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے اسی گھر کے اندر لے گئے۔ اپنا قدم مبارک زمین پر مارا تو اچانک اونٹ کی گردن کی مانند سونا زمین سے

باہر آیا۔آپ علیہ السلام نے فرمایا: اسے غور سے دیکھو۔سوائے معتمدین مومنین کے کسی کو آگاہ نہ کرنا۔(الا اللہ اقدر نا ما نرید)جو کچھ ہم چاہیں خدا نے ہمیں طاقت دی ....(۱)

چند موارد: حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارادہ سے ایک خشک لکڑی تلوار بن گئی ۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ کسی مومن کو مدد کے لیے دی۔اور اس نے اس تلوار سے جنگ کی عکاشہ کی جنگ بدر میں تلوار ٹوٹ گئی پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے ایک لکڑی دی اور فرمایا : کفار سے جنگ کرو وہ لکڑی شمشیر براں بن گئی اور اس نے طلحہ کو جنگ جمل میں اسی سے قتل کیا(۲)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک لکڑی کسی اور کو دی وہ چراغ روشن بن گئی جیسا کہ ابواب رحمت میں لکھا ہے۔

روایت ام سلمہ میں ہے کہ اس نے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خلافت حقہ الٰہیہ کی نشانی طلب کی ۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنگریزے اٹھائے اور اپنے ہاتھ پر آٹے کی طرح خمیر کر دیئے ۔اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارادہ سے یاقوت احمر بن گئے ۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انگوٹھی کی مہر اس پر ثبت کی تو وہ مہر اس میں ثبت ہوگئی۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اسی طرح انگوٹھی کی مہر ثبت کرلے وہ میرا وصی ہوگا۔اس کے بعد حضرت علی علیہ السلام کی خدمت میں اور اس کے بعد حضرت حسن علیہ السلام اور حسین علیہ السلام اور امام سجاد علیہ السلام کی

خدمت میں وہ یاقوت پیش کیا گیا۔ تو ان حضرات معصومین علیہ السلام نے اپنی اپنی انگوٹھیوں کی مہریں ثبت فرمائیں۔ (۳)

---

(۱) اختصاص شیخ مفید۔ بصائر الدرجات۔ منتہی الآمال۔ بحار الانوار۔ مناقب شہر آشوب۔

(۲) بحار الانوار کمپانی ج ۶ ص ۲۶۲، ۲۸۸۔

(۳) بحار الانوار کمپانی ج ۷ ص ۲۲۶۔ بحار الانوار ج ۲۵ ص ۱۸۶۔ مدینۃ المعاجز میں ہے لوگوں نے حضرت صادق سے امامت کی نشانی طلب کی تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر میں چاہوں تو آسمان کو زمین پر لے آؤں اور زمین کو آسمان پر لے جاؤں

فصل یازدہم

بادل اور ہوا کی اطاعت

ایک یہودی نے حضرت علی علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سر پر بادل سایہ کیا کرتے تھے۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: یہ اس وقت ہوتا تھا جب حضرت موسیٰ علیہ السلام صحرا میں سفر کرتے تھے لیکن حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس سے کہیں زیادہ عطا کیا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت سے لے کر وفات تک ہر وقت سفر و حضر میں بادل آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر پر سایہ فگن رہتے تھے۔(۱)

روایات کثیرہ میں ہے کہ خداوند عالم نے امام علیہ السلام کو اتنی طاقت عطا فرمائی ہے کہ وہ

آن واحد میں مشرق سے مغرب اور غرب سے شرق جا سکتا ہے اور خدا نے بادلوں کو امام علیہ السلام کے لیے مسخر فرمایا ہے: جہاں جانا چاہے اس کے لیے اسباب مہیا ہیں جا سکتا ہے۔

حدیث بساط میں ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام نے بساط پر ابوبکر عمر اور دیگر صحابہ کو سوار کیا اور ہوا کو حکم دیا کہ وہ ہمیں اصحاب کہف کے پاس لے جائے۔ ہر ایک نے سلام کیا لیکن اصحاب کہف نے جواب نہ دیا..... مگر جب حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے سلام کیا تو انہوں نے جواب دیا اور انہوں نے کہا کہ ہم فقط نبی یا نبی کے وصی کے سلام کا جواب دیتے ہیں۔ (۲)

علی بن صالح: طالقانی کا واقعہ بہت مشہور ہے کہ بحری سفر کے دوران ان کی کشتی ٹوٹ گئی اور اس نے اپنے آپ کو کشتی کے ٹوٹے ہوئے تختہ پر پایا۔ اس نے شدت پریشانی سے اپنے آپ کو پانی میں گرا دیا حتیٰ کہ پانی کی موجوں نے اسے ایک جزیرہ میں ڈال دیا۔ وہ جزیرہ میں بھوکا پیاسا مارے مارے پھر رہا تھا کہ اچانک اس کو ایک غار نظر آئی۔ وہ غار کے قریب گئے تو وہاں تسبیح و تہلیل اور تلاوت قرآن مجید کی آواز آ رہی تھی۔ دریں اثنا غار سے آواز آئی اے علی بن صالح خدا تم پر رحمت نازل کرے غار کے اندر آ جاؤ۔ کہتے ہیں میں اندر آ گیا اور میں نے سلام کیا انہوں نے جواب دیا ۔میں نے دیکھا تو وہاں ایک بزرگوار تشریف فرما تھے۔ انہوں نے فرمایا: خدا نے تیرے اوپر احسان کیا ہے اور تجھے دریا کی طوغانی سے نجات ملی ہے۔ اگر آپ چاہیں تو

میں آپ کو بتاؤں کہ تم کتنے دن سے سفر کر رہے ہو۔میں تیری تمام سرگزشت سے واقف ہوں۔جب انہوں نے مجھ سے کہا کہ بیٹھ جاؤ تو میں نے کہا آپ کو خدا کی قسم دیتا ہوں آپ میرے حالات سے کس طرح واقف ہیں؟!انہوں نے جواب دیا: خداوند متعال نے مجھے مطلع فرمایا ہے۔۔اور تم بھوکے بھی ہو۔پانی اور کھانا طالقانی کے لیے مہیا ہوگیا۔میں نے اس جیسا لذیذ کھانا کبھی بھی نہیں کھایا تھا۔اس بزرگوار نے مجھے کہا: آیا وطن جانا پسند کرو گے ؟!میں نے عرض کیا: مجھے وطن کون لے جائے گا۔انہوں نے فرمایا: ہم قادر ہیں کہ تمہیں وطن پہچائیں۔پھر آپ علیہ السلام نے دعا پڑھی اور آسمان کی جانب ہاتھ اٹھائے اور فرمایا: اسی وقت، میں نے دیکھا تو بادل حاضر ہوگیا۔اس نے عرض کیا:السلام و علیکم یا ولی الله و حجته آپ علیہ السلام نے اس بادل کے سلام کا جواب دیا۔آپ علیہ السلام نے فرمایا کہاں جارہے ہو؟!رحمت بن کر جارہے ہو یا عذاب بن کر......؟ یہ بادل چلا گیا اور دوسرا بادل آ گیا۔اس نے سلام کیا آپ

(۱) بحار الانوار کمپانی ج۶ ص۴۵، ۴۷، ۵۰، ۸۲، ۹۶، ۹۸، ۱۰۰، ۱۰۸، ۱۰۶، ۱۴۹، ۲۸۲۔بحار الانوار جدید ج ۱۵ ص۴۱۴، ۲۱۵، ۳۴۹ ج۱۷ ص۲۳۱، ۳۵۵۔

(۲) بحار الانوار کمپانی ج۷ ص۳۶۵ ج۹ ص۳۷۶، ج۳۹ ص۱۳۶، ج۲۷ ص۳۲۔بصائر الدرجات میں ہے کہ آئمہ علیھم السلام آن واحد میں کائنات عالم کا چکر لگا سکتے ہیں۔بصائر الدرجات میں باب ۱۵ میں ہے کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام بادل پر سوار ہوکر آسمان و زمین مسلط اور آگاہ ہیں۔بصائر الدرجات میں باب ۱۵ میں ہے کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام بادل پر سوار ہوکر آسمان و زمین کی سیر پر مسلط اور آگاہ ہیں

علیہ السلام نے جواب سلام دیا۔آپ علیہ السلام نے پوچھا کہاں جارہے ہو؟!اس نے عرض کیا رحمت بن کر طالقان جارہاہوں۔آپ علیہ السلام نے فرمایا: میں ایک امانت تیرے سپرد کرتا ہوں اسے امن وامان سے طالقان پہنچادینا۔بادل نے عرض کیا: آپ علیہ السلام کی اطاعت ہوگی۔آپ علیہ السلام نے فرمایا زمین پرآجاؤ۔وہ بادل زمین پرآگیا۔تو آپ علیہ السلام نے میرا بازو پکڑ کر مجھے بادل پرسوار کیا۔اس وقت میں نے عرض کیا : آپ علیہ السلام کو خدا جل جلالہ ،رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت علی علیہ السلام اور آئمہ ھدیٰ علیہ السلام کی قسم دیتا ہوں آپ علیہ السلام مجھے بتائیں آپ علیہ السلام کون ہیں؟! آپ علیہ السلام نے فرمایا: اے علی بن صالح خدا زمین کو اپنی حجت سے خالی نہیں چھوڑتا۔حتیٰ کہ چشم زدن کی دیر میں بھی زمین حجت سے خالی نہیں ہوتی ہے ۔یاوہ حجت ظاہر ہوتی ہے یا باطن ومخفی ہوتی ہے۔میں اللہ کی حجت ہوں اور میں موسیٰ ابن جعفر علیہ السلام ہوں۔پھر آپ علیہ السلام نے بادل کو حرکت کرنے کا حکم دیا۔میں نے کسی قسم کی کوئی تکلیف نہیں دیکھی اور تھوڑی سی دیر میں طالقان پہنچ گیا۔(۱)

ضروری ہے کہ مرد ہمدانی کا قصہ ہی یہاں مختصراً نقل کیا جائے کیونکہ وہ علی بن صالح کے قصہ کی شبیہ ہے۔

شیخ صدوق اپنی کتاب کمال الدین میں بیان کرتے ہیں کہ اہل ہمدان میں سے ایک شخص نے کہا کہ میں حج سے واپس آرہا تھا۔چند منازل کا سفر میں نے طے کیا اور میں بہت ہی تھک چکا تھا۔میں نے تھوڑا سا آرام کیا اور جب بیدار ہوا تو قافلہ کا کوئی نام ونشان نہیں تھا۔میں اس پریشانی کے عالم میں امام زمانہ علیہ السلام (عج) سے متوسل ہوا

۔اچانک مجھے عالی شان محل نظر آیا۔ میں اس محل کے قریب گیا تو خادم نے مجھے اندر جانے کی اجازت دے دی۔میں نے وہاں وہاں ایک چودھویں کے چاند کی مانند بزرگوار کو دیکھا۔آپ علیہ السلام نے فرمایا جانتے ہو میں کون ہوں؟!میں نے عرض کیا:نہیں ۔آپ علیہ السلام نے فرمایا میں قائم المهدی علیہ السلام (عج) ہوں جو کہ آخرالزمان میں ظہور کروں گا ۔اور میں زمین کو عدل وانصاف سے بھر دوں گا۔اس کے بعد فرمایا:تو فلاں ہمدانی ہے ۔میں نے عرض کیا جی ہاں،،آپ علیہ السلام نے پوچھا اپنے شہر اور وطن واپس جانا چاہتے ہو؟!میں نے عرض کیا جی ہاں،،آپ علیہ السلام نے خادم کو اشارہ کیا۔خادم نے پیسوں والی تھیلی مجھے دے دی۔اور چند قدم میرے ساتھ آیا۔تو اس نے پوچھا یہ کون سی جگہ ہے ۔میں نے عرض کی اسدآباد......! ہمدان کی طرح ہے۔اس نے کہا یہ اسدآباد ہے۔اس نے کہا سلامتی سے جاؤ۔میں نے دیکھا تو وہ خادم موجود نہیں تھا۔میں اسدآباد میں داخل ہوا اور میں نے تھیلی والی رقم کو گنا پچاس دینار تھے۔پھر میں وہاں سے ہمدان آ گیا۔جب تک وہ دینار میرے پاس تھے میرے لیے خیر و برکت بھی زیادہ تھی۔(۲)

حضرت سلیمان بن داؤد علیہ السلام جن کے پاس اسم اعظم کا ایک حرف تھا ان کے لیے ہوا مسخر تھی اور ان کی بساط پر جتنے لوگ ہوتے تھے ہوا نہیں لے کر اڑتی تھی۔جس جگہ جاتے وہاں ہوا لے جاتی تھی۔حیوانات۔اور جن وانس کی صدا بھی ہوا ان کے کانوں تک پہنچاتی تھی۔خداوند عالم نے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوصیا علیہ السلام کو

سلیمان علیہ السلام اور سارے پیغمبروں سے بہتر عطا فرمائے ہیں۔ جو چیزیں تمام انبیاء کو دی گئیں وہ سب کی سب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا ہوئیں۔ یہ تمام چیزیں حضرات اوصیاء کو وارثت میں ملی ہیں۔ پس ہوا اور بادل کا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آئمہ ھدیٰ کے لیے مسخر ہونا اوضح الواضحات میں سے ہے۔اس کا منکر معارف قران سے جاہل ہے ۔(اس کی جہالت اس کے لیے کافی ہے)

---

(۱) بحارالانوار کمپانی ج ۱۱ ص ۳۹۔ (۲) اثبات الھداۃ ج ۲ باب معجزات امام زمان علیہ السلام

فصل دوازدہم

پانی کی اطاعت۔

پانی حضرات معصومین علیہ السلام کا مطیع و فرمادار ہے۔ یہ حضرات پانی جس چیز میں چاہیں بدل دیں جیسا کہ مرد بلخی کا مشہور واقعہ ہے۔ اس نے حضرات امام سجاد م کے دست اطہر پر پانی ڈالا تو پانی جوہرات میں تبدیل ہو گیا۔ وہ واقعہ کچھ یوں ہے ۔ کہ بلخ کا ایک بزرگ مومن کئی سالوں سے بیت اللہ کی زیارت کو جاتا تھا اور اس کے ساتھ مدینہ منورہ کی زیارت بھی کرتا تھا۔ وہ ہر سال حضرت امام سجاد علیہ السلام کے لیے تحائف لے آتا۔ اور حلال وحرام کے مسائل بھی آپ سے سیکھتا اور وطن واپس چلا جاتا۔ ایک سال وہ واپس گیا تو اس کی اہلیہ نے اظہار کیا کہ آپ تو اپنے امام کے لیے ہر سال

تحائف لے جاتے ہولیکن امام نے تو کبھی آپ علیہ السلام کو کچھ نہیں دیا ۔

اس مومن بزرگوار نے جواب دیا جس امام علیہ السلام کے لیے میں تحفے لے جاتا ہوں ۔ وہ دنیا وآخرت کے مالک ہیں ۔ جو کچھ لوگوں کے ہاتھ میں ہے وہ امام علیہ السلام کے اختیار میں ہے کیونکہ وہ اللہ کے خلیفہ، حجت خدا، اور پسر پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور کائنات عالم کی ہر جنس کے پیشوا ہیں ۔ جب عورت نے یہ بات سنی تو وہ خاموش ہوگئی ۔ دوسرے سال جب وہ مومن حج کے لیے تیار ہوئے اور حج ادا کرنے کے بعد مدینہ منورہ میں حضرت سجاد علیہ السلام کی خدمت میں پہنچے تو اس مرد مومن نے آپ علیہ السلام کی دست بوسی کی ۔ دستر خوان لگا ہوا تھا ۔ حضرت علیہ السلام نے اس سے فرمایا، کھانا کھاؤ ۔ کھانا کھانے کے بعد طشت اور آفتابہ لایا گیا ۔ مرد بلخی آگے آئے تا کہ آپ علیہ السلام کے دست مبارک پر پانی ڈالوں ۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: تم ہمارے مہمان تم میرے ہاتھوں پہ پانی ڈالنا پسند کرو گے ۔ اس نے عرض کیا: میں آپ علیہ السلام کی خدمت کرنا چاہتا ہوں ۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: اگر آپ علیہ السلام اس کو پسند کرتے ہیں اور میں بھی تمہیں ایک ایسی چیز دکھاؤں گا جسے دیکھ کر تم خوش ہو جاؤ گے اور پسند بھی کرو گے ۔ اس نے آپ علیہ السلام کے ہاتھوں پر پانی ڈالا یہاں تک طشت کا ایک سوم حصہ پانی سے بھر گیا ۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا طشت میں کیا ہے؟ اس نے کہا مولا پانی ہے ۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا یاقوت احمر ہے ۔ جب اس نے طشت کو غور سے دیکھا تو پانی یاقوت احمر ہو چکا تھا ۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: پانی ڈالو

۔اس نے پانی ڈالا یہاں تک طشت دوسوم حصہ پانی سے بھر گیا آپ علیہ السلام نے فرمایا
۔طشت میں کیا ہے؟ عرض کی پانی ہے۔آپ علیہ السلام نے فرمایا زمرد سبز ہے۔اس نے
دیکھا یہ حصہ زمرد سبز بن چکا تھا۔آپ علیہ السلام نے فرمایا: پانی ڈالو۔اس نے پانی ڈالا
یہاں تک کہ طشت پانی سے پر ہو گیا اور آپ علیہ السلام نے فرمایا: کیا دیکھتے ہو اس نے عرض
کی پانی ہے۔آپ علیہ السلام نے فرمایا: در سفید ہیں۔اس مومن نے بہت تعجب کیا۔اور وہ
آپ علیہ السلام کے ہاتھوں کے بوسے لے رہا تھا۔آپ علیہ السلام نے فرمایا: یہ تحائف ہماری
طرف سے اپنی زوجہ کو دے دینا۔اور ہماری طرف سے معذرت بھی کرنا۔جب وہ
شخص آپ علیہ السلام کی خدمت سے روانہ ہوا اور اس نے وہ جواہرات اپنی بیوی کو دیئے
اور اس کو سارا واقعہ کی تفصیل سے بیان کی۔اس خاتون نے سجدہ شکر ادا کیا اور اپنے
شوہر کو قسم دی کہ آئندہ سال مجھے بھی حج پر ساتھ لے جانا۔جب حج کا وقت آیا تو وہ
خاتون اپنے شوہر کے ہمراہ چلی گئی۔وہ سفر میں مریض ہوگئی اور مدینہ کے قریب فوت
ہوگئی۔مرد بلخی نے اس کی میت اپنے خیمے میں رکھی اور روتا ہوا آپ علیہ السلام کی خدمت
میں حاضر ہوا۔اس نے زوجہ کی وفات کے بارے میں آپ علیہ السلام کو آگاہ کیا۔آپ
م نے دو رکعت نماز پڑھی اس کے بعد دعا کی اور بلخی سے فرمایا :اپنی زوجہ کے پاس جاؤ
۔خداوند عالم نے اپنی قدرت کاملہ سے اسے زندہ کیا ہے۔وہ دوڑتا ہوا اپنے خیمے میں
آیا تو اس نے دیکھا اس کی بیوی زندہ ہو چکی ہے۔شوہر نے زوجہ سے پوچھا کہ خدا
وند عالم۔ نے تجھے کیسے زندہ کیا ہے؟! اس نے کہا ملک الموت نے میری روح قبض کی

اور فلاں فلاں صفت والا جوان آیا۔ وہ جس صفت کا کہتی مومن بلخی کہتا کہ یہ میرے مولا زین العابدین علیہ السلام کی صفت ہے۔ جونہی ملک الموت نے اس جوان کو دیکھا اس کے پاؤں چومنے لگا۔ اور ملک الموت نے عرض کیا

السلام عليك يا حجة الله في عرضه السلام عليك يا زين العابدين

۔اس نے سلام کا جواب دیا امام علیہ السلام نے فرمایا: اس خاتون کی روح اس کے بدن میں واپس پہنچادو۔ یہ خاتون ہماری زیارت کا ارادہ رکھتی ہے اور میں نے خداوند عالم سے کہہ دیا ہے اس کی زندگی تیس سال مزید بڑھادی جائے۔

ملک الموت نے عرض کیا: میں آپ علیہ السلام کا مطیع اور تابعدار ہوں۔ پس اس نے میری روح واپس میرے بدن میں ڈال دی۔ پس مرد بلخی اپنی زوجہ کے ہمراہ مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔ جب آپ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تو خاتون نے کہا: خدا کی قسم یہ وہی جوان ہے جس نے ملک الموت کو حکم دیا تھا کہ میری روح واپس کردی جائے۔ اور یہ دونوں میاں بیوی آپ علیہ السلام کی خدمت میں رہے یہاں تک انہوں نے وفات پائی۔(۱)

دوسری روایت ہے کہ ایک دفعہ حضرت موسیٰ ابن جعفر علیہ السلام کے ارادہ سے آپ ؑ کے ہاتھوں پہ پانی ڈالا گیا تو وہ سونا اور قیمتی موتی بن گئے۔(۲)

ایک شخص حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں کافی رقم لے آیا۔ لیکن اس نے دیکھا

کہ آپ علیہ السلام اس رقم کی وجہ سے خوش نہیں ہوئے۔ اس وجہ سے وہ افسردہ ہوا۔ اور اس نے اپنے دل میں کہا میں بہت زیادہ مال آپ علیہ السلام کی خدمت میں لایا ہوں لیکن میں نے آپ علیہ السلام کے چہرے پر خوشی کے آثار نہیں دیکھے۔ آپ علیہ السلام نے اپنے غلام کو حکم دیا۔ طشت اور پانی لے آؤ۔ آپ علیہ السلام ایک تخت پر تشریف فرما ہوئے اور غلام سے کہا میرے ہاتھوں پر پانی ڈالو۔ جب اس نے پانی ڈالا تو دیکھا کہ آپ علیہ السلام کی انگلیوں سے سونا نکل کر طشت میں جا گرتا۔ پس آپ علیہ السلام اس شخص کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا جو اس طرح ہو اس کی نگاہ میں دنیاوی مال و متاع کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ (۳)

محمد بن اسحاق حضرت امام سجاد علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا دریا میں طغیانی کی وجہ سے ہمیں پانچ لاکھ درہم کا سالانہ نقصان ہوتا ہے۔ آپ نے اسے انگوٹھی دی اور فرمایا اسے دریا میں ڈال دینا۔ راوی کہتے ہیں میں نے اسی طرح کیا اور اس کے بعد دریا میں کبھی تبدیلی نہ آئی وہ سردیوں اور گرمیوں میں ایک ہی کیفیت سے بہتا رہتا تھا۔ (۴)

(۱) بحار الانور کمپانی ج ۱۱ ص ۱۵ ج ۴۶ ص ۴۷۔
(۲) بحار الانور کمپانی ج ۱۱ ص ۴۳ ج ۴۴ ص ا۔
(۳) بحار الانوار کمپانی ج ۱۲ ص ۱۹۔ کشف الغمہ۔ مدینۃ المعاجز۔ اثبات الھداۃ۔ اصول کافی۔
(۴) شیخ حر عاملی نے اثبات الھداۃ میں نقل کی ہے۔

تیرہویں فصل

ملائکہ کا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آئمہ ھدیٰ علیہ السلام کا مطیع ہونا۔

چوتھی فصل میں واضح ہوا ہے کہ تمام موجودات عالم چاہے وہ زمینی ہیں یا آسمانی سب وہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آئمہ ھدیٰ علیہ السلام کی فرمانبردار ہیں۔اور مومن بلخی کے واقعہ میں بیان ہو چکا ہے کہ حضرت سجاد علیہ السلام نے اس مومن کی بیوی کو زندہ کیا اور ملک الموت کو حکم دیا کہ اس خاتون کی روح واپس لوٹائی جائے۔تو ملک الموت نے نے آپ علیہ السلام کی اطاعت کی اور روح واپس لوٹا دی۔اور اس نے عرض کیا: اے ولی خدا۔! میں آپ علیہ السلام کا تابع دار ہوں۔

صفوان بن یحییٰ نے روایت نقل کی ہے کہ عبدی،، نے مجھ سے کہا کہ میری بیوی

نے کہا ہے کہ کافی عرصہ سے ہم حضرت امام صادق علیہ السلام کی خدمت سے مشرف نہیں ہوئے۔ضروری ہے کہ اس سال حج پر جائیں اور آپ علیہ السلام کی زیارت بھی کریں۔میں نے کہا خدا کی قسم ہمارے پاس کچھ بھی نہیں ہے اور ہم سفر حج پر نہیں جاسکتے۔میری بیوی نے مجھ سے کہا۔میرے کپڑے اور میرے زیورات بیچ دو تاکہ حج کے اسباب مہیا ہوں۔میں نے سب کچھ فروخت کردیا۔اور ہم روانہ سفر ہوگئے۔جب ہم مدینہ کے قریب پہنچے تو میری بیوی سخت بیمار ہوگئی یہاں تک کہ وہ قریب المرگ ہوگئی۔میں اس سے ناامید ہوچکا تھا۔اسی عالم میں مدینہ میں داخل ہوا اور حضرت صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔میں نے سارہ واقعہ آپ علیہ السلام کی خدمت میں بیان کیا: آپ

علیہ السلام نے فرمایا: تم اسی وجہ سے افسردہ ہو۔میں نے عرض کیا: جی ہاں: آپ علیہ السلام نے فرمایا میں نے دعا کی ہے تو اسے صحیح وسالم پائے گا اور اسے ایک خاص قسم کی شکر کھلا نا ۔میں فوراً واپس آیا تو میں نے وہی کچھ مشاہدہ کیا جو آپ علیہ السلام نے فرمایا تھا۔میں نے اس سے احوال پرسی کی ۔اس نے کہا میں قریب المرگ ہوچکی تھی ایک نوجوان تشریف لائے اور انہوں نے میری عیادت کی۔میں نے عرض کیا: میں موت کے منہ میں جاچکی ہوں اور یہ سامنے ملک الموت ہے جو میری روح قبض کرنے کے لیے آیا ہے۔اس جوان نے فرمایا: اے ملک الموت: اس نے جواب دیا لبیک یا امام الحق۔آپ علیہ السلام نے فرمایا کیا تو میری اطاعت پر مامور نہیں ہے؟! ملک الموت نے عرض کیا: جی ہاں۔آپ علیہ السلام نے فرمایا میں تجھے حکم دیتا ہوں کہ اس خاتون کی روح

بیس سال بعد قبض کرنا۔اس ملک الموت نے عرض کیا میں آپ علیہ السلام کی اطاعت کرتا ہوں اور کروں گا۔پس وہ جوان اور ملک الموت کے ساتھ چلے گئے۔اور میں ٹھیک ہوگئی ہوں۔(۱)

روایت میں ہے کہ حضرت امیرالمومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام نے ملائکہ کو حکم دیا: ابلیس اور اس امت کے فرعون کو حاضر کرو تو انہوں نے زفر کو حاضر کیا(۲)
بہت زیادہ روایت میں ہے کہ اور اس بات کو اہلسنت نے اور شیعوں نے کثرت سے نقل کیا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کی خدمت میں ملائکہ حاضر ہوتے تھے اور آپ علیہ السلام کو سلام کرتے تھے۔اور آپ کے شیعوں کے لیے استغفار کرتے تھے۔اور حضرت علی علیہ السلام کی محبت کے ذریعے قرب الٰہی حاصل کرتے تھے۔اور آپ علیہ السلام کی خدمت کرنے پہ فخر کیا کرتے تھے۔کیونکہ خدا نے آپ علیہ السلام کے نور سے ملائکہ کو خلق فرمایا ہے۔ملائکہ نے ان حضرات معصومین علیہ السلام سے تسبیح تہلیل، تکبیر، اور تحمید سیکھی ہے۔خداوند عالم نے ان سب ملائکہ پر محمدؐ و آل محمد علیہ السلام کی ولایت واجب قرار دی ہے(۳)

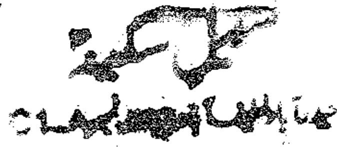
(۱) بحار الانوار کمپانی باب معجزات حضرت صادق ص ۱۳۷۔خرائج والجرائح راوندی۔اثبات الھداۃ حر عاملی میں بھی مذکور ہے۔(۲) بحار الانوار ج ۴۲ ص ۵۵۔مستدرک سفینۃ البحار ج ۱۔باب (ابلیس)
(۳) بحار الانوار کمپانی ج ۹ ص ۳۶۶ ج ۳۹ ص ۹۲ باب حب ملائکہ نسبت با امیرالمومنین علیہ السلام۔

خدا نے ان حضرات کے اسما گرامی عرش، کرسی، لوح، ملائکہ کی پیشانیوں اور جنت کے دروازوں پر لکھے ہیں(۱)

جبرائیل علیہ السلام نے ان حضرات کے اسماء گرامی عرش پر مرقوم دیکھے تو عرض کیا: اے بارالہا میں تجھے ان ہستیوں کا واسطہ دیتا ہوں تو مجھے ان کا خادم بنا دے۔(۲)

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی حدیث میں ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام ایک مریض کی عیادت کے لیے تشریف لائے تو وہ مریض حالت احتضار میں تھا۔ اور وہ مریض آپ علیہ السلام کے جانے کی وجہ سے بہتر ہو گیا اور اس نے عرض کیا: مولا علیہ السلام سامنے ملائکہ کا گروہ کھڑا ہے آپ علیہ السلام اجازت دیں تا کہ وہ بیٹھ جائیں۔ آپ علیہ السلام نے اجازت دی تو وہ بیٹھ گئے۔ انہوں نے عرض کیا اگر سارے فرشتے بھی یہاں حاضر ہوتے تو جب تک آپ علیہ السلام اجازت نہ دیتے وہ کھڑے ہی رہتے۔ حکم خدا یہی ہے کہ ہم آئمہ ھدیٰ علیہ السلام کے مطیع رہیں۔(۳)

(۱) بحارالانوار کمپانی ج ۷ ص ۳۵۷۔ (۲) مستدرک سفینہ البحار ج ۲ ص ۲۳ (۳) بحارالانوار کمپانی ج ۷ ص ۳۶۱ باب جنات آئمہ ھدیٰ کے خادم ہیں۔ بحارالانوار کمپانی ج ۶ ص ۳۱۵۔۳۲۳۔ بحارالانور جدید ج ۲۷ ص ۶۷۔۴۰۱۔ بحارالانوار ج ۹ ص ۳۸۱ ج ۳۹ ص ۱۶۲ باب بیانات شیطان وجنات۔ بحارالانور کمپانی ج ۱۰ باب نوح الجن۔ بہت زیادہ روایات میں ہے کہ جنات نے امام حسن علیہ السلام پر نوحہ سرائی کی ہے۔ مستدرک سفینہ البحار ج ۲ ص ۱۴۳۔ (۱) بحارالانوار جدید ج ۶ ص ۱۹۵۔



چودہویں فصل

جنات اور شیاطین کی اطاعت۔

واضح ہو چکا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے خدا سے ملک طلب کیا۔خدا نے اسے عطا فرمایا۔ جن وشیاطین سلیمان علیہ السلام کے لیے مسخر کر دیئے۔تو سلیمان علیہ السلام نے فرمایا:تم میں سے کون تخت بلقیس لائے گا۔تو جنات کے عفریت نے کہا :تیری محفل ختم ہونے سے پہلے لاؤں گا..........

صاحب ملک عظیم پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آئمہ ھدیٰ علیھم السلام ہیں ۔ان حضرات کے پاس بہتر حروف اسم اعظم ہیں۔اور تمام کمالات وعلوم انبیا ومرسلین کے وارث ہیں۔آصف اور حضرت سلیمان علیہ السلام کا علم ان حضرات علیہ السلام کے مقابلے میں

بحر ذخار کے مقابلے میں ایک قطرہ کی مانند ہے۔تمام موجودات عالم ان کے فرمانبردار ہیں۔ایسے کافی موارد ہیں۔

اصول کافی باب جنّات حضرات آئمہ علیہم السلام کی خدمت حاضر ہوتے ہیں۔وہ حلال وحرام کے مسائل دریافت کرتے ہیں۔آئمہ علیہم السلام ان کو فرمان دیتے ہیں اور آئمہ علیہ السلام کے ہر حکم کو بجالاتے ہیں۔ایسے موارد بہت زیادہ ہیں۔

ایک مورد یہ ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کا خط ایک جن نے سدیر صیرفی تک پہنچایا۔اور دوسرا خط جابر جعفی کے لیے بھی جن ہی لایا۔جب سدیر صیرفی آپ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: ہمارے خدمت گزار جن ہیں وہ ہمیشہ ہمارے تابع ہیں جب ہم انہیں حکم دیں تو وہ فوراً تعمیل کرتے ہیں۔

خاتمہ

اس میں دو مقصد ہیں

مقصد اول: ان شبہات کا جواب جو ولایت تکوینی کے بارے میں وارد ہوئے ہیں۔

مقصد دوم: کیفیت خلقت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وعترت طاہرہ علیہ السلام ۔اس مقصد کیلیئے ہم نے ''رسالہ نور الانوار'' رکھا ہے۔

اور ہم اسی پر اکتفاء کیا ہے.

فصل اول: آیات متشابہات کا جواب جو کہ بعض لوگوں نے اپنی مرضی سے تفسیر کی ہے ۔اور ان کے ذریعے حضرت پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور انکی عترت طاہرہ علیہ السلام کی ولایت تکوینی کی نفی کی ہے

کلی طور پر پروردگار کی مراد، آیات قرآن (یعنی غیر از واضحات وقطیعات) کے لیے ضروری ہے کہ تفسیر کو عترت طاہرہ کے بیان کے ذریعے واضح کیا جائے۔ اس کے بغیر علماء شیعہ پر حجت قائم کرنا صحیح نہیں ہوگا۔جیسا کہ یہ بات پہلے بیان ہوچکی

ہے۔ اگر کسی آیت میں متعدد معانی کا احتمال ہوتو ہم اہل بیت علیہ السلام کے بغیر کسی بھی معنی کو اختیار نہیں کر سکتے۔ اور ہم اس معنی پر اساس بھی نہیں قائم کر سکتے۔

یہ نہایت ہی بدتر ہے کہ اہل بیت علیہ السلام نے ایک بیان فرمایا ہے یا ایک معنی بیان فرمایا ہے۔ انسان اس کو نہ مانے اور اس کے علاوہ کسی اور معنی کو اختیار کرے۔

اور اس آیت سے احتجاج کی کڑی ہے۔

لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ أَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَإِنَّهُمْ ظَالِمُونَ (۱۲۸) ال عمران آیت ۱۲۸

''(اے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تمہارا تو اس میں کچھ بس نہیں ہے خدا ان کی توبہ قبول کرے یا ان کی سزاء کرے کیونکہ وہ ظالم تو ضرور ہیں''

اپنی مرضی سے ترجمہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کوئی بھی ان امور میں سے تیرے لیے اور تیرے عہدہ کے لیے نہیں ہے

خداوند عالم ان کی توبہ قبول کرے یا انہیں عذاب دے۔ !

کہتے ہیں کہ کلمہ (شیء) اس آیت میں نفی کے بعد واقع ہوا ہے اور یہ عموم کا فائدہ دیتا ہے۔ یعنی کوئی بھی کام برعہدہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ولایت کے تکوینیہ کے امور میں سے نہیں ہے۔ اگر کوئی کہے کہ اس آیت کی تفسیر میں امام علیہ السلام نے فرمایا: امور حلال وحرام کہ شیء وہ فقط اسی کے ہاتھ میں ہے۔ جواب:۔ ہاں یہ درست ہے کہ حلال وحرام امور شریعی میں سے ہے اور یہ کام عہدہ رسالت پر ہے اور یہ عموم مستثنیٰ ہوا ہے

۔ ہمارا مدعا بھی یہی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم در امور تشریعی میں ولایت رکھتے ہیں اور امور تکوینی میں ولایت ان سے صلب کی گئی ہے

حقیر کہتا ہے یہ ترجمہ غلط ہے

اول آیت میں کلمہ لک (برائے تو) اور کلمہ (علیک) (بر عہدہ رسالت) یہاں پر نہیں ہے پس کلمہ بر عہدہ رسالت کہ رسالت ترجمہ میں کہا گیا ہے صحیح نہیں ہے بلکہ معنی یہ ہے کہ تیرے عہدہ پر کوئی شیء نہیں ہے۔، باطل ہے کیونکہ اس کا لازمہ یہ ہے کہ ہر تکلیف شرعی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منتھی ہو جاتی ہے

دوم: اگر چہ لفظ شیء نفی کے بعد نکرہ استعمال ہوا ہے لیکن یہ مقصد ہے (من الامر) سے یعنی اشیاء میں سے شیء تمہارے لیے نہیں ہے۔ اور الف لام آیت میں عہد کے لیے ہے جیسا کہ: شیخ طبرسی نے بھی فرمایا ہے۔ یعنی موضوع معبود کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ یعنی اس امر مخصوص سے کوئی چیز تمہارے ساتھ نہیں ہے۔

اور مراد از امر مخصوص و معہود بحسب روایت: ولایت حضرت امیر المومنین علیہ السلام ہے ۔حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: یعنی اختیار ولایت و خلافت با خدا ہے تمہارے لیے نہیں ہے خدا تمہارے خلیفہ کو معین کرے گا اور اتمام حجت کرے گا۔ اور اگر آیت شریفہ اس طرح ہوتی (لیس الامر علیک شیء من الامور) ان کا ترجمہ صحیح ہوتا۔ ابھی تک ایسی بات نازل نہیں ہوئی۔

وہ روایات جن میں اشارہ کیا گیا ہے۔

ثقۃ الجلیل القدر جناب عیاشی کہ ان کی وثاقت پر موردِ اتفاق ہے۔ انہوں نے اپنی تفسیر میں جابر جعفی سے روایت نقل کی ہے۔ کہ میں نے حضرت باقر علیہ السلام کی خدمت میں یہ آیت تلاوت کی۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: اللہ کی قسم ان کے لیے امر شیء ہے لیکن وہ نہیں جو کچھ تم نے خیال کیا ہے۔ اور میں نے عرض کیا تمہارے لیے امر سے کیا مراد ہے۔ یہاں بیان کرتا ہوں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ابلاغ ولایت علی ابن ابیطالب علیہ السلام پر مامور تھے اور جانتے تھے کہ کافی زیادہ افراد امت حضرت علی علیہ السلام سے دشمنی رکھتے ہیں اور ان کے خداداد فضائل پر حسد کرتے ہیں۔

اسی وجہ سے آپ قلبی طور پر محزون تھے۔ یہ آیت نازل ہوئی کہ یہ امر (نصب خلیفہ) تیرے اختیار میں نہیں ہے تم اسکی تبلیغ کرو اور اس میں دیر نہ کرو) یہ خدا کی مراد ہے اور یہی امر ہے جو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اختیار سے خارج کیا ہے (نہ کہ امور دیگر نہ وہ امور جن کا تم لوگ تصور کرتے ہو) کس طرح ممکن ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے کوئی امر نہ ہو درحالانکہ خدا نے انکے سپرد کیا ہے۔ اور فرمایا ہے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس چیز کو حلال کیا ہے وہ حلال ہے اور جس کو حرام کیا ہے وہ حرام ہے۔ وہ یہ ہے کلام خدا

وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا وَاتَّقُوا اللّٰهَ إِنَّ اللّٰهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ (٧)

اور جلد ہی دوسرے موارد بیان ہوں گے۔ انشاء اللہ۔

مفسرین نے کلمہ (الامر) کو عمومیت نہیں دی اور الف اور لام کو عہد قرار دیا ہے

ارشاد ہے۔کہ اس سے مراد مطالب مذکورہ در سیاق آیت کریمہ ہیں اور ان میں سے شیخ طبرسی نے اپنی تفسیر میں اس آیت سے پہلے والی آیات مراد لیں ہیں۔اور فرمایا ہے الف لام سے مراد عھد اور ماسبق کی طرف اشارہ ہے انہوں نے کہا کہ یہ ظفر اور غلبہ مومنین بر کفار دو آیات قبل نہیں تھا مگر از طرف پروردگار۔ یہ خدا کی مدد اس لیے تھی کہ خدا نے چاہا ہے۔کہ تمام کفار کو نیست و نابود کرے اور ان میں ایک گروہ کو ذلیل و اسیر اکرے۔وہ لوگ ذلت وحقارت کے ساتھ میدان جنگ سے اپنی جگہ واپس لوٹ آئیں۔اور مسلمانوں کی اس مدد اور کفار کی ذلت کا اختیار فقط خدا ہی کو ہے۔یا ہدایت کرنے ،قبول کرنے یا عذاب دینے کا اختیار ہی فقط خدا کو ہے۔پس جناب طبرسی نے فرمایا ہے۔کہ یہ آیت شریفہ دلالت کرتی ہے کہ مددگاری اور قبول توبہ کے امور فقط خدا ہی کے اختیار میں ہیں اور لفظ امر قرآن مجید اور روایات میں چھ معنوں میں استعمال ہوا ہے جیسا کہ ہم نے مستدرک سفینۃ البحار میں مادہ (امر) میں بیان کیا ہے۔ بہت زیادہ روایات میں امر سے مراد ولایت اور امامت ہے پس اگر خدا قیامت کے دن ان لوگوں سے پوچھے کہ ہم نے کلمہ امر سے مراد اس آیت میں (لَیْسَ لَکَ مِنْ الْأَمْرِ شَیْء) نصب امام سے ولایت امام مراد تھی تو تم نے یہ معنی کیوں نہیں لیا۔تو نے اپنی مرضی سے روایت کی ہے اور اہل بیت علیہ السلام کی طرف کوئی مراجعہ نہیں کیا اور اگر تو نے مراجعہ کیا ہے تو نے دیکھا نہیں امام پنجم علیہ السلام نے امر سے مراد ولایت لی ہے۔تو اس کا قائل کیوں نہیں ہوا......؟ پس یہ لوگ مولا

علیہ السلام کو کیا جواب دیں گے۔پس جس قول کے وہ قائل ہوئے وہ ظاہر قرآن و روایت معصوم علیہ السلام کے خلاف ہے۔حتیٰ کہ مفسرین کے قول کے بھی خلاف ہے۔تعجب کی بات یہ ہے کہ آقا برقعی نے اس آیت (لَیْسَ لَکَ مِنْ الْأَمْرِ شَیْءٌ) میں جابر جعفی کی روایت سے استدلال کیا ہے اور اس نے کہا ہے کہ روایت صحیح ہے۔لیکن اس نے عمداً جابر کا نام نہیں لیا۔پھر ہم پر اشکال کر دیا ہے۔کہ ہم نے جابر کی روایت سے کیوں استدلال کیا ہے اور اس نے بھی بے حیائی کا ثبوت دیتے ہوئے جابر کو بھی برا بھلا کہا ہے۔اگر وہ رجال علامہ کشی اور سفینۃ البحار محدث قمی کی طرف رجوع کرتا ہے۔تو اسے معلوم ہو جاتا کہ جابر کس عزت و عظمت کے مالک ہیں۔اگر کوئی شخص عربی نہیں جانتا تو اسے چاہیے کہ وہ منتھی الآمال (فارسی) معجزات حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کا مطالعہ کرے تاکہ اسے جابر کی عظمت و جلالت معلوم ہو جائے۔حتیٰ کہ اس کیلئے حق واضح اور روشن ہو جائے شرط یہ ہے عناد اور ضد سے پرہیز کرے۔

شاید لام اس آیت میں لَیْسَ لَکَ مِنْ الْأَمْرِ شَیْءٌ

ملکیت کیلئے ہو اور مطلب یہ کہ تم بذات خود کسی چیز کے مالک نہیں مگر جو کچھ تمہیں خدا نے عطا کیا ہے اور اس آیت کی مثل ہے۔

قُلْ لَاأَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعًا وَلَاضَرًّا إِلَّا مَا شَاءَ اللهُ سورہ اعراف آیت ۱۸۸:

کہہ دیجئے میں اپنے طور کسی چیز کا مالک نہیں ہوں۔مگر جو کچھ خدا چاہے۔

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام نے فرمایا: (غلو کے معنی میں انشاء اللہ تعالی) بیان ہوگا۔ کسی چیز کے مالک نہیں ہیں مگر جو کچھ خدا نے انہیں عطا کیا ہے۔ وہ موت، حیات، نشر، قبض، اور بسط میں کسی شیء کے مالک نہیں مگر جو کچھ خدا نے انہیں عطا کیا ہے.....

خدا نے انہیں مالک بنایا ہے اور خدا ان سے زیادہ حق ملکیت رکھتا ہے۔ اور یہ آیت، آیات متشابھات میں سے ہے۔ انکے مدعا پر اس آیت سے استدلال نہیں کیا جا سکتا۔ اور جو لوگ جبر کے قائل ہیں انہوں نے اس سے استدلال کیا ہے۔

اور سید رضی صاحب نہج البلاغہ، کتاب حقائق التاویل ج ۵ ص ۲۲۹ پر ان سے نقل کیا ہے کہ اور انہوں نے اس کا بہترین جواب دیا ہے۔ جو شخص مریض نہیں ہے وہ وہاں مراجعہ کرے۔ تا کہ آیت کا مطلب واضح ہو جائے۔ تا کہ اس بے چارہ کی غرض بھی واضح ہو جائے۔

شاید توبہ کر لے اور مخالفین کی مدد کرنا چھوڑ دے۔ کس طرح ممکن ہے کہ یہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آئمہ ھدیٰ علیھم السلام کیلئے امور تکوینیہ میں ولایت اور اختیار نہ ہو۔ درحالانکہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے یہ اختیارات تھے۔ خدا نے اس کیلئے ہوا اور حیوانات کو مسخر کیا تھا۔ اور وصی سلیمان علیہ السلام کو یہ طاقت دی تھی کہ ملک سبا سے تخت بلقیس چشم زدن میں منگوا لیا۔ کیا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصی علیہ السلام ان سے افضل نہیں ہیں؟!!

وہ آیات جن کا ترجمہ اپنی مرضی سے کیا جا رہا ہے وہ درج ذیل ہیں

وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ سورہ ال عمران ۱۴۴

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم افقط رسول ہیں اس کے علاوہ ان کی کوئی صفت نہیں ہے۔انبیاء ماسلف کی طرح وہ شریعت پر مامور ہیں کسی دوسرے عنوان پر نہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ا موسیٰ بن عمران علیہ السلام کی طرح ہیں۔حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس ولایت تکوینی نہیں تھی اور آپ کے پاس بھی نہیں ہے۔

جواب: ان لوگوں نے تفسیر اور آیت کے آخر پر غور ہی نہیں کیا یہ آیت جنگ احد میں نازل ہوئی۔شیطان نے آواز دی کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قتل ہو گئے ہیں۔تو کافی لوگوں نے کہا کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبی ہوتے تو قتل نہ ہوتے اور بعض مومنین نے کہا کہ تم لوگ اپنے دین کا دفاع کرو۔!اور شہید ہو جاؤ۔!یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملحق ہو جاؤ۔

اور بعض نے کہا اگر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قتل ہو گئے تو ہمارے لیے یہی بہتر ہے کہ ہم اپنے سابقہ دین کی طرف پلٹ جائیں۔اور کسی کو ابوسفیان کے پاس بھیجیں تاکہ وہ اس سے ہمارے لیے امان لے آئے۔ایسے جملے مسلمانوں کی زبان پر جاری ہوئے جب انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا تو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے معذرت کی۔تو یہ آیت نازل ہوئی کہ: محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انبیاء ماسلف کی طرح دنیا سے چلے جائیں یا زندہ رہیں تو تم لوگ اپنے دین کا دفاع کرو!

خلاصہ مطلب اس آیت کا یہ ہے کہ محمدؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فوت ہو جاتے یا قتل ہو جاتے

دوسرے انبیاء کی طرح، مطلب یہ نہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کے علاوہ اور کوئی صفت نہیں ہے۔ پس یہ صفت دوسری صفت کی نفی نہیں کرتی ہے۔ تو یہ دوسری آیات کے منافی بھی نہیں ہیں جو دوسری صفات کو ثابت کرتی ہیں۔ جیسا کہ آیت کریمہ

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِنْ رِجَالِكُمْ وَلَكِنْ رَسُولَ اللهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ وَكَانَ اللهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا (۴۰ سورہ احزاب) یہ آیت موضوع خاتم النبیین پر مشتمل ہے۔ جیسا کہ مسلمان نماز کے تشہد میں پڑھتے ہیں۔

(اشهد ان محمدا عبده ورسوله)

اور آیت (**يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا** (۴۵) اور آیت (شھیدا) میں شاہد، شہید، مبشر، نذیر، اور سراج منیر جیسی صفات بیان کی گئی ہیں۔

ان آیات میں (رحمۃ للعالمین) اور (لیکون للعالمین نذیرا) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفت نذیر اور رحمت اللعالمین (کائنات کیلئے رحمت) کو بیان کیا گیا ہے۔

اور دیگر آیات قرآنیہ میں صفت ذکر، برہان، نعمت، نور، اور مشکاۃ (چراغ) کو بھی بیان کیا گیا ہے یہ صفات بہت زیادہ ہیں اور کتب مناقب میں انکی تعداد چار سو تک بیان کی گئیے ہے اور صفت شفیع المذنبین بھی آیات وروایات میں بیان کی گئی ہے۔

ایک صفت مثل اعلیٰ بھی ان آیات میں بیان کی گئی ہے (**وللهِ الْمثل الاعلىٰ**) (**وله المثل الاعلى**) مثل اعلی سے مراد چہاردہ معصومین علیہم السلام کی ذات والاصفات ہے

اور مستدرک سفینۃ البحار میں مثل اعلیٰ کے بارے میں پندرہ روایات سے بھی زیادہ روایات نقل ہوئی ہیں۔ روایات صحیحہ اور معتبرہ میں حضرت پیامبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضرت علی علیہ السلام حضرت سجاد علیہ السلام اور حضرت صادق علیہ السلام سے نقل ہوا ہے کہ: ان حضرات معصومین علیہ السلام نے فرمایا: ہم اللہ کی مثل اعلیٰ ہیں۔ (۱)

اور نور مقدس سے بھی مراد ان ہستیوں کا نور ہے کبھی ان کو نور ولایت، کبھی نور علم، کبھی نور عرش سے تعبیر کیا گیا ہے۔ ان مطالب کی تفسیر مستدرک سفیۃ البحار میں بیان کی گئی ہے اور اس کی کچھ تفصیل کتاب تاریخ فلسلفہ اور تصوف ص ۱۴۳۔ ۱۵۰ میں مذکور ہے۔ اور کچھ ''رسالہ علم غیب'' میں بھی آئی گی انشاء اللہ۔

حضرت پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک خطبہ میں فرمایا ہے کہ **نحن کلمته التقوی وسبیل الهدیٰ والمثل الاعلیٰ والحجة العظمیٰ ....**) ہم کلمہ تقویٰ، سبیل ہدایت، اللہ کی مثل الاعلیٰ اور حجت عظمیٰ ہیں۔ بحار الانوار اور زیارت جامعہ کبیرہ میں یہ جملہ موجود ہے۔ شیخ صدوقؒ نے عیون اخبار الرضا باب ۳۰ میں سے سند صحیح کے ساتھ حضرت امام رضا علیہ السلام کے خادم یاسر سے روایت کی ہے۔ کہ امام رضا علیہ السلام نے اپنے آبائے طاہرین علیہ السلام سے روایت کی ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام

(۱) تفسیر صافی، تفسیر نور الثقلین میں (سورہ روم) کی تفسیر میں تین روایت وارد ہوئی ہیں کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ا ور آئمہ ھدیٰ علیہ السلام اللہ کی مثل اعلیٰ ہیں۔

سے فرمایا: یا علی! علیہ السلام! آپ علیہ السلام حجت خدا، باب اللہ، اللہ کی طرف راستہ، نباء عظیم ،صراط مستقیم اللہ کی مثل اعلی ہیں۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: (امالی صدوق مجلس ۱۰) میں آیت الکبریٰ اور اللہ کی مثل اعلیٰ ہوں۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا (مناقب) ہم اللہ کے خوبصورت نام اور اللہ کی اعلیٰ مثل ہیں......

(بحار الانوار کمپانی ج ۱۱ ص ۱۴) میں روایت نقل کی گئی ہے۔ کہ حضرت امام سجاد علیہ السلام کی خدمت میں ایک ماہر فلکیات حاضر ہوا... آپ علیہ السلام نے اس کو غیب کی باتیں بتائیں تو اس نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ علیہ السلام حجت عظمیٰ، مثل اعلیٰ، اور کلمہ تقویٰ ہیں۔ تو آپ علیہ السلام نے اس سے فرمایا کہ تم نے سچ کہا ہے اور تم اسی عقیدہ پر قائم رہو! مدینۃ المعاجز میں بھی یہ روایت نقل کی گئی ہے۔

پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و امام علیہ السلام اس نور علم اور رحمت واسعہ کے حامل ہیں۔ یہ حضرت تمام گزشتہ اور آئندہ واقعات کو جانتے ہیں۔ خداوند عالم نے انہیں جو قدرت عطا کی ہے اس کے ذریعے جو چاہیں کر سکتے ہیں۔ یہ خداوند عالم کے شریک نہیں ہیں یہ خدا کے وزیر، نظیر، اور دبیر نہیں ہیں بلکہ خدا کے اطاعت گزار ہیں۔ یہ خدا کی مخلوق اور مربوب ہیں۔ جو چیز بھی ان کے پاس ہے وہ سب اسی کی عطا کردہ ہے۔ خدا نے انہیں اپنی مثل اعلیٰ بنایا ہے کہ ان حضرات کا علم خدا کے علم کا نمونہ ہے۔ ان کی قدرت خداوند

متعال کی قدرت کا نمونہ ہے۔اس علم وقدرت کو عرش سے بھی تعبیر کیا گیا ہے۔امام علیہ السلام اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے حامل ہیں۔ان کا علم اور قدرت اللہ کی طرف سے ہے اس لیے یہ ہر کام کو جانتے اور کر سکتے ہیں۔پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وامام علیہ السلام جسم ہیں اور وہ مکان میں ہیں۔لیکن نور علم اور قدرت کے حامل ہونے کی وجہ سے ہر چیز کو دیکھتے اور مشاہدہ کرتے ہیں ان کی آنکھوں کے سامنے کوئی حجاب اور رکاوٹ نہیں ہے......!!

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت جناب موسیٰ ابن عمران علیہ السلام کی رسالت سے تشبیہ دینا اصل رسالت کی وجہ سے صحیح ہے لیکن درجات رسالت میں تشبیہ دینا بالکل صحیح نہیں ہے ۔کیونکہ واضح ہے کہ حضرت موسیٰ ابن عمران علیہ السلام کی رسالت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کے برابر نہیں ہے۔کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی رسالت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کی نسبت بحر ذخار کے مقابلے میں ایک قطرہ ہے۔

جو لوگ ولایت تکوینی کے منکر ہیں وہ سورۃ جن کی اس آیت سے استدلال کرتے ہیں ۔قُلْ إِنِّي لاَأَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَلاَرَشَدًا (۲۱) قُلْ إِنِّي لَنْ يُجِيرَنِي مِنَ اللهِ أَحَدٌ وَلَنْ أَجِدَ مِنْ دُونِهِ مُلْتَحَدًا (۲۲) إِلَّا بَلاغًا مِنَ اللهِ وَرِسَالاَتِهِ

اور انہوں نے اپنی تنگ نظری کے پیش نظر آیت کریمہ کا ترجمہ یوں کیا ہے۔

کہہ دو کہ میں تمہارے نفع نقصان کا مالک نہیں ہوں خدا کے علاوہ میری کوئی پناہ گاہ نہیں ہے۔فقط میں پیغام پہنچانے والا ہوں۔نہ تکوین کرنے والا...........!

حقیر کہتا ہے کہ اس آیت کو دوسری آیات جو سورہ یونس، سورہ اعراف اور دیگر روایات کے ساتھ جمع کیا جائے اور معنیٰ کیا جائے۔ پس یوں کہا جائے کہ میں اپنی طرف سے ضرر و رشد کا مالک نہیں ہوں مگر جو کچھ خدا چاہے کیونکہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دوسرے لوگ اپنی ہی قوت و طاقت کے مالک ہیں جتنی خدا نے انہیں عطا کی ہے وہ اس کے مطابق نفع و نقصان کے مالک ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ دوسروں کو اور اپنے آپ کو تکلیف دینا صحیح نہیں ہے اس بات کی ممانعت احادیث میں ہوئی ہے۔ اور ضرر والا حکم خدا نے بھی اٹھالیا ہے اگر پانی جسم کے لیے نقصان دہ ہو تو تیمّم واجب ہوگا۔ اگر روزہ انسان کے لیے نقصان دہ ہے تو روزہ رکھنا حرام ہے۔ پس لوگ ضرر کے مالک ہیں تو نہی ہوئی ہے ورنہ نہی کا فائدہ کیا ہے اگر انسان ضرر کا مالک نہیں ہے۔ اور کافی روایات و آیات میں لوگوں کو نفع پہنچانے کی مدح کی گئی ہے۔ یہ بھی فرمان ہے (**خیر الناس انفع الناس بالناس**) بہترین لوگ وہ ہیں جو لوگوں کے لیے زیادہ مفید ہوں۔

پس پیغمبروں اور بعض لوگوں پر پروردگار کے عطا کردہ اختیارات سے اپنے اور دیگران کے نفع و نقصان کے بھی مالک ہیں۔ لیکن اس مقدار کے مطابق جتنی خدا چاہے۔ اس وجہ سے نفع پہنچانا کبھی واجب اور کبھی مستحب ہوتا ہے اور اپنے آپ اور دوسروں کو ضرر پہنچانا حرام ہے

اس شخص نے اس آیت شریفہ میں **إِنِّی لَنْ يُجِيرَنِی مِنَ اللهِ أَحَد**

کا حصہ حذف کر دیا ہے۔

واضح ہے کہ کوئی کسی کو پناہ نہیں دیتا ہے کہ اسے خدا کی طرف سے سختی اور عذاب میں مبتلا کیا جائے۔ اگر خدا کسی کو عذاب میں مبتلا کرنا چاہے تو کوئی بھی اسے روک نہیں سکتا۔ اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اور غیر خدا کی کوئی پناہ گاہ نہیں ہے جو کچھ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ہے وہ سب کچھ خدا کا عطا کردہ ہے۔ جو نعمت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے کسی کو ملتی ہے یا اس کے توسل سے ملتی ہے تو یہ سب کچھ خداوند متعال کا لطف واحسان ہے۔

اصول کافی میں حضرت موسیٰ کاظم علیہ السلام سے روایت نقل کی گئی ہے کہ آپ علیہ السلام نے اس آیت مجیدہ کی تفسیر میں فرمایا۔ جب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا لوگوں کو حضرت علی علیہ السلام کی ولایت کی دعوت دیتے تو قریش جمع ہو کر کہتے: اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: ہمیں قبول ولایت کی معافی دیجئے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حضرت علی علیہ السلام کی ولایت کے نصیب کا اختیار مجھے نہیں ہے بلکہ خدا کے اختیار میں ہے۔ اور انہوں نے باطنی طور پر قبول نہیں کیا کہ یہ امر ولایت خداوند عالم کی طرف سے ہے۔ تو یہ آیت نازل ہوئی

إِنِّي لَنْ يُجِيرَنِي مِنَ اللهِ أَحَد

تفسیر قمی میں اس آیت مجیدہ کی تفسیر میں وارد ہوا ہے تم کہہ دو: میں تمھارے نفع ونقصان کا مالک نہیں ہوں اگر تم لوگ ولایت علی علیہ السلام سے اعراض کرتے ہو۔ اور

کہہ دو مجھے عذاب خدا سے کوئی بھی نہیں بچا سکتا اگر میں علی علیہ السلام کی ولایت چھپاؤں ۔اور خدا کے علاوہ میری پناہ گاہ کوئی بھی نہیں ہے۔میں ہر وہ بات پہنچاتا ہوں جو حضرت علی علیہ السلام کے بارے میں خدا نے کہی ہے۔اور جو شخص ولایت علی علیہ السلام کے بارے میں خدا اور رسولؐ خدا کی نافرمانی کرے تو اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔اس بات سے معلوم ہوا ہے پروردگار عالم کا مقصد ہے اور انہوں نے دوسری دو آیات سے بھی (جو اسی کی نظیر ہیں) استدلال کیا ہے اور اس ایک آیت میں ایک کلمہ ساقط کر دیا ہے۔

سورہ اعراف ۱۸۸ (قُلْ لاَأَمْلِکُ لِنَفْسِي نَفْعًا وَلاَضَرًّا إِلاَّ مَا شَاءَ اللّٰهُ)

سورہ یونس ۴۹ (قُلْ لاَأَمْلِکُ لِنَفْسِي ضَرًّا وَلاَنَفْعًا إِلاَّ مَا شَاءَ اللّٰهُ)

اس معترض نے دونوں آیات میں (ماشااللہ) جو کہ اس کے ضرر میں تھا ذکر نہیں کیا۔ اور یہ دو آیات ہماری بات کی تائید کرتی ہیں۔ہم نے کہا ہے کہ پیغمبر اور دیگران بذات خود اپنے اور دوسروں کے نفع نقصان کے مالک نہیں ہیں۔مگر وہی جو خدا چاہے۔یعنی جو قدرت خداوند عالم نے انہیں عطا کی ہے۔اس کے مطابق وہ اپنے اور دیگران کے نفع نقصان کے مالک ہیں۔ولایت تکوینی کے منکر اس آیت مجیدہ سے استدلال کرتے ہیں۔

سورہ احقاف قُلْ مَا کُنْتُ بِدْعًا مِنَ الرُّسُلِ وَمَا أَدْرِي مَا يُفْعَلُ بِي وَلاَبِکُمْ إِنْ أَتَّبِعُ إِلاَّ مَا يُوحَى إِلَيَّ وَمَا أَنَا إِلاَّ نَذِيرٌ مُبِينٌ (۹)

آیت کا ترجمہ اپنی مرضی سے کرتے ہیں۔

یعنی کہہ دو: میں کوئی الگ نہیں ہوں بلکہ دیگر رسولوں کی طرح ہوں اور مجھے نہیں معلوم کہ میرے اور تمہارے ساتھ کیا ہوگا۔ پس معترض کہتا ہے کہ واضح ہے کہ خاتم الانبیا ﷺ دوسرے رسولوں کی طرح امور تکوینی سے بے خبر ہیں۔

اسی آیت میں کلمہ شریفہ (إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَى إِلَيَّ) جو کلمہ کم کے بعد ہے ذکر نہیں کیا گیا۔ اور آیت میں خیانت کی گئی ہے۔ پوری آیت سے استدلال کرنا چاہیے ۔اور دوسری آیات جیسا کہ سورہ قدر (کہ تمام مقدرات شب قدر میں حضرت پیغمبر اکرم ﷺ کی خدمت پیش کیے جاتے ہیں) اور روایات متواترہ کو مدنظر رکھ کر معنیٰ کرنا چاہیے۔ اور کہہ دو کہ میں بذات خود اپنی طرف سے خدا کے علم کے بغیر کسی بھی چیز کو نہیں جانتا ہوں اور آخری حصہ میں فرمایا: میں فقط اسی شی کی پیروی کرتا ہوں جس کی مجھے وحی کی جاتی ہے میرا علم خدا کا عطا کردہ ہے۔ خدا کے اس علم لدنی کے ذریعے اور وحی کے ذریعے آئندہ اور گذشتہ سارے حالات و واقعات جانتا ہوں ۔پس وحی ۔احکام دین اور مسائل شریعہ پر منحصر نہیں ہے۔ بلکہ پیغمبر اکرم ﷺ کو پورا قران وحی کیا گیا ہے کہ تمام علوم اس میں موجود ہیں ۔رسول اکرم ﷺ رسولوں میں سے خدا کے سب سے زیادہ پسندیدہ ہیں کہ خدا نے علم غیب کے بارے میں فرمایا ہے۔سورہ جن آیت ۲۶۔۲۷

عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَى غَيْبِهِ أَحَدًا (٢٦ إِلَّا مَنِ ارْتَضَى مِنْ رَسُولٍ فَإِنَّهُ يَسْلُكُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ رَصَدًا (٢٧)

خداوند متعال عالم غیب ہے اور اپنا یہ علم غیب صرف اپنے مرتضی کو آگاہ کرتا ہے۔ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا مراد ہیں یا حضرت علی مرتضی علیہ السلام مراد ہیں جو کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہیں کافی روایات میں ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ علی مرتضی علیہ السلام آپ ہی سے ہیں۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: علی ؑ مجھ سے ہیں اور آیت مباہلہ میں انفسنا اس کی بین دلیل ہے۔

یہی وجہ ہے کہ ہزاروں روایات غیبی پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ علیہ السلام کے اوصیاء سے صادر ہوئی ہیں کہ میں ان حضرات نے آنے والے حالات وواقعات سے آگاہ فرمایا ہے۔ شیعہ اور سنی دونوں طبقوں نے روایات نقل کی ہیں۔ اور آج بھی مشاہدہ کرتے ہیں۔ کافی روایات میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان باتوں کی خبر دی ہے جو اہلبیت علیہم السلام پر وارد ہوں گی۔ اور امت کے مسائل کی بھی خبر بیان کی گئی ہیں اس کی تفصیل انشاء اللہ رسالہ علم غیب میں آئے گی۔

علامہ سید ہاشمؒ بحرانی نے اپنی کتاب تفسیر البرھان اور اس کے علاوہ دوسری کتب میں آئمہ ھدیٰ کے دو ہزار سے بھی زیادہ معجزات نقل کیے ہیں۔ اور ان معجزات میں ساڑھے چھ سو غیب کی خبریں ہیں۔

پس کیسے ممکن ہے کہ عاقل انسان قرآن مجید کہ اس کلمہ

وَمَا أَدْرِي مَا يُفْعَلُ بِي وَلَا بِكُمْ

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پورے جہاں کے سرپرست ہوں۔ جو رسول لوگوں کا محافظ نہ ہو وہ زمین وآسمان کا محافظ کس طرح ہوسکتا ہے؟!

جواب رسول نہیں ہیں مگر بلغ اور یہ نہیں فرمایا کہ کس چیز کا ابلاغ کرتے ہیں ۔شاید بلاغ وابلاغ دین فقط مراد ہے۔شاید مراد عام ہو۔یعنی ابلاغ دین اور ہر وہ چیز جو خداوند عالم نے انہیں عطا کی ہے ۔اور وہ چیزیں اور فیوضات کہ جن کا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خالق اور مخلوق کے درمیان واسطہ ہیں ۔یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مامور وصول وایصال ہیں لیکن ان کے مصارف کے مسئول نہیں ہیں اور ان کے اوپر کا حساب وکتاب نہیں ہوگا ۔یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ معترض نے کہا تھا پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اور کوئی کام نہیں ہے۔

پس مراد یہ ہے کہ احکام دینی میں تیرا کام فقط ابلاغ ہے اور لوگوں کو عمل کرنے پر مجبور کرنا تیرا کام نہیں ہے۔ جیسا کہ سورہ عبس میں ہے

وَمَا عَلَيْكَ أَلَّا يَزَّكَّى آیت نمبر ۷

توتم ذمہ دار نہیں ہو۔دوسری آیت:

مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِنْ شَيْءٍ سورہ انعام آیت ۵۲:

ان کا حساب تیرے اوپر نہیں ہوگا۔!

یہ موضوع حفیظ وحافظ ہونا تو نہایت ہی واضح ہے اور پروردگا تمام موجودات کا حفیظ ہے اور اس طرح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ۔کیونکہ یہ منافات نہیں ہے کہ اگر

ایمان رکھے اور دوسری آیات اور روایات سے سر پیچھے کرے؟!اور کیسے کہ پیغمبر اپنے اور دوسرے کے آنے والے حالات سے بے خبر ہیں۔اور ایسے افراد خود غافل ہو گئے ہیں کیونکہ وہ یہ خود کہتے ہیں کہ امام وہ ہوتا ہے جو اپنے اور دوسروں کے آنے والے حالات وواقعات جانتا ہو!!

ان کا یہ استدلال اس طرح ہے جس طرح مدعیان اسلام کہتے ہیں کہ خدا جسم ہے اس کے لیے اعضاء و جوارح ہیں۔اور آخرت میں خدا کا دیدار ہوگا۔اور انبیاء ومرسلین سے گناہ صادر ہوتے ہیں۔(معاذ اللہ)

ایک یہ ہے کہ جس کے ذریعے وہ نفی ولایت تکوینی پر استدلال کرتے ہیں۔

(فَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلَاغُ وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ (۴۰)

اور تیرا کام پہنچانا ہے اور ہمارا کام حساب لینا ہے

اور ایک یہ ہے۔(وما علی الرسول الا البلاغ)رسول پر سوائے ابلاغ کے کچھ بھی نہیں ہے۔

اور ایک آیت یہ بھی ہے

فَإِنْ أَعْرَضُوا فَمَا أَرْسَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ حَفِيظًا إِنْ عَلَيْكَ إِلَّا الْبَلَاغُ

اور ہم نے ان پر حفیظ نہیں بھیجا تیرے لیے فقط ابلاغ ہی ہے۔

یہ آیات دیکھ کر وہ کہتے ہیں کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صرف اور صرف مبلغ ہیں اس کے علاوہ ان کے ذمے دوسرا کوئی کام نہیں ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کے نگہبان نہیں ہیں۔

غیر از خدا کوئی اور حفیظ و حافظ ہو۔ جیسا کہ ملائکہ کے بارے میں ہے

وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً سورہ انعام آیت ۶۱

یقیناً وہ تمہارے لیے محافظ (ملائکہ بھیجے)

دوسری آیت **وَإِنَّ عَلَيْكُمْ لَحَافِظِينَ** سورہ انفطار آیت نمبر ۱۰

یقیناً وہ تمہارے محافظ ہیں۔ اور حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں ہے۔

إِنِّي حَفِيظٌ عَلِيمٌ سورہ یوسف آیت ۵۵

(یقیناً میں جاننے والا محافظ ہوں۔)

خداوند عالم تمام اشیا کا محافظ ہے اور دیگران خدا کی عطا سے محافظ ہیں۔ خداوند عالم۔ خیر حافظاً۔ ارحم الراحمین، اور خیر الحافظین ہے۔ پس لوگوں میں بھی حافظین ہیں اور لوگوں میں بھی حافظین ہیں اور خداوند عالم بہترین حفاظت کرنے والا ہے۔

یہ بات بھی واضح ہے کہ مخلوق خدا اتنی ہی محافظ و حافظ ہے جتنا خدا نے ان کو اقتدار عطا کیا ہے۔ جیسا کہ

فَمَا أَرْسَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ حَفِيظًا سورہ نساء آیت نمبر ۸۰

ہم نے تمہیں اس کا حفیظ نہیں بنایا ہے

وَمَا أَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيظٍ سورہ ہود آیت نمبر ۸۶

اور میں تمہارا حفیظ نہیں ہوں۔

وَمَا أَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيلٍ سورہ زمر آیت نمبر ۴۱

اور تو ان کا وکیل نہیں ہے۔

اگر کوئی اور کسی چیز کا محافظ ہو تو وہ خداوند عالم کی عطا سے ہے۔ لیکن خدا محافظین کا بھی محافظ ہے۔ یہ بات بھی اس موضوع کی طرح ہے جو خدا کی حکومت اور مخلوقات کی حکومت کے بارے میں بیان ہو چکا ہے۔ خدا کا اقتدار ذاتی ہے اور مخلوقات کا اقتدار عطائے خداوندی ہے۔ جیسا کہ خدا نے خود فرمایا ہے

قُلْ كَفَى بِاللهِ شَهِيدًا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ إِنَّهُ كَانَ بِعِبَادِهِ خَبِيرًا بَصِيرًا سورہ اسراء آیت نمبر ۹۶

خدا گواہی کے لئے کافی ہے۔

خدا نے اپنی مخلوقات میں سے شہید شہداء اور اشہاد قرار دئے ہیں۔ درحالانکہ خدا بذات خود شہادت کے لئے کافی ہے۔

فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَى هَؤُلَاءِ شَهِيدًا سورہ نساء آیت ۴۱

جب ہم ہر امت سے گواہ لائیں گے اور آپ کو ان تمام پر گواہ بنایا جائے گا۔

وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَسْتَ مُرْسَلًا قُلْ كَفَى بِاللهِ شَهِيدًا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ وَمَنْ عِنْدَهُ عِلْمُ الْكِتَابِ سورہ رعد آیت ۴۳

اے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہہ دیجئے۔ گواہی کیلئے اللہ اور وہ کافی ہے جس کے پاس کل کتاب کا علم ہے۔

شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا

سورہ بقرا آیت ۱۴۳

(انبیاء) لوگوں پر گواہ ہیں اور حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام انبیاء پر گواہ ہیں۔

أَفَمَنْ كَانَ عَلَى بَيِّنَةٍ مِنْ رَبِّهِ وَيَتْلُوهُ شَاهِدٌ مِنْهُ سورہ ھود آیت نمبر ۱۷

کیا وہ بیّنہ پر نہیں ہیں۔ اور ان کے پیچھے ایک گواہ ہے۔

اَفَمَنْ كَانَ عَلَى بَيِّنَة سے مراد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں او شَاهِدٌ مِنه سے مراد حضرت علی علیہ السلام ہیں۔

جیسا کہ یہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کا فرمان ہے۔(۱)

اور دوسری آیات کہ جن کے ذریعے ولایت تکوینی کی نفی میں استدلال کیا گیا ہے۔ سورہ آل عمران کی آیت نمبر ۸۰ وَلَا يَأْمُرَكُمْ أَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلَائِكَةَ وَالنَّبِيِّينَ أَرْبَابًا أَيَأْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ إِذْ أَنْتُمْ مُسْلِمُونَ

خداوند عالم تمہیں اس بات کا حکم نہیں دیتا کہ تم فرشتوں اور انبیاء کو اللہ کے علاوہ اپنا رب قرار دو۔ کیا خداوند عالم نے تمہارے مسلمان ہونے کے بعد کسی کفر کا حکم دیا ہے۔

اس آیت کا مطلب پہلے والی آیت کے تحت یہ ہے کہ جس نبی کو خدا نے

(۱) بحار الانوار کمپانی۔ ج ۷ ص ۴۹۔ با آئمہ ھدیٰ علیہ السلام مخلوقات عالم پر گواہ ہیں۔

نبوت عطا کی ہے یا رسالت کے لیے منتخب کیا ہے اور اسے کتاب وحکمت عطا کی ہے۔ اس کا حق نہیں ہے کہ وہ لوگوں سے یہ کہے کہ تم میرے بندے ہو خدا کے بندے نہیں ہو۔ بلکہ انبیاء اپنے فرض کے مطابق لوگوں سے یہ کہیں کہ تم "ربانی" رہو۔ یعنی کتاب کے واسطے اور ذریعے (تم لوگ علوم قرآن سیکھو تا کہ اس پر عمل کر کے ربانی ہو جاؤ) اور یہ بشر جس کو کتاب او حکمت ملی ہے اور وہ مبلغ نبوت بھی ہے تو وہ تمہیں اس بات کا حکم نہیں دیتا کہ تم فرشتوں اور نبیوں کو اپنا خدا بناؤ۔ کیا ممکن ہے کہ یہ نبی تمہیں اس کفر کا حکم دے سکتا ہے۔ اور اس نے تمہیں خدا کی طرف بلایا ہے۔ اور تم مسلمان بھی بن چکے ہو۔

اگر: کوئی شخص ملائکہ، انبیاء اور آئمہ ھدیٰ علیہ السلام کو اپنا خدا سمجھتا ہے تو وہ کافر ہے۔ اور یہ آیت بھی اسی طرح ملائکہ اور انبیاء کی ربوبیت کی نفی کرتی ہے۔ اور اس کا ولایت تکوینی سے کوئی ربط نہیں ہے۔

شیخ قمی: (جو کہ شیخ کلینیؒ کے استاد ہیں) نے اپنی تفسیر میں ان دو آیات کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ: حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے لوگوں سے یہ نہیں کہا کہ میں نے تمہیں خلق کیا ہے اور تم میرے بندے بنو اور اللہ کے بندے نہ بنو۔ بلکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان سے کہا کہ عقل مند بنو۔ اللہ کا امر ہے۔ بہت زیادہ لوگ ملائکہ کی عبادت کرتے تھے اور نصاریٰ کا ایک گروہ حضرت عیسیٰ کو علیہ السلام خدا مانتا تھا اور یہود حضرت عزیر علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا مانتے تھے۔ خداوند متعال نے اس آیت میں ان کی تکذیب کی ہے۔

سورہ آل عمران (آیت ۶۴ قُلْ يَاأَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللهِ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ) کہہ دیجیے کہ اہل کتاب آؤ ہم اور تم اس کلمہ کی پیروی کریں جس کو حق سمجھتے ہیں اور وہ کلمہ یہ ہے کہ خدا کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کریں اور کسی کو خدا کا شریک نہ بنائیں۔ اور بعض لوگ بعض لوگوں کو اپنا خدا نہ بنائیں۔ اگر یہ حق سے روگردانی کریں تو ان سے کہہ دو کہ گواہ رہیں کہ ہم خدا کے حکم کو تسلیم کرنے والے ہیں۔

ان دو آیات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ جو شخص ملائکہ، انبیاء، مرسلین اور آئمہ ھدیٰ علیہ السلام کے لیے اس بات کا قائل ہے کہ وہ "اللہ" ہیں تو وہ کافر ہے۔ ہمارے لیے ضروری ہے کہ ہم خدا کی عبادت کریں اور کسی کو اس کا شریک نہ بنائیں۔

کلمہ ارباب: رب کی جمع ہے اور اس کے چند معانی ہیں۔

اول: رب اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام ہے یعنی پروردگارِ جہاں، پالنے والا۔

دوم: بادشاہ۔ سورہ یوسف میں لفظ رب تین مرتبہ استعمال ہوا ہے۔ آیت ۴۱، ۴۲

يَاصَاحِبَيِ السِّجْنِ أَمَّا أَحَدُكُمَا فَيَسْقِي رَبَّهُ خَمْرًا وَأَمَّا الْآخَرُ فَيُصْلَبُ فَتَأْكُلُ الطَّيْرُ مِنْ رَأْسِهِ قُضِيَ الْأَمْرُ الَّذِي فِيهِ تَسْتَفْتِيَانِ (۴۱) وَقَالَ لِلَّذِي ظَنَّ أَنَّهُ نَاجٍ مِنْهُمَا اذْكُرْنِي عِنْدَ رَبِّكَ فَأَنسَاهُ الشَّيْطَانُ ذِكْرَ رَبِّهِ فَلَبِثَ فِي السِّجْنِ بِضْعَ سِنِينَ (۴۲) وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُونِي بِهِ فَلَمَّا جَاءَهُ الرَّسُولُ قَالَ ارْجِعْ إِلَى رَبِّكَ

(۱) ایک شخص اپنے بادشاہ کو شراب سے سیراب کرتا تھا۔ (۲) میرا ذکر اپنے بادشاہ کے سامنے کرنا۔ (۳) اپنے بادشاہ کی طرف پلٹ جاؤ۔

سوم: بمعنی مالک اور یہ معنی لغت میں بہت زیادہ استعمال ہوا ہے۔ یہاں تک کہ قصہ اصحاب فیل میں حضرت عبدالمطلب علیہ السلام نے فرمایا: (انا رب الابل وللبیت رب) میں اونٹوں کا مالک ہوں اور خانہ کعبہ کا بھی ایک مالک ہے۔

حضرت موسیٰ کاظم علیہ السلام نے کھانے کے آداب تعلیم فرماتے ہوئے فرمایا کہ رب البیت ابتداء کرے۔ یعنی گھر کا مالک ابتداء کرے۔

چہارم: بمعنی مطاع (جس کی پیروی کی گئی ہو) آیا ہے۔ جیسا کہ آیت توبہ ۳۰

اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللهِ

(خداوند عالم نے اہل کتاب کی مذمت کی ہے) یہ لوگ اللہ کے حکم کے بغیر اپنے، رھبان اور علماء کو اپنا مطاع مانتے ہیں۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام اور حضرت جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: یہ مذمت ان کے لیے ہے جو حلال وحرام کو تبدیل کر دیتے ہیں۔

اور رب بمعنی سائس، مدبر، مصلح، سید کے لیے بھی آیا ہے۔

حضرت امیر علیہ السلام سے دابۃ الارض" کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: وہ زمین کا رب ہے۔ زمین کا قرار اس کی وجہ سے ہے۔ راوی نے پوچھا وہ کون ہے؟ تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: میں علی ابن ابی طالب علیہ السلام ہوں۔

اس معنی میں اس آیت کی تاویل ہے

وَأَشْرَقَتْ الْأَرْضُ بِنُورِ رَبِّهَا سورہ زمر آیت ٦٩

جب زمین اپنے رب کے نور سے منور ہو جائے گی۔

تفسیر قمی میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت نقل کی گئی ہے آپ نے فرمایا: رب الارض امام الارض۔ زمین کا رب زمین کا امام ہے کہ اس کے ظہور کے وقت زمین منور ہو جائے گی۔

جو کچھ یہاں بیان ہو چکا ہے اس سے خدا کے فرمان کی تاویل ظاہر ہو جائے گی۔

وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَاضِرَةٌ (٢٢) إِلَى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ (٢٣)

قیامت کے دن لوگوں کے چہرے نورانی ہو جائیں گے۔ کیوں کہ وہ اپنے آقا و سردار کو دیکھیں گے۔ شاید رب اس آیت میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا امام علیہ السلام ہیں کہ مومنین قیامت کے دن انہیں دیکھیں گے۔

یا ناظرہ سے مراد انتظار کرنے والی آنکھیں ہیں۔قرآن پاک میں یہ معنی بھی آیا ہے۔

سورہ نمل آیت ۳۵ فَنَاظِرَةٌ بِمَ يَرْجِعُ الْمُرْسَلُونَ

یعنی میں (بلقیس) سلیمان علیہ السلام کی طرف ہدیہ بھیجتی ہوں اور انتظار کرتی ہوں کہ وہ کیا کرتے ہیں۔اس شخص نے اشتباہ کیا جو اس بات کا قائل ہے خدا آخرت میں نظر آئے گا۔

ایک آیت یہ ہے کہ جس کے ذریعے استدلال کر کے ولایت تکوینی کی نفی کی ہے

اے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تذکر دیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان پر تسلط نہیں رکھتے۔پس رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں پر اختیار نہیں رکھتے تو پورے جہان کی ذمہ داری کیسے سنبھال سکتے ہیں......؟!!

مصیطر: سین اور صاد ہر دو کے ذریعے قرائت ہوا ہے اور دونوں کا ایک ہی معنی ہے۔

تفسیر قمی: میں ہے کہ آپ ان کے اعمال کا محافظ، نگہبان اور لکھنے والے نہیں ہیں۔

مجمع البحرین: میں ہے کہ کہ مصیطر وہ ہوتا ہے جو بلند مکان پر بیٹھ کر اعمال کو لکھے۔

یعنی آپ ان کے اعمال لکھنے پر معمور نہیں ہیں۔کہ آپ ان کو اکراہ و اجبار سے دین

اسلام میں داخل کریں۔ ایک اور آیت ہے

(وَمَا أَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ سورہ ق ۴۵)

یعنی آپ ان پر جبار کرنے والے نہیں ہیں۔ لوگوں کو اختیار ہے

(فَمَنْ شَاءَ فَلْيُؤْمِنْ وَمَنْ شَاءَ فَلْيَكْفُرْ كهف ۲۹)

جس کا جی چاہے مومن بن جائے اور جس کا جی چاہے کافر ہو جائے۔

اس آیت سے بھی نفی ولایت تکوینی پر استدلال کیا گیا ہے۔

مَا كَانَ لِيَ مِنْ عِلْمٍ بِالْمَلَإِ الْأَعْلَى إِذْ يَخْتَصِمُونَ (۶۹)

یعنی یہ ملاء اعلی کا علم نہیں ہے جب وہ گفتگو کرتے ہیں۔ پس جس کو ملاء اعلی کا علم نہ ہو وہ کس طرح ان کا مالک ہو سکتا ہے؟ اور یہ لوگ کہتے ہیں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو منافقین کا علم نہیں تھا۔ وہ وحی کے علاوہ کچھ بھی نہیں جانتے تھے۔

حقیر کہتا ہے کہ روایت معراج و دیگر روایات میں یہ ہے کہ میں جو کچھ بھی جانتا ہوں وہ میری طرف سے نہیں ہے بلکہ پروردگار کی طرف سے ہے اور اس نے مجھے علم عطا کیا ہے۔ قرآن پاک کی نص صریح کے مطابق حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ملکوت و سماوات و الارض دکھائے۔ کیا ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ سب کچھ نہیں دکھایا گیا.....؟ کیا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام انبیاء سے افضل و اشرف نہیں ہیں؟ کیا یہ لوگ معراج کے منکر ہیں؟ کیا یہ کہتے ہیں کہ معراج پر گئے تھے اور انہوں

نے سب کچھ بھلا دیا ہے؟ اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو منافقین کا علم نہیں تھا۔ وہ وحی کے علاوہ کچھ نہیں جانتے ہیں۔ روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حذیفہ کو منافقین کے حالات کا عالم بنا دیا۔ کیا خود پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے حالات نہیں جانتے تھے؟ ان آیات کا جواب "رسالہ علم غیب" میں مفصل طور پر بیان کیا جائے گا انشاءاللہ تعالیٰ

ضروری ہے کہ اس آیت کو جزء یاز دہم والی آیت کے ساتھ جمع کیا جائے اور آیت یہ ہے کہ منافقین سے کہو کہ خداوند عالم نے مجھے تمہارے حالات سے آگاہ کیا ہے۔ دوسری آیت (وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِي لَحْنِ الْقَوْلِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ أَعْمَالَكُمْ سورہ محمد آیت ۳۰) توجہ ضروری ہے اور ہر آیت میں دقت کی جائے تا کہ ان کا مفہوم سمجھا جا سکے۔ تا کہ اس بات کی وضاحت ہو جائے کہ قرآن کریم میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ پس جہاں بھی آپ کو نظر آئے کہ علم کی نفی پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات سے کی گئی ہے تو مراد علم ذاتی ہے۔ لیکن علم وھبی کی نفی نہیں ملتی ہے۔ اور نہ ہی وہ نفی کی گی ہے۔ بلکہ خدا کا عطا کردہ علم ہے۔

اور اس آیت سے جس کے ذریعے ولایت تکوینی کی نفی کی گئی ہے،

(قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَيَّ)

کہہ دو! کہ میں بھی تمہاری طرح انسان ہوں کہ میری طرف وحی ہوتی ہے پس پیغمبر

ﷺ اور دیگر افراد میں کوئی فرق نہیں ہے فقط وحی کا فرق ہے اور وحی کا تعلق امور تشریعی سے ہے۔ پس بشر پر وحی موجب امور تکوینی نہیں ہوسکتی اور یہ کہنا نہایت ہی ضروری ہے کہ

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ

سے کیا مراد ہے؟ یعنی میں بشری صورت میں تمہاری طرح ہوں یا یہ کہ میں صورت اور سیرت ذات اور جنس میں تمہاری طرح ہوں۔ آیا تمہارے اور ہمارے ابدان و اجسام کی خصوصیات ایک جیسی ہیں۔ یہ دوسرا احتمال غلط ہے کیوں کہ سینکڑوں روایات و اخبارات اس بات پر دلیل قاطع ہیں کہ پیغمبر اکرم ﷺ اور آئمہ ھدیٰ علیہ السلام کی طینت علّیین میں سے ہے۔ ان کی ولادت کی کیفیت بھی بشری تقاضوں سے منفرد اور جداگانہ ہے۔ ان کے احوال رضاعت بھی علیحدہ اور مختلف ہیں ان کا سایا نہیں ہوتا ہے۔ درحالانکہ ہر بشر کا سایہ ہوتا ہے۔ یہ اپنے سامنے اور سر کی طرف سے اس طرح دیکھتے ہیں جس طرح ہم اپنی آنکھوں سے آگے کی طرف دیکھتے ہیں۔ روایات میں ہے کہ شیعوں کے دل اور ارواح ان کی فاضل طینت سے بنائے گئے ہیں۔ یہ وہ طینت طاہرہ ہے جس سے ان کے ابدان ظاہری بنائے گئے ہیں۔ ان روایات کے پیش نظر دوسرے احتمال کی نفی ہوتی ہے۔ پس بشر سے مراد بشری صورت ہے اور ان کی طرف وحی کا آنا تشریعی میں منحصر نہیں ہے۔ بلکہ ان کی طرف امور کائنات کے متعلق وحی ہوتی ہے۔ جیسا کی یہ بات واضح ہے کہ ان کے پاس جو کچھ ہے وہ خدا کی طرف سے ہے۔

پس حق تصرف درکائنات ان کے لیے ثابت ہے۔تو یہ آیت اس کی نفی نہیں کرتی ہے۔

ایک اورآیت(۱۳) قُلْ أَغَيْرَ اللَّهِ أَتَّخِذُ وَلِيًّا فَاطِرِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ﴾

کیا یہ لوگ غیر خدا کو ولی مانتے ہیں......پس ضروری ہے کہ پہلے مسلمان بنیں اور تمہیں ہرگز ہرگز مشرکین سے نہیں ہونا چاہیے۔ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ جو شخص غیر خدا کو اپنے اوپر تکویناً فضیلت دے وہ کافر اور مشرک ہے۔

حقیر کہتا ہے جو نتیجہ انہوں نے اس آیت سے اپنے خیال کے مطابق نکالا ہے وہ صحیح نہیں ہے۔ ممکن ہے کہ یہ آیت پیغمبر اکرم ﷺ کی ذمہ داری کو بیان کرتی ہو کیوں کہ وہ کائنات میں سب سے اشرف و افضل ہیں۔ وہ مخلوقات اور اللہ کے درمیان فیض رسانی کا واسطہ ہیں۔ان کا مالک غیر خدا نہیں ہوسکتا۔وہ اول مسلمان اور اول العابدین ہیں۔کس طرح اپنے سے کم کسی کو اپنا ولی بنالیں۔اور اسے اپنا اختیار دے دیں۔اس آیت میں ولایت شرعی اور تکوینی کی کوئی قید نہیں ہے یہ مطلق ہے۔ پیغمبر اکرم کے لیے خدا کے علاوہ کوئی ولی، وارث نہیں ہے۔یہ آیت دلیل قطعی پر نہیں ہے اور دلیل احتمالی کافی نہیں ہوتی ہے۔

مومنین نے خدا احدیت سے درخواست کی ہے کہ اپنے لیے ولی بنا جیسا کہ اس آیت میں ہے

وَاجْعَل لَنَا مِنْ لَدُنْکَ وَلِيًّا وَاجْعَل لَنَا مِنْ لَدُنْکَ نَصِيرًا

(۷۵) سورہ نساء

خدایا ہمارے لیے اپنی طرف سے ولی اور ہمارا مددگار بنا۔ اگر غیر از خدا ولی بنانا ممنوع ہے تو مومنین نے خدا سے کیوں درخواست کی ہے کہ ہمارے لیے ولی اور مددگار بنا۔ خداوند عالم نے ان کی بات کو قبول کیا ہے اور یہ نہیں فرمایا کہ یہ شرک ہے اور خدا نے یہ آیت نازل کی ہے۔

إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلاَةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ (۵۵)

میں تمہارا ولی ہوں اور میرا رسول تمہارا ولی ہے اور وہ ولی ہے جس نے حالت رکوع میں زکوۃ دی ہے۔ خدا نے اس آیت میں رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امام علیہ السلام کے لیے ولایت کو قرار دیا ہے۔ پہلی آیت جس میں غیر خدا کے ولی و مالک ہونے کی نفی کی گئی ہے۔ اگر یہ خاص طور پر پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذمہ داری نہ ہو تو اس سے مراد یہ ہے کہ کوئی ایک بھی ولی نہیں ہے۔ کوئی بھی مالک، مولیٰ اور ولی نہیں بن سکتا جب تک خدا اس کو مالک، مولیٰ اور ولی نہ بنائے۔ جیسا کہ مومنین سے زیادہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کی جانوں پر حق تصرف حاصل ہے۔ اور یہ قرآن پاک کی نص ہے۔ اسی طرح حضرت امیر المومنین علیہ السلام اور آئمہ ھدیٰ علیہ السلام خدا کی طرف سے مولیٰ، ولی اور اولیٰ بنائے گئے ہیں۔ آیت شریفہ ہے

(نَحْنُ أَوْلِيَاؤُكُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَة حمِ سجده ۳۱)

ہمارے دنیا اور آخرت میں تمہارے لیے اولیا ہیں۔

جیسا کی روایت میں فرمایا گیا ہے۔ اور اسی طرح والد اور دادا کی ولایت پسر کے لیے ثابت ہے۔

حاصل کلام: کوئی شخص کسی کا مولا نہیں ہے جب تک اسے خدا کسی کا مولیٰ نہ بنائے یہاں تک کہ اس کے لیے ولایت کو بیان کرے یا ثابت کرے۔

ہماری مراد بھی ولایت تکوینی سے یہی ہے کہ یہ خداوند عالم کی طرف سے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آئمہ ھدیٰ علیہ السلام کے لیے ثابت ہے۔ یہ ہستیاں کائنات عالم، حوادث عالم اور ممکنات عالم میں سب سے زیادہ دانا، بینا، توانا اور نافذ الارادہ ہیں۔ جیسا کہ کئی بار اس کتاب میں تصریح ہو چکی ہے۔ اور کتاب کے شروع میں عرض کر چکا ہوں۔ کہ یہ حضرات معصومین علیہ السلام عدم محض سے کوئی چیز خلق نہیں کرتے۔ کیوں کہ اس کتاب شریف میں کئی مقامات پر بیان کر چکا ہوں۔ عدم محض سے خلق کرنا جو کہ ابداع و اختراع کہلاتا ہے۔ خداوند عالم کے ساتھ مختص ہے۔ جیسا کی دوسری فصل میں دعا جوشن کبیر کے تیسرے جملہ کی شرح ص ۲۵۸ پر بیان کیا گیا ہے (کم علم ہمارے اوپر الزام لگاتے ہیں) (کفی باللہ حاکماً) ہمارے لیے اللہ ہی کافی ہے۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آئمہ ھدیٰ علیہ السلام عدم محض سے نہیں بلکہ اشیاء مادہ سے خلق کرتے ہیں چاہے وہ مادہ محسوسات میں سے ہو یا نہ ہو۔ یعنی اس کو حواس ظاہری درک کر سکیں یا درک نہ کر سکیں۔ یا وہ مادہ اتنا صغیر ہو کہ وہ حواس میں بھی نہ آ سکے۔ اس

کام کو آیات و روایات میں ہی خلق کہا جاتا ہے۔ خداوند عالم احسن الخالقین ہے۔ بعض لوگ لفظ خلق سے ڈرتے ہیں اور اس کا نام صفت رکھتے ہیں۔ درحالانکہ دونوں ٹھیک ہیں۔ لفظ خالق اور صانع دونوں اسمائے الٰہیہ میں سے ہیں۔

پس ان آیات میں خدا فرماتا ہے۔ اللہ تمہارا ولی، مولیٰ ہے اور خدا ہی تمہاری مدد کے لیے کافی ہے۔ یہ کلمات یا آیات ان آیات سے منافات نہیں رکھتیں کہ جن میں ولایت انبیاء اور آئمہ ھدیٰ علیہ السلام کے لیے ثابت کی ہے۔

إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ (۵۵ :المائدہ)

یہ ہے اور اس کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے کہ تمہارا صاحب اختیار خدا ہے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے اور وہ مومن بھی صاحب اختیار ہے جس نے حالت رکوع میں زکوٰۃ دی ہے۔

برادران اہلسنت اور علمائے امامیہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یہ آیت جناب امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ کہ آپ علیہ السلام نے حالت رکوع میں انگوٹھی زکوۃ دی۔ یہ آیت بتا رہی ہے کہ خدا، رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جناب امیر علیہ السلام تمہارے صاحب اختیار ہیں۔ اور ہم خدا کے حکم سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امام کو اپنا ولی اور مولیٰ مانتے ہیں۔ کیا اس معترض کے بقول ہم مشرک ہیں؟ ایسا ہر گز نہیں اس لکھنے والا نے کہا ہے کہ یہ آیت اور اس میں لفظ (کم) اس دور کے مخالفین

کے لیے ہے۔ بنا براس کے یہ ہم پر لازم نہیں ہے یہ ان آیات کی طرح ہے جن میں خدا نے ملکیت اپنے لیے ثابت کی ہے۔ اور پھر مخلوقات کے لیے ثابت کی ہے۔ آیات میں ہے کہ خدا زمین وآسمان کا مالک ہے۔ اور ہر مخلوق کا مالک ہے۔ اور دوسری آیت میں مخلوق کے لیے ملکیت ثابت کرتا ہے۔ یہ بات عرف عقل اور شرع میں اوضح الواضحات ہے۔ کہ ان آیات کا دیگر آیات سے کوئی منافی وتضاد نہیں ہے۔

خداوند عالم مالک بالذات ہے اور مخلوقات ملک بالعرض ہیں۔ اور خدا کی طرف سے انہیں مالک بنایا جاتا ہے۔

دوسری جگہ پر ہے کہ خدا شہادت اور حفظ اعمال کے لیے کافی ہے۔ یہ آیت دوسری آیت کی منافی نہیں ہے۔ جہاں دوسری مخلوقات کو گواہ بنایا گیا ہے اور ان کو حافظین اور حفظہ قرار دیا گیا ہے۔ جیسا کہ یہ بات گذر چکی ہے۔

اسی طرح آیات میں خداوند کی ولایت بالذات اور پیغمبران اور آئمہ حدیٰ علیہم السلام کی ولایت خداوند عالم کی عطا کردہ ہے۔ سورہ اسریٰ کے آخر میں ہے

وَقُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَلَمْ يَكُنْ لَهُ شَرِيكٌ فِي الْمُلْكِ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ وَلِيٌّ مِنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِيرًا (١١١)

یعنی خداوند عالم کا ملک میں کوئی شریک نہیں ہے اور نہ ہی اس کو کوئی کمزوری ہے۔ کہ کوئی اس کا ولی ہو۔

پس اس ولی کی نفی ہے کہ من الذل سے ہو لیکن مطلق ولی یا اولیا کی نفی نہیں

ہے۔ بلکہ فرمان خدا ہے

أَلاإِنَّ أَوْلِيَـاءَ اللهِ لاَخَـوْفٌ عَـلَيْهِـمْ وَلاَهُـمْ يَـحْزَنُونَ

(۶۲ یونس)

جان لو! خدا کے اولیاء کو کسی قسم کا خوف اور حزن نہیں ہے۔

قُلْ لَسْتُ عَلَيْكُمْ بِوَكِيلٍ انعام ۲۲)(وَمَا أَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيلٍ

(انعام :۱۰۷)

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ وَكِيلًا (۵۴: بنی اسرائیل) کہہ دیجئے میں تمہارے اوپر وکیل ہوں اور تو ان کے اوپر وکیل نہیں ہے ہم نے آپ کو ان پر وکیل بنا کر نہیں بھیجا۔

ایک اور روایت کریمہ

(أَلَّا تَتَّخِذُوا مِنْ دُونِي وَكِيلًا ۲ اسراء)

میرے علاوہ کسی اور کو اپنا وکیل نہ بنانا اور وکیل کا معنی نگہبان اور کارگزار لیا گیا ہے۔ ان آیات میں تکوین اور تشریع کا نام نہیں لیا گیا۔ پس اس مصنف نے مطلق آیات سے احتجاج کیا ہے اس نے آل محمد علیہم السلام کی طرف رجوع کرنے کو لازم قرار نہیں دیا۔ اس لیے وہ کہتا ہے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں پر وکیل نہیں ہیں اور لوگوں کے لیے بھی ضروری ہے کہ وہ غیر خدا کو وکیل نہ بنائیں (أَلَّا تَتَّخِذُوا مِنْ دُونِي وَكِيلًا ۲ اسراء) خدا کے علاوہ کسی اور کو اپنا وکیل نہ بنانا۔ پس وکالت کے باب میں جو روایات وارد

ہوئی ہیں یہ علمائے اعلام کے جو بھی کتب فقہ میں اقوال ہیں ان کو خلاف قرآن سمجھنا ہے......

یہ اس قسم کا استدلال ہے کہ جس کا جو جی چاہے اس آیت کا ترجمہ کر ڈالے اور اسی کو اپنا منبع قرار دے دے۔ اور دوسری آیات اور روایات متواترہ سے صرف نظر کر دے تو یہ ٹھیک نہیں ہے تو ضروری ہے کہ آیات و روایات میں بہت زیادہ دقت کی جائے۔ تا کہ اس کا معنی صحیح طور پر بیان کیا جا سکے۔ انہوں نے کہا کہ لفظ "وکیل" کا اطلاق خداوند عالم کی ذات پر ہی ہوتا ہے۔ اس کے چار معنی ہیں

اول:

مخلوقات عالم کے امور کی کفایت کرنے والا۔

دوم:

سارے جہان کے امور اس کے ہاتھ میں ہیں۔

سوم:

بندگان میں روزی تقسیم کرنے والا۔

چہارم:

لوگوں کی پناہ گاہ اور بے چاروں کا سہارا۔

خلاصہ مطلب

:جو ذاتی طور پر خلق کی نگہداری اور نگہبانی پر قادر، اور ان کے امور کی کفایت و کفالت، اور رزق میں کسی کا محتاج نہیں ہے وہ خدا کی ذات ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں ہے اس معنی میں پیغمبران مخلوق میں سے کسی کے محتاج نہیں ہے۔ اس معنی کے حساب سے پیغمبران سے وکالت کی نفی کی ہے اور اس بات کا ولایت تکوینی سے کوئی ربط نہیں ہے۔

خداوند عالم نے اپنے آپ کو وکیل کہا ہے۔

وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ وَكِيلٌ

خدا ہر شیء پر وکیل ہے خدا کے علاوہ کوئی بھی ہر شیء پر وکیل نہیں ہے۔ اور مخلوق بعض چیزوں پر بغیر استقلال کے وکیل ہے۔ اس آیت

وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ وَكِيلٌ

کی تفسیر میں شیخ طبرسی نے کہا ہے خداوند عالم مدبر خلق ہے اور نگہبان مخلوق ہے پس وہ وکیلِ مخلوق ہے۔

اور یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ مخلوق کے لیے وکیل ہے۔ اور خلق، خلق کے لیے وکیل ہو سکتی ہے۔ کبھی کبھار دوسروں کو محدودیت کے ساتھ بغیر استقلال کے وکیل و نگہبان مانتے ہیں۔ جیسا کہ ملک الموت، صریح آیات میں وہ موکل از واج ہے۔

قُلْ يَتَوَفَّاكُمْ مَلَكُ الْمَوْتِ الَّذِي وُكِّلَ بِكُمْ ثُمَّ إِلَى رَبِّكُمْ تُرْجَعُونَ (۱۱: سجدہ)

کہہ دیجیے کہ تمہیں ملک الموت مارتا ہے جس کو ہم نے تمہارے اوپر موئکل بنایا ہے۔

قُلْ لَسْتُ عَلَيْكُمْ بِوَكِيلٍ انعام ٦٦)

شیخ طبرسی نے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں بیان فرمایا ہے کہ: اے محمدؐ کہہ دیجیے! میں اس بات پر معمور نہیں ہوں کہ تمہیں (تکویناً) یا سچا یا جھوٹا کہوں۔ میں تم کو کفر سے اس طرح منع نہیں کرتا ہوں کیوں کہ وکیل وہ ہوتا ہے جو کسی چیز کے قیام اور اس کے ضرر کو دفع کرنے والا ہوتا ہے۔

بعض علماء نے اس آیت شریفہ کا یہ مطلب لیا ہے کہ میں تمہارے اعمال کا محافظ نہیں ہوں۔ میں نے تمہارے اعمال پر جزا وسزا نہیں دینی ہے۔ میں تو فقط ڈرانے اور خوش خبری دینے والا ہوں۔

وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكُمْ فَمَنْ شَاءَ فَلْيُؤْمِنْ وَمَنْ شَاءَ فَلْيَكْفُرْ

جس کی مرضی کفر کرے اور جس کی مرضی ایمان لے۔

جو کچھ ہم نے عرض کیا ہے یہی آیت کا مقصود ہے

(وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَات

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اس آیت کے بارے میں فرمایا: کہ یہ آیت آئمہ ھدیٰ علیہ السلام کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ خداوند عالم نے ان سے وعدہ کیا ہے کہ ہم نے تمہیں زمین پر اپنا خلیفہ بنایا ہے۔ جیسا کہ میں نے انبیاء واوصیاء کو خلیفہ بنایا تھا۔ اور میں نے اپنے پسندیدہ دین پر تمکن دیا ہے۔ ان لوگوں نے کہا ہے کہ آیت

سے چند امور واضح ہوتے ہیں۔

اول:

آئمہ ھدیٰ علیہم السلام کی خلافت گذشتہ انبیاء و اوصیاء کی طرح ہے۔ ان کی خلافت نشر احکامات تھی اور آئمہ ھدیٰ علیہم السلام کی خلافت بھی اسی طرح ہے۔ پس یہ ولایت تشریعی ہے تکوینی نہیں.................. !!

دوم:

خداوند عالم انہیں تمکن دے گا ابھی تک تمکن نہیں دیا اور یہ بھی نشر دین میں ہے

سوم:

ان کی خلافت محدود ہے نہ کہ پورے جہان کے لیے۔ ان کی آیات پوری طرح ہم نے بیان کردی ہیں۔ اورانہوں نے اپنی کم ظرفی سے اپنی مرضی کے مطابق ترجمہ بھی کیا ہے۔اورانہوں نے اپنی ناقص فکری بنیادوں پر یہ عبارت تعمیر کی ہے۔

حقیر گوید: ان کی یہ بات کہ آیت کریمہ آئمہ ھدیٰ علیہ السلام کے بارے میں نازل ہوئی ہے بالکل ٹھیک ہے لیکن ان کی یہ بات کہ

كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ

انبیاء واوصیاء کی طرح ہیں۔ ہر چند آیت عام ہے اور یہ انبیاء و اوصیاء کے ساتھ مختص نہیں ہے۔لیکن جو روایات تفسیر صافی اور نور الثقلین میں وارد ہوئی ہیں۔ ان

میں لفظ انبیاء نہیں ہے بلکہ فقط اوصیاء کا لفظ آیا ہے اس آیت کی تفسیر میں لفظ انبیاء آیا ہی نہیں ہے۔ پس ان لوگوں نے اپنی طرف سے لفظ انبیاء کا اضافہ کیا ہے۔ اگر لفظ انبیاء بھی ہو تو اس سے وہ انبیاء مراد ہیں جن کے پاس خلافت ظاہری تھی جیسا کہ حضرت ہارون علیہ السلام جو کہ حضرت موسیٰ کے علیہ السلام خلیفہ تھے اور حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام

دوسری روایات: آئمہ ھدیٰ علیہ السلام کی خلافت کو انبیاء کی خلافت سے تشبیہ دینا صحیح ہے۔ یعنی جیسا کہ گذشتہ کو خلافت دی ہے۔ اسی طرح آئمہ ھدیٰ علیہ السلام کو خلافت عطا کی ہے یا عطا کرے گا یا خصوصیات خلافت میں تشبیہ دینا صحیح ہے لیکن درجاتِ خلافت میں تشبیہ دینا صحیح نہیں ہے۔

تشبیہ: خلافت اس آیت میں اس طرح ہے جس طرح رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔ اور یہ تشبیہ بھی اصل رسالت میں سے ہے نہ کہ کیف اور درجات میں۔ کیوں کہ حدود رسالت واضح ہے۔

یہ کیسے ممکن ہے کہ خلافت آئمہ ھدیٰ علیہم السلام ہر چیز میں انبیاء کی خلافت کی طرح ہے؟! درحالانکہ آئمہ ھدیٰ علیہ السلام کو خداوند عالم نے ملک عظیم عطا فرمایا ہے۔ لیکن یہ ملک دیگر انبیاء کو عطا نہیں ہوا۔ علم اور قدرت دیگر انبیاء یا آصف بن برخیا آئمہ ھدیٰ علیہم السلام کے مقابلہ میں اس طرح ہے جس طرح بحر ذخائر کے مقابلے میں ایک قطرہ پانی۔

یہ خلافت حقہ الٰہیہ جو کہ آئمہ ھدیٰ علیہم السلام کو ملے گی اس کا وقت ابھی تک نہیں آیا ہے۔اس کا وقت حضرت امام زمانہ علیہ السلام (عج) کے ظہور سے شروع ہو جائے گا جب آپ علیہ السلام رجعت فرمائیں گے۔پس یہ سلطنت وولایت وخلافت اور امارت ابھی تک ظاہر نہیں ہوئی ہے۔جیسا کہ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں روایات صریحہ ہوئی ہیں اسی طرح اس متعصب مصنف نے اس بات کو ذکر نہیں کیا۔اور وہ یہ ہے کہ وہ خوف کو امن میں تبدیل کر دیں گے۔اور یہ بھی رجعت امام زمانہ علیہ السلام (عج) کے وقت ہوگا۔اور اس خلافت الٰہیہ کا دائرہ فقط زمین تک محدود نہیں ہے۔کیوں کہ ایک چیز کا اثبات دوسری چیزوں کی نفی نہیں کرتا ہے۔اس آیت کریمہ میں زمین کا ذکر شاید اس لیے ہے کہ گذشتہ اور انبیاء ماسلف کو زمین ہی میں دشمن کا ترس اور خوف تھا۔ اس لیے اہل زمین کے لیے بشارت ہے۔خلافت ظاہریہ الٰہیہ مومنین کے لیے ہے اور یہ مومنین زمین میں اللہ کے خلفاء ہیں وہ آئمہ ھدیٰ علیہ السلام ہیں۔جو کہ اطمینان کامل اور اختیار کلی کے ساتھ زمین کے وارث ہیں۔ اہل زمین کے علاوہ ان کا کوئی بھی مخالف نہیں ہے۔اس لیے خصوصیت کے ساتھ زمین کا ذکر کیا گیا ہے۔آیت کریمہ کے سیاق وسباق میں ان کی طرف نظر کی گئی ہے۔ہم نے یہ کہا ہے کہ (فــــی الارض) یہ قید نہیں ہے۔اس کی مثل ایک آیت سورہ رعد میں بھی ہے۔

وَجَعَلُوا لِلَّهِ شُرَكَاءَ قُلْ سَمُّوهُمْ أَمْ تُنَبِّئُونَهُ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي الْأَرْضِ أَمْ بِظَاهِرٍ مِنَ الْقَوْلِ بَلْ زُيِّنَ لِلَّذِينَ كَفَرُوا مَكْرُهُمْ وَصُدُّوا عَنْ

السَّبِيلِ وَمَنْ يُضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهُ مِنْ هَادٍ (۳۳)

یہاں بھی کلمہ (فی الارض) قید نہیں ہے۔

کیوں کہ اہل زمین ہی خدا کا شریک قرار دیتے ہیں اس لیے زمین ہی میں نفی کی گئی ہے درحالانکہ زمین آسمان اور دیگر مقامات میں بھی خدا کا کوئی شریک نہیں ہے۔

دوسری فصل:

ان روایات کا جواب جن کو ولایت تکوینی کی نفی میں استدلال کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ جیسا کہ بطور کامل واضح ہو چکا ہے اور جواب شافی بھی دیا جا چکا ہے کہ وہ آیات ولایت تکوینی کی نفی پر ہو بالکل دلالت نہیں کرتی ہیں۔ اور یہ بات قاری بصیر کے لیے اظہر من الشمس ہے۔ جو روایات اس موضوع کے اثبات کی لیے لائی گئی ہیں ان میں سے کسی کا بھی ولایت تکوینی سے کوئی ربط نہیں ہے۔ ہم نے جو معنی ولایت تکوینی کا بیان کیا ہے وہ بالکل قابل انکار نہیں ہے۔ اس کا منکر جاہل اور نافہم ہے۔

پہلی روایت منکر ولایت تکوینی اپنی ناقص سوچ کے مطابق دعائے جوشن کبیر کا جملہ لایا

ہے۔ (یا من لا یعلم الغیب الا ھو)

یعنی خدا کے علاوہ کوئی بھی غیب نہیں جانتا چنانچہ یہ روایات اس بات کے منافی نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا امام علیہ السلام خدا کی عطا سے غیب جانتے ہیں جیسا کی فرمان الہیٰ ہے

عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَى غَيْبِهِ أَحَدًا

اس کی تشریح پہلے گذر چکی ہے۔ یا غیب سے مراد قیامت ہے جیسا کہ امیر المومنین علیہ السلام کے خطبہ میں بھی ہے اور اس کی مفصل بحث کتاب مقام قرآن و عترت اور کتاب علم غیب میں بیان کی گئی ہے۔

دوسرا جملہ: (یامن لا یصرف السوءَ الا ھو) اے بدی اور سختی کو دور کرنے والا خدا۔ یعنی کوئی بھی خداوند عالم کی عنایت کے بغیر ذاتی طور پر کسی سختی اور پریشانی کو دور نہیں کر سکتا مگر خداوند عالم۔ اور وہ عظیم مخلوق جس کو خدا نے طاقت و توانائی عطا کی ہے۔ وہ دیگران کی مشکل کشائی کر سکتے ہیں۔ جیسا کہ کئی مرتبہ دیکھا گیا ہے۔ کیوں کہ بدی اور سختی عادی انسان کے بس میں بھی ہے۔ کیونکہ بدی سے روکا گیا ہے اور یہ بھی حکم دیا گیا ہے کہ دیگران کی پریشانی، مشکل کو دور کیا جائے۔ بعض اوقات مومنین کی مدد کرنا واجب بھی ہوتا ہے۔ اور یہ بات اوضح الواضحات ہے۔

تیسرا جملہ: (یامن لا یخلق الخلق الا ھو) اے وہ ذات جو مخلوقات کو خلق کرتی ہے۔

ممکن ہے کلمہ خلق سے مراد تمام خلائق ہوں جو کہ خالق کے مقابلہ ہیں۔ اور

ان تمام کو خلق کرنے والا خود خدا ہے۔

یا مراد از خلق مادہ کے بغیر خلقت ہے (وہ خلق ابداع اور اختراع ہے) کیونکہ کافی لوگ چیز سے چیز خلق کر لیتے ہیں خدا وہ خالق ہے جو بغیر شئے اور مادہ کے خلق کرتا ہے۔ جیسا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام کا فرمان ہے:

(لایکون شیء لا من شیء الا الله)

یعنی چیز کو بغیر چیز کے خدا خلق کرتا ہے لیکن چیز سے چیز خلق کرنا خدا کے ساتھ مختص نہیں ہے۔ پس اس معنی میں خالق کا اطلاق مخلوقات پر ہوتا ہے۔ جیسا کہ قرآن پاک میں ہے

(فَتَبَارَكَ اللهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ (۱۴: مومنون)) پس وہ خدا مبارک ہے جو خالقوں میں سے جو بہترین خالق ہے۔ حضرت امام رضا علیہ السلام نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا: خداوند عالم نے اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ بندوں میں خالق بھی ہیں اور غیر خالق بھی۔ خالقوں میں ایک حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی ہیں جو کہ گیلی مٹی سے پرندہ خلق کرتے تھے۔ اور اس میں روح پھونکتے تھے تو وہ پرندہ اُڑ جاتا اور سامری نے بچھڑے کو حضرت موسیٰ کی قوم کے لیے خلق کیا

قرآن کریم سورہ مائدہ آیت نمبر ۱۱۰ (قیامت کے دن خود خداوند متعال حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کہے گا)

وَإِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّينِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ بِإِذْنِي (مائدہ ۱۱۰)

یہ میرے حکم سے تو گیلی مٹی سے پرندے کی شکل بناتا تھا۔ اوراس میں روح پھونکتا تھا۔ اور وہ میرے اذن سے پرندہ بن جاتا تھا۔ اور تو مادرزاد اندھوں کو میرے اذن سے شفا بھی دیتا تھا۔ اور میرے ہی اذن سے مردوں کو زندہ کرتا تھا۔ ان تینوں موارد میں خدا نے یہ نہیں فرمایا کہ میں خلقت کرتا تھا میں شفا دیتا تھا اور میں زندہ کرتا تھا۔ بلکہ فعل کی نسبت حضرت عیسیٰ علیہ السلام علیہ السلام کی طرف دی ہے۔

دوسری آیت: سورہ آلِ عمران آیت نمبر ۴۹،

أَنِّى أَخْلُقُ لَكُمْ مِنَ الطِّينِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ فَأَنفُخُ فِيهِ فَيَكُونُ طَيْرًا بِإِذْنِ اللهِ وَأُبْرِءُ الْأَكْمَهَ وَالْأَبْرَصَ وَأُحْيِ الْمَوْتَى بِإِذْنِ اللهِ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا! میں مٹی سے پرندے کی شکل بناتا ہوں اوراس میں روح پھونکتا ہوں تو وہ اذن خدا سے پرندہ بن جاتا ہے اور مادرزاد اندھوں کو شفا دیتا ہوں اور مردوں کو زندہ کرتا ہوں۔ اور یہ نہیں کہا کہ خدا خلق کرتا ہے، خدا شفا دیتا ہے اور خدا زندہ کرتا ہے۔ اذن کر مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ خداوند عالم فاعل ہے بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امام علیہ السلام کو اجازت دی ہے کہ یہ عمل اور فعل انجام دیں۔ جیسا کہ خداوند عالم نے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اجازت دی ہے۔ وہ سات رکعت کو دس رکعت واجب خدائی کے ساتھ اضافہ کریں۔ اور ہم نے ان دو واجبات کا فرق اپنی کتاب "ارکان دین" کے صفحہ ۸۸ پر بیان کیا ہے۔

سورہ عنکبوت آیت نمبر ۱۷

وَتَخْلُقُونَ إِفْكًا

یعنی تم جھوٹ کو خلق کرتے ہو یا بتوں کو خلق کرتے ہو۔اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ خداوند عالم نے بندوں کے اختیاری افعال واعمال کو خلق نہیں کیا ہے۔اگر خود خدا ان کو خلق کرتا تو ان افراد کے اعمال سے بے زاری کیوں کرتا؟ جیسا کہ فرمان خداوندی ہے

أَنَّ اللهَ بَرِیءٌ مِنْ الْمُشْرِكِينَ وَرَسُولُهُ سورہ توبہ: ۳

یعنی خدا مشرکین سے بیزار ہے۔یہاں پر مشرکین کی ذات مراد نہیں ہے بلکہ ان کے اعمال وافعال سے بیزاری ہے جیسا کہ امام ھادی علیہ السلام نے فرمایا

اور دوسری آیت میں کلام حضرت لوط علیہ السلام نقل کیا ہے کہ انہوں نے اپنی قوم سے فرمایا:

(قَالَ إِنِّی لِعَمَلِكُمْ مِنْ الْقَالِينَ (۱۶۸ شعراء))

میں تمہارے اعمال کا دشمن ہوں۔

اگر ان کے افعال واعمال افعال خدا ہوتے تو حضرت لوط علیہ السلام ان کے اعمال کے دشمن نہ بنتے۔کیونکہ اولیا خدا، خدا کے افعال کے دشمن نہیں ہوتے۔

اور اسی سورہ میں فرمایا فَإِنْ عَصَوْكَ فَقُلْ إِنِّی بَرِیءٌ مِمَّا تَعْمَلُونَ (۲۱۶ اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کہہ دیجئے! اگر تیری نہ فرمانی کریں جو کچھ تم کرتے ہو میں تم سے بے زار ہوں۔

حقیر نے مستدرک سفینۃ البحار میں لغت (خلق) میں آیت شریفہ اور روایات کریمہ کو مفصل طور پر بیان کیا ہے اور تاریخ فلسفہ تصوف میں بھی بیان کیا ہے

جملہ دیگر: از دعا جوشن کبیر (یامن لا یدبر الا مر الا ھو)

اے وہ خدا جو تدبیر امر کرتا ہے۔ جو امور خلق کو تدبر کرتا ہے بالذات اور اور مستقل طور پر تو وہ فقط خدا ہی ہے وہ کسی کا تابع فرمان نہیں ہے۔ پس اس میں کوئی منافات وتضاد نہیں ہے کہ ایک گروہ خدا کے اذن سے امور خلق کو تدبیر کریں یہ جیسا کہ یت شریفہ ہے

(فَالْمُدَبِّرَاتِ أَمْرًا (۵) سورہ نازعات)

امر کو تدبیر کرنے والے اور یہ امر خدا کے مطیع ہیں۔ اور خدا کے امر تدبیر کرتے ہیں یہ صحیح ہے کہ اس تدبیر کی خداوند عالم کی طرف نسبت دی جائے۔ شیخ طبرسیؒ نے اپنی تفسیر میں اس طرح فرمایا ہے۔ اور اس کے متعلق متعدد اقوال ہیں

اول: مدبرات امر ملائکہ ہیں۔ اور یہ امور مخلوق کو ایک سال کامل تک چلاتے ہیں (شاید ایک شب قدر سے دوسری شب قدر تک اور یہ قول حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے نقل ہوا ہے

دوم:۔ ان سے مراد جبرائیل علیہ السلام میکائیل، علیہ السلام اسرافیل علیہ السلام اور عزرائیل علیہ السلام ہیں۔ علامہ طبرسیؒ نے کہا ہے کہ یہ تدبیر امور دنیا کرتے ہیں

جبرائیل علیہ السلام ہواؤں اور جنوں (حق) پر موکل ہے۔

میکائیل علیہ السلام: بارش کے قطرات، برف، اور اشجار پر موکل ہے
عزرائیل علیہ السلام قبض ارواح پر موکل ہے۔
اسرافیل علیہ السلام خدا کی طرف سے حکم لے آنے پر موکل ہے۔
سوم: مدبرات سے مراد افلاک ہیں کہ مورد نزول امر حق ہیں اور ان کے سبب سے خدا کی قضاوقدر دنیا میں واقع ہوتی ہے اور یہ روایت علی بن ابراہیم علیہ السلام نے نقل کی ہے۔
شاید حضرت سجاد علیہ السلام کی صحیفہ میں دعا بھی قول سوم کی مؤید ہے۔

(المتصرف فی فلک التدبیر)

فلک تدبیر میں تصرف رکھنے والی ذات۔

وہ روایات: جو کہ امور تدبیر میں وارد ہوتی ہیں۔ ان سب سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض امور کا اختیار بشر کے ہاتھ میں ہے پس وہ آیات جن میں خدا مدبر ہے اور دیگر آیات جن میں مدبر امور ملائکہ ہیں۔ ان میں کوئی تضاد نہیں ہے اسی طرح ان آیات میں بھی کوئی اختلاف و تضاد نہیں ہے۔ کہ خدا حافظ و حفیظ ہے اور بعض آیات میں ملائکہ بھی بندگان خدا کے محافظ ہیں اور اس آیت کریمہ اور دیگر آیات جو دیگر شہدا اور گواہوں پر دلالت کرتی ہیں میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

(كَفَى بِاللّٰهِ شَهِيدًا)

اور دیگر مقامات پر انبیاء اور ملائکہ کو شہید، شہدا کہا گیا ہے۔

کتاب اصول کافی باب تاریخ رسول اکرم میں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت امام صادق

علیہ السلام سے روایت کی گئی ہے(اللھم صلِ علی صفیک و خلیلک و نجیک المدبر لامرک الخ)

خدایا! اپنے خلیل اور برگزیدہ حبیب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نظر لطف فرما اور وہ تدبیر کو خلق کرنے والے ہیں

برادران ایمان کی ضیافت طبع کے لیے چند اور جملے بھی اسی دعا شریفہ میں سے نقل کرتا ہوں اور ان کے ساتھ قرآنی آیات بھی بیان کروں گا

یا من لا یستعان الّا به

یعنی اے وہ خدا کہ جس کے بغیر کوئی مددگار نہیں ہے......

یہ جملہ سورہ فاتحہ کی آیت کے عین مطابق ہے

إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ

ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد مانگتے ہیں......(جو طریقہ تو بتایا ہے)

یہ بات درج ذیل آیت کریمہ سے منافات نہیں رکھتی۔

وَاسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلاةِ وَإِنَّهَا لَكَبِيرَةٌ إِلَّا عَلَى الْخَاشِعِينَ

(سورہ بقرہ ۴۵)

صبر اور صلوۃ سے مدد طلب کرو یقیناً صلوۃ بہت بڑی چیز ہے مگر ڈرنے والوں پر......!

صبر بھی خدا نہیں ہے اور صلوۃ بھی خدا نہیں ہے اور خدا نے حکم دیا ہے کہ ان سے مدد مانگو............!! خدا نے ان دو کو مشکل کشائی کا ذریعہ بنایا ہے............!!

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلاَةِ إِنَّ اللهَ مَعَ الصَّابِرِينَ

سورہ بقرہ آیت نمبر ۱۵۳

اے ایمان والو! صبر اور صلوۃ سے مدد طلب کرو یقیناً خدا صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے

روایات میں صبر کے دو معانی ہیں ایک ''روزہ'' دوسرے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ....صلوۃ: معنی ظاہری نماز ہے......! اس کے دو معانی اور بھی ہیں ایک آل محمد علیہم السلام پر درود بھیجنا اور دوسرا حضرت علی علیہ السلام کی ولایت ہے اور روایات میں یہ تینوں معانی بیان ہوئے ہیں اور حکم ہوا ہے کہ صبر اور صلوۃ کے تمام معانی سے مدد طلب کی جائے ۔اگر خدا کے علاوہ کسی سے مدد لینا حرام ہے تو خدا نے صبر اور صلوۃ سے مدد لینے کا حکم کیوں دیا ہے......؟! اور اگر غیر خدا سے مدد لینا حرام ہے تو حضرت ذوالقرنین علیہ السلام نے کیوں کہا ہے

فَأَعِينُونِي بِقُوَّةٍ سورہ کہف ۹۵

اپنی قوت سے میری مدد کرو!

یہ بات اس نے یاجوج ماجوج کی دیوار کے قریب پہنچ کر قوم یا لشکر سے کہی ۔اور ان سے یہ کہا ان کا راستہ بند کر دو تا کہ یہ لوگوں کو نقصان نہ پہنچا سکیں ....! انہوں نے کہا تم میری مدد کرو تا کہ میں تمہارے لیے دیوار بنا دوں......خداوند عالم نے فرمایاَ

تَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَى وَلَاتَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاتَّقُوا اللّٰهَ إِنَّ اللّٰهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ (۲ : سورہ مائدہ)

اے مومنین امور خیر میں ایک دوسرے کی مدد کیا کرو!اور گناہ میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرنا.....

خود خدا نے یہ حکم دیا ہے کہ امور خیر میں ایک دو سرے کی مدد کیا کرواور کبھی کبھار مدد کرنا واجب ہوتا ہےاور دیگر اوقات میں مستحب ہوتا ہےاور گناہ کے امور میں مدد کرنا حرام ہوجاتا ہے

خداوند متعال نے اپنا تعارف کرایا ہے

إِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ خَيْرُ الرَّازِقِين سورہ الحج آیت ۵۸

یقیناً اللہ رازقوں میں سے بہترین رزق دینے والا ہے

سورہ المائدہ آیت وَأَنْتَ خَيْرُ الرَّازِقِينَ (۱۱۴)

اور تو بہتر رزق دینے والا ہے

سورہ المومنون آیت نمبر۷۲

وَهُوَ خَيْرُ الرَّازِقِينَ (۷۲)

اور وہ بہتر رزق دینے والا ہے

اور سورہ جمعہ وَاللّٰهُ خَيْرُ الرَّازِقِينَ (آیت ۱۱)میں بھی ہے

اور اللہ بہتر رزق دینے والا ہے

اسی طرح دعائے جوشن کبیر اور اس کے علاوہ ادعیہ میں وارد ہوا ہے

"خَيْرُ الرَّازِقِين"

یعنی اے بہتر رزق دینے والے

اور یہ کلام "احسن الخالقین" کی طرح ہے

اس میں حضرت امام رضا علیہ السلام کا استدلال جاری ہوگا..........!!

یہ دو کلام اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ مخلوقات میں خالق و رازق ہیں.....لیکن خد اوند قدوس اپنی قدرت کاملہ اور با الذات رازق ہے اور خدا وند متعال "اوسع المعطین" ہے اور اور مخلوقات عطائے خدا سے خالق رازق اور عطا کرنے والے ہیں ......جتنی کسی کو خدا نے قوت دی ہے اتنا ہی وہ رازق ہے پس جس لحاظ سے ہم نے واضح کیا ہے ہم غیر از خدا کے کسی کو خالق و رازق کہہ سکتے ہیں..........؟!

آیت شریفہ سورہ ذاریات إِنَّ اللهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِين آیت نمبر ۵۸ "یقیناً خدا ہی رزاق اور صاحب قوت ہے"

آیت فوق ذیل آیات سے منافات نہیں رکھتی ہے

"خَيْرُ الرَّازِقِين"۔

رازقوں میں میں سے خدا بہترین رزق دینے والا ہے

کیونکہ مخلوق پر رازق کا اطلاق امر خدا سے ہوتا ہے اور سورہ بقرہ آیت نمبر ۲۳۳ ارشاد رب العزت ہے

وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ لَاتُكَلَّفُ نَفْسٌ إِلَّا وُسْعَهَا لَاتُضَارَّ وَالِدَةٌ بِوَلَدِهَا وَلَامَوْلُودٌ لَهُ بِوَلَدِهِ وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذَلِكَ فَإِنْ أَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ فَلَاجُنَاحَ عَلَيْهِمَا وَإِنْ أَرَدْتُمْ أَنْ تَسْتَرْضِعُوا أَوْلَادَكُمْ فَلَاجُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِذَا سَلَّمْتُمْ مَا آتَيْتُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَاتَّقُوا اللهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ

یعنی بیٹے کے والد اس کی والدہ کو روزی بھی دے اور اس کا تن بھی ڈھانپے

سورہ نساء میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔۔۔۔۔۔

وَلَاتُؤْتُوا السُّفَهَاءَ أَمْوَالَكُمْ الَّتِي جَعَلَ اللهُ لَكُمْ قِيَامًا وَارْزُقُوهُمْ فِيهَا وَاكْسُوهُمْ وَقُولُوا لَهُمْ قَوْلًا مَعْرُوفًا

اور وہ اپنا مال جن پر خدا نے تمہیں گزارن دی ہے ناسمجھ یتیم کو نہ دینا۔ ہاں اس میں سے اسے کھلاؤ اور ان کو پہناؤ اور ان سے اچھی بات کرو۔

پس: احسن الخالقین اور " خَيْرُ الرَّازِقِين "...... خیر االناصرین، خیر الراحمین اور خیر الحافظین کی طرح ہے...... یہ توحید کے کسی بھی درجہ سے منافات نہیں رکھتا ہے کیونکہ ذات خدا خود دار کمالات ہے اور دیگر مخلوقات اس نے خود یہ کمالات عطا کیے ہیں اور تمام مخلوقات خدا کی وجہ سے زندہ ہیں لیکن وہ کسی

کی وجہ سے زندہ نہیں ہیں۔

جیسا کی نہج البلاغہ کے دوسرے خطبہ میں حضرت علی علیہ السلام نے آل محمد علیہم السلام کی فضیلت میں فرمایا

و هم موضع سره و لجاامره و عيبةعلمه و موئل حكمه و كهف كتبه و جبال دينه بهم اقام انحناء ظهر ه ،واذهب ارتعادفرايصه الى ان قال لا يقاس بآل محمد احد من هذه الامة ولا يسوى بهم من جرت نعمتهم عليه ابداهم اساس الدين و عماداليقين اليهم يفيء الغالى و بهم يلحق التالي و لهم خصائص حق الولاية و فيهم الوصية والوصية والوراثة الخ

جو اللہ کے اسرار کی جگہ ہیں۔اس کے امر کی پناہگاہ ہیں اس کے علم کے خزانہ دار ہیں،اوراس کے حکم کی جگہ ہیں اللہ کی کتابوں کا مرکز ہیں.....دین کے بلند و بالا پہاڑ ہیں اور وہ پہاڑوں کی طرح قائم ہیں......اور حکمت کی کان ہیں.....خدا نے ان کے ذریعے سے دین کو محکم کیا ہے.....انہی کی وجہ سے اہل دین کی خطائیں معاف ہوتیں ہیں..... یہاں تک کہ آپ نے فرمایا: آل محمد علیہ السلام پر کسی بھی فرد امت کو قیاس نہ کرو.....یعنی ان کا بلند و بالا مقام کوئی بھی نہیں جانتا ہے اور نہ ہی کوئی ان کے عظیم مرتبہ تک پہنچ سکتا ہے.....امت کا کوئی بھی فرد ان کی مثل نہیں ہے.....کوئی بھی ان کی برابری کرنے والا نہیں ہے.....اور لوگوں پر ان کی نعمتیں ہمیشہ نازل ہوتی رہتی ہیں

پس نعمت عطا کرنے والا اور نعمت لینے والا کیسے برابر ہو سکتے ہیں......؟

علامہ حبیب اللہ خوئی نے نہج البلاغہ کی شرح میں اس خطبہ کے ضمن میں کافی روایات نقل کی ہیں......!اوراس نے خطبہ کی تائید میں کافی روایات بیان کی ہیں انہوں نے آخری جملہ کے بارے میں فرمایا ہے کہ ان مطالب کی طرف اشارہ ہے ہر ایک مطلب دنیاو مافیہا سے کہیں بہتر ہے

اول: یہ حضرات معصومین علیہ السلام نعمت ظاہری و باطنی مادی و معنوی کے مالک ہیں

دوم: ان کی یہ نعمات ہمیشہ سے لوگوں پر جاری ساری ہیں۔وہ کسی ایک زمانے میں مختص نہیں ہیں بلکہ انکی نعمتیں ہر زمانے اور ہر انسان کے لیے ہیں اور قیامت تک رہیں گی......ان کی نعمات نہ ہی ختم ہونے والی ہیں اور نہ ہی زوال پذیر ہیں

سوم: مندرجہ بالا مطالب کا نتیجہ یہ ہے کہ مطلق آل محمد علیہم السلام دوسری کے ماری نہیں ہیں بلکہ ان سے کہیں افضل واشرف ہیں کیونکہ نعمت دینے والا اور نعمت لینے والا کبھی برابر نہیں ہوسکتا............!!

خداوند عالم اس دین کو جزائے خیر دے

باقی جملوں کا ترجمہ یہ ہے: اس دین ہیں اور ان کی وجہ سے دین قائم ہے اور یہ حضرات یقین کا ستون ہیں جس کو بھی یقین ملتا ہے ان سے ہی ملتا ہے اور ان کی وجہ سے ہی شبہات دور ہوتے ہیں یہ حق کا میزان ہیں ان کے نقش قدم پر چلنا ہی کامیابی کی کلید ہے محمد وآل محمد علیہم السلام کے لیے ولایت عظمیٰ اور خلافت کبریٰ ہے......یعنی ان حضرات کے لیے ریاست کلیہ الٰہیہ اور سلطنت حقہ ربانیہ خاص طور ثابت ہے......اس امر میں کوئی

بھی ان حضرات کا شریک نہیں ہے! کیونکہ ریاست اور سلطنت حقہ الہیہ کی تمام شرائط ان حضرات میں جمع ہیں...... !کسی اور میں نہ یہ شرائط ہیں اور نہ ہی ان کے لیے خلافت ربانیہ ثابت ہے......

یہ حضرات پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علوم و کمالات کے وارث ہیں...... !!پس یہ حضرات آئمہ ھدیٰ علیہم السلام آپؐ کے اوصیاء ہیں...... !

حضرت علی علیہ السلام نے اپنے ایک خطبہ میں فرمایا: ہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وارث اور وصی ہیں ... پس یہ حضرات آئمہ ھدیٰ علیہم السلام

انہ لیس علی الامام الّا ماحمل من امر ربہ

امام کے لیے نہیں ہے مگر وہ امر جو اسے خدا کی طرف سے سونپا گیا ہے

یعنی یہ حضرات امر خدا کے حامل ہیں...... اور اس جملہ میں عمومیت ہے...... کیونکہ ان حضرات کے پاس مقام ظاہری و معنوی ہے اور وہ خدا نے عطا کیا ہے پس یہ لفظ تمام نعمات کو شامل ہے جو خدا نے ان پر نچھاور کیں ہیں واضح رہے کہ یہ امر دین کے لیے کبھی فقط مواعظ حسنہ سے کام لے لیتے ہیں ......اور کبھی کبھار معجزات و باہرات دکھاتے ہیں...... کبھی اپنی رسالت و امامت کے بلند و بالا مرتبہ کو ظاہر کرتے ہیں......

علامہ برقی: نے یونس بن ظبیان سے روایت کی ہے کہ ایک دن میں حضرت امام صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا یہاں تک کہ کھانے کا وقت ہو گیا میں نے اجازت چاہی آپ علیہ السلام نے فرمایا بیٹھو! میں نے اطاعت کی اور رک گیا جب کھانا آیا تو آپ

نے شروع کرنے وقت فرمایا: بسم اللہ الرحمن الرحیم اور جب آپ نے کھانا تناول فرما لیا تو فرمایا

اللھم ھذامنک و من محمد

خدایا! یہ کھانا تیری اور تیرے حبیب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے ہے

حضرت صادق علیہ السلام اور ابو حنیفہ:

علامہ کراجکی نے اپنی کتاب کنز الفوائد روایت نقل کی ہے کہ: ایک دن حضرت امام صادق علیہ السلام کے ساتھ دستر خوان پر ابو حنیفہ موجود تھا۔ جب آپ علیہ السلام کھانا کھانے سے فارغ ہو چکے تو آپ نے فرمایا:

الحمد للہ رب العالمین ،اللھم ان ھذا منک و من رسلک

حمد ہے عالمین کے رب کی، اے میرے اللہ! یہ تیری طرف سے ہے اور تیرے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف، ابو حنیفہ نے عرض کیا آپؑ نے رسول اکرم کو خدا کا شریک بنایا ہے تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالی قرآن مجید اللہ تعالی قرآن مجید میں فرما رہا ہے

وَمَا نَقَمُوا إِلَّا أَنْ أَغْنَاهُمُ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ مِنْ فَضْلِهِ سورہ توبہ ۷۴

اور دوسری جگہ ارشاد خداوندی ہے

ابو حنیفہ نے عرض کیا: گویا یہ دو آیات میں نے آج ہی پڑھی ہیں......ان دو آیات کی طرح دیگر کافی آیات ہیں......جو خدا کے لطف و احسان کو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ثابت کرتی ہیں......

وَلِلَّهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ منافقون ٨

قُلْ أَطِيعُوا اللهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ سوره نور ۵۴

وَمَنْ يَعْصِ اللهَ وَرَسُولَهُ سوره نساء ۱۴

إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمْ اللهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُهِينًا (۵۷)سوره احزاب ۵۷

ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ شَاقُّوا اللهَ وَرَسُولَهُ وَمَنْ يُشَاقِقْ اللهَ وَرَسُولَهُ فَإِنَّ اللهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ (۱۳ :انفال)

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ سوره انفال ۲۴

فَآمِنُوا بِاللهِ وَرَسُولِهِ سوره تغابن ۸

اوران جیسی آیات لاتعداد ہیں......!!

علامۃ الکبیر مجلسیؒ: نے روایت اس کی شرح میں لکھا ہے کہ یہ روایت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ حضرت پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نظام تدبیر عالم میں اختیار تام حاصل ہے۔ ملائکہ موکلین بھی حضرت کے فرمان سے امور انجام دیتے ہیں۔

علامہ فیض کاشانی: منہاج میں اور دیگر حضرات نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی راویت نقل فرمائی ہے کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا: (كلها كان لرسول الله فلنا مثله الا النبوة الزواج) جو کچھ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ثابت ہے وہ ہمارے

لیے بھی ہے مگر نبوت اور ازواج۔

دعا جوشن کبیر کا دیگر جملہ: (یا من لا یحی الا ھو)

اوا ے رو وہ جو مردوں کو زندہ نہیں کرتا مگر تو، مراد یہ ہے کہ خدا وہ ہے جو اپنے ارادے، اپنی مشیت اور اپنے ہی اذن سے زندہ کرتا ہے اس کو کسی اور کے اذن کی ضرورت نہیں ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا امام علیہ السلام جو زندہ کرتے ہیں تو اذن خدا سے زندہ کرتے ہیں خدا ان کو طاقت وقدرت عطا کرتا ہے۔

دوسری روایت: حضرت امام سجاد علیہ السلام کی دوشنبہ کی دعا میں ہے

(الحمد لله الذی لم یشهد احدا حین فاطر السموات و الارض ولا اتخذ معینا حین براء السمات) حمد ہے اس خدا کی کہ خلقت کہ وقت جس کا شاہد نہیں تھا۔ اور ایجاد کے وقت کوئی مددگار نہیں تھا۔(ما اشهد تهم خلق السموات و الارض) میں نے کسی کو خلق میں شاہد نہیں بنایا اس سے مراد عام لوگ ہیں یعنی عام لوگ گواہ نہیں ہیں۔ اس میں تضاد کی کوئی بات نہیں ہے کہ اپنے کسی کوئی خاص بندے جو اصل خلقت، طینت، کمالات اور صفات میں تمام خلائق سے اشرف و افضل ہیں۔ اگر ان ہستیوں کو خدا نے مخلوقات پر شاہد بنایا ہے تو یہ ان حضرات علیہ السلام کی شرافت اور عزت کے لیے ہے۔ یہ بات ہرگز نہیں ہے کہ خدا محتاج ہے۔

اور یہ جملہ ان کی جملوں کی طرح ہے کہ جن میں عمومیت ہو اور عمومیت سے مراد افراد عادی اور عام ہوتے ہیں۔ حضرت پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: آسمان نے

کبھی بھی سایہ نہیں کیا اور زمین نے کسی کا بوجھ نہیں اٹھایا جو ابوذر سے زیادہ سچا ہو۔

واضح ہے کہ اس عمومیت کی نظر رعیت اور امت ہو نہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و اہل بیت محمد علیہ السلام پر۔

تیسری روایت: یہ وہ روایت ہے جس کی سند ضعیف ہے اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل ہوئی ہے۔

(لا یکون الشی لا من شئی الا الله و لا ینفل الشئی من ....)

بغیر مادہ کے ایجاد کرنے والا فقط خدا ہے۔ کائنات میں متصرف فقط خدا ہے۔ اور کسی وجود کو معدوم نہیں کرتا مگر خدا۔ یعنی یہ کام غیر خدا کے لیے محال ہے۔

حقیر کہتا ہے: یہ روایت سند کے اعتبار سے علما رجال کے مطابق ضعیف ہے۔ اور بالفرض اگر یہ امام معصوم علیہ السلام سے صادر ہوئی ہے تو اس کا پہلا جملہ صحیح ہے۔ جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے۔ اور دوسرے جملے میں اشتباہ کیا گیا ہے۔ اور یہ معنی کیا گیا ہے کہ کائنات عالم میں خدا کے علاوہ اور کوئی متصرف نہیں ہے۔ لیکن جو کچھ لوگوں کے اختیار میں ہے وہ اس میں تصرف بھی رکھتے ہیں۔ اور یہ بات واضح ہے

اس جملہ کا صحیح معنی یہ ہے کہ ایک حقیقت کو دوسری حقیقت کی طرف خدا کے علاوہ کوئی بھی منتقل نہیں کرسکتا۔ لیکن خدا کے مصطفیٰ بندے اللہ کے اذن سے ایک حقیت کو دوسری حقیقت میں ایک ماہیت کو دوسری ماہیت میں بدل دیتے ہیں۔ پتھر کو سونا بنا دیتے ہیں۔ یہ معجزات کافی زیادہ ظاہر ہوئے ہیں۔ شیر کی تصویر کو شیر واقعی میں بدل دیتے

ہیں۔اورلوہے کی چابی کوشیر بنادیتے ہیں۔جیسا کی اس کی تفصیل گذر چکی ہے۔

تیسرا جملہ: فلاسفہ کے قلم کی شبیہ ہے یعنی وجود کو عدم کی طرف کوئی منتقل نہیں کر سکتا مگر خداوند عالم۔اگراس سے مراد وجود حقیقی ہے اوراس کی نقیض عدم ہے تو یہ وجود حقیقی کی معدوم نہیں ہوسکتا۔اگر وجود سے مراد موجود ہو اور ممکن ہے موجود انسان کی طرح ہو اور خدا اسے قدرت وطاقت عطا کرے تو وہ بھی موجود کو فانی نہیں کر سکتا۔ جیسا کہ واضح ہے اورلوگوں کے روزمرہ کے افعال سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

يَكَادُ الْبَرْقُ يَخْطَفُ أَبْصَارَهُمْ كُلَّمَا أَضَاءَ لَهُمْ مَشَوْا فِيهِ وَإِذَا أَظْلَمَ عَلَيْهِمْ قَامُوا وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ وَأَبْصَارِهِمْ إِنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (۲۰ بقرہ)

اللہ ہر شئی پر قادر ہے اور وہ ہر شئی کو جانتا ہے۔اورلوگوں کی قوت، طاقت، ملکیت اور استطاعت اللہ کے ذریعے سے ہے۔اللہ کے ساتھ نہیں ہے اور نہ ہی سب کچھ اللہ کے بغیر ہے۔

چوتھی روایت: بحار الانوار میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا:

(ان الغلاۃ شر خلق اللہ یصفون عظمۃ اللہ و یدعون الربوبیۃ لعباد اللہ و ان الغلاۃ لشر من الیھود و النصاریٰ والمجوس والذین اشرکوا)

معرفت کے مقصرین نے یوں ترجمہ کیا ہے

یقیناً غالی بدترین مخلوق ہے اور عظمت خدا کو کم کرتے ہیں مخلوقات کے لیے خدا کی صفات کے قائل ہیں۔ خدا کی قسم غالی یہود و نصاریٰ اور مجوسیوں سے بھی بدتر ہیں۔

حقیر کہتا ہے۔ اس روایت شریفہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے غلات (غالیوں) کی کاملاً مذمت کی ہے۔ لیکن اس مقصر نے غلو کے موارد بیان نہیں کیے ہیں۔ ان صفات میں سے فقط دو صفتوں کو بیان کیا ہے۔ ایک یہ ہے کہ وہ عظمت خدا کو گھٹاتے ہیں اور دوسری یہ ہے کہ بندگان خدا کے لیے مقام ربوبیت کے قائل ہیں۔ اور یہ صریح کفر ہے جیسا کہ ہم بھی بیان کریں گے۔ امام علیہ السلام کی روایت کا یہ مطلب ہے کہ صفات ربوبیت کو مخلوقات کے لیے ذاتی سمجھا جائے۔ مثلاً خالقیت اور رازقیت کی صفات بھی مخلوقات کے لیے اس طرح ماننا جس طرح خدا کے لیے ہے

لیکن اسماء وصفات پروردگار کو مخلوق کے لیے اشتراک کے لفظی طور پر استعمال کرنا جائز ہے جیسا کہ اس کی تصریح فتح بن یزید جرجانی کی روایت میں مفصل طور بیان کی گئی ہے اور اس روایت کو اصول کافی کے باب معنی اسمائے الٰہیہ میں حضرت رضا علیہ السلام سے نقل کیا گیا ہے۔

مثلاً لفظ واحد خدا کے لیے بولا جاتا ہے۔ کہ خدا واحد ہے اور تم کہتے ہو کہ انسان واحد ہے۔ لفظ واحد خالق اور مخلوق کے لیے بولا جاتا ہے۔ لفظ واحدیت کا معنی خالق کے لیے اور ہے اور مخلوق کے لیے اور ہے۔ اسی طرح لفظ ہادی، سمیع، بصیر،

لطیف، حکیم، خبیر، ظاہر، متکلم، مرید، خالق اور مخلوق دونوں کے لیے بولے جاتے ہیں۔ جیسا کہ سورہ دہر میں اللہ تعالیٰ نے انسان کے بارے میں فرمایا ہے۔

إِنَّا خَلَقْنَا الْإِنسَانَ مِنْ نُطْفَةٍ أَمْشَاجٍ نَبْتَلِيهِ فَجَعَلْنَاهُ سَمِيعًا بَصِيرًا (۲)

بے شک ہم نے انسان کو نطفہ سے اور ہم نے اسے سمیع اور بصیر (دیکھنے اور سننے والا) قرار دیا ہے۔

خداوند عالم خود ہدایت کرتا ہے لیکن مخلوق برکت الٰہی اور نعمت الٰہی کی وجہ سے ہدایت کرتی ہے۔ خداوند قدوس بذات خود سنتا اور دیکھتا ہے لیکن مخلوقات عالم اس کے احسان سے آنکھ سے دیکھتی اور کان سے سنتی ہے۔

اسی طرح ہر وہ لفظ جو خالق اور مخلوق کے لیے استعمال ہوتا ہے اس کی یہی تاویل وتشریح ہے کہ مخلوق کو خدا عطا کرتا ہے لیکن خدا کے لیے وہ صفت ذاتی ہوتی ہے۔

مخلوق والی صفت کو خالق والی صفت کے ساتھ معنی میں تشبیہ دینا کفر ہے۔ لیکن لفظی طور پر کوئی حرج نہیں ہے جیسا کہ فرمان معصوم علیہ السلام ہے: اور صفت کو معنی میں تشبیہ دینے کا مقصد یہ ہے کہ صفت اور قدرت کو مخلوق کی ذاتی صفت سمجھا جائے۔ جیسا کہ علم اور قدرت خدا کی ذاتی صفت ہے۔

پس اگر کوئی یہ کہے کہ خدا خالق ہے اور عیسیٰ علیہ السلام بھی خالق ہے تو اس نے صحیح

کہا ہے۔لیکن خدا بذات خود اور کسی کے اذن کے بغیر اور مادہ کے بغیر خالق ہے اور عیسیٰ علیہ السلام اذن خدا اور مادہ طین سے پرندہ خلق کرتا ہے۔خداوند متعال بذات خود سلطان اور حاکم ہے لیکن وہ خود نبی یا امام علیہ السلام کو ولایت اور سلطنت عطا کرتا ہے۔ان کے پاس جو کچھ ہے وہ لطف اور احسانِ خدا ہے۔اگر کوئی ان صفات کو ان کی ذاتی صفات سمجھے تو وہ ربوبی صفات کا مخلوق کے لیے قائل ہوا ہے۔

(الحمد لله و مابكم من نعمة فمن الله و لا حول و لا قوة الا بالله لا مع الله و لا من دون الله بل بالله العلى العظيم)

حمد خدا کے لیے ہے اور تمہیں کہا ہے نعمت خدا کی طرف سے ہے خدا کے علاوہ کوئی طاقت نہیں ہے جو اللہ کے ساتھ ہو اور نہ ہی کوئی اللہ کے بغیر ہے۔

غلو کے معانی: جو روایات شریفہ اور علمائے اعلام کے اقوال سے بیان ہوئے ہیں۔

الوہیت و ربوبیت کو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آئمہ ھدیٰ علیہ السلام کی طرف نسبت دینا جیسا کہ ایک شخص حضرت پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے عرض کیا: **السلام علیک یا ربی!**

تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: خدا تمہارے اوپر لعنت کرے میرا اور تیرا پروردگار خدا ہے عبداللہ بن سبا کچھ لوگوں کے ساتھ حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ علیہ السلام کے لیے مقام ربوبیت اور الوہیت کا دعویٰ کیا۔ اور اس طرح سلام کیا

السلام علیک یا ربنا!

آپ علیہ السلام نے حکم دیا: توبہ کرو لیکن انہوں نے قبول نہ کی تو آپ علیہ السلام نے ان کو آگ میں جلا دیا۔

ایک اور روایت:۔ دس آدمی آپ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے کہا (انک ربنا و انت الذی خلقنا و انت رازقنا) آپ علیہ السلام ہمارے خدا اور آپ علیہ السلام نے ہمیں پیدا کیا ہے اور آپ علیہ السلام ہمیں رزق دیتے ہیں۔

آپ علیہ السلام نے انہیں منع کیا اور توبہ کا حکم دیا۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: میرا اور تمہارا خدا اللہ ہے انہوں نے آپ علیہ السلام کی بات نہ مانی تو آپ علیہ السلام نے انہیں آگ میں جلا دیا۔

حضرت امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: اے ابو بصیرؒ ہم ان لوگوں سے بیزار ہیں جو ہمیں خدا کہتے ہیں۔ اور خدا بھی ان سے بیزار ہے۔

توقیع مقدس: امام زمانہ علیہ السلام (عج) میں ہے کہ حضرت ولی العصر علیہ السلام (عج) نے فرمایا: ہم علم اور قدرت خدا کے شریک نہیں ہیں بلکہ غیب کا علم خدا جانتا ہے قرآن مجید میں ہے

قُلْ لاَیَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَیْبَ إِلَّا اللّٰهُ وَمَا یَشْعُرُونَ أَیَّانَ یُبْعَثُونَ (۶۵ سورہ نمل)

کہہ دیجیے! جو کچھ زمین و آسمان میں علم غیب ہے خدا کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔

میں اور میرے آبائے طاہرین بندگان خدا ہیں۔ ہم اس شخص سے بیزار ہیں جو یہ کہتا ہے کہ ہم غیب جانتے ہیں یا یہ کہے کہ سلطنت میں اللہ کے شریک ہیں یا ہمیں اس مقام و مرتبہ پر نہ سمجھے جو خدا نے ہمیں عطا کیا ہے۔ یا جو شخص ہمارے بارے میں تجاوز کرتا ہے تو ہم سب انبیاء ماسلف اور ملائکہ اس سے بیزار ہیں۔

علم و قدرت میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آئمہ ھدیٰ علیہ السلام کو خدا کی قدرت اور طاقت میں شریک ماننے سے کوئی حرج نہیں ہے کیوں کہ یہ ہستیاں خدا کے فضل و کرم سے ہر شیء پر قادر ہیں۔ جیسا کہ خداوند عالم نے فرمایا ہے:

وَلَمْ يَكُنْ لَهُ شَرِيكٌ فِي الْمُلْكِ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ وَلِيٌّ مِنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِيرًا (۱۱۱ سورہ اسراء)

یعنی ملک و بادشاہی میں خدا کا کوئی شریک نہیں ہے۔

اور دوسرے مقامات پر فرمایا ہے کہ: ہم نے آل ابراہیم علیہ السلام داوٗد علیہ السلام و سلیمان علیہ السلام کو ملک عطا کیا ہے اسی طرح خدا نے فرمایا ہے کہ علم غیب کوئی بھی نہیں جانتا اور پھر فرمایا کہ ہم نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امام علیہ السلام کو علم غیب عطا فرمایا ہے۔ ان دو باتوں میں بھی کوئی منافات نہیں ہے کیوں کہ خدا کے اذن کے بغیر کوئی بھی غیب نہیں جانتا۔

علامہ محمد باقر مجلسیؒ: اس حدیث کے ضمن من میں فرمایا ہے کہ: علم غیب کی نفی

سے مراد یہ ہے کہ حضرات معصومین علیہ السلام تعلیم پروردگار کے علاوہ غیب نہیں جانتے لیکن خدا کے عطا کردہ علم کے ذریعے تو جانتے ہیں۔اس صورت میں نفی علمِ غیب ممکن ہی نہیں ہے۔ چونکہ اکثر معجزات معصومین علیہ السلام کے بھی علم غیب ہی سے متعلق تھے اور خداوند عالم نے ان حضرات معصومین علیہ السلام کو استثناء قرار دیا ہے۔

عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَى غَيْبِهِ أَحَدًا (٢٦) إِلَّا مَنْ ارْتَضَى مِنْ رَسُولٍ فَإِنَّهُ يَسْلُكُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ رَصَدًا (٢٧)

ترجمہ: خداوند متعال نے عالم غیب اور وہ اپنے علم غیب سے کسی کو آگاہ نہیں کرتا مگر جسے وہ اس مقام کے لیے پسند کرتا ہے۔

حقیر کہتا ہے:۔علامہ مجلسی کا قول انتہائے متانت کا عکاس ہے۔اور ہم اس شخص سے بے زار ہیں جو پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امام علیہ السلام کو علم اور قدرت خدا میں شریک سمجھتا ہے۔اور شرکت سے مراد یہ کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امام علیہ السلام بذات خود بغیر از عطا پروردگار دانا و توانا ہیں۔جیسا کہ خداوند عالم خود دانا اور توانا ہے۔علم و قدرت اس کی عین ذات ہے اگر پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امام علیہ السلام کو اس طرح مانا جائے تو یہ شرک ہے۔خدا اور پیغمبران اس شخص سے بیزار ہیں لیکن یہ قدرت و طاقت خدا نے ان ہستیوں کو عطا کی ہے۔ اور یہ شرک نہیں ہے کہ جو کچھ بھی ان کے پاس ہے خدا کا عطا کردہ ہے۔

پس حیف ہے اس شخص پر جو ان ہستیوں کو اس مقام و مرتبہ عالیہ پر نہ سمجھے جو

خداوند عالم نے انہیں عطا کیا ہے۔نہ ہی ان ہستیوں کو اللہ سمجھے اور نہ ہی ان کو ان کے مقام سے گھٹائے اور نہ ہی ان کے فضائل کا انکار کرے۔اور ہم ان دو فرقوں گھٹانے اور اللہ کہنے والوں سے بے زار ہیں۔

اثباۃ الھداۃ ج ۷ ص ۷۴ میں شیخ حر عاملیؒ نے روایت نقل کی ہے کہ

حضرت امام حسن علیہ السلام نے فرمایا: حضرت علی علیہ السلام اور ان کے فرزند معصومین علیہ السلام وہ عظیم ہستیاں ہیں جن پر خداوند عالم نے خصوصی انعام واکرام کیا ہے ان کو خدا نے طاقت وقدرت عطا کی ہے۔خداوند عالم نے ان کو موت وحیات، حشر ونشر، قبض و بسط، حرکت وسکون کا مالک بنایا ہے۔جو ان حضرات معصومین علیہ السلام کو اللہ سمجھتا ہے وہ کافر ہے۔پس محمد

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وآل محمد علیہم السلام کے کمالات ومعجزات خداوند قدوس کے لطف واحسان سے ہیں۔ اگر کوئی یہ کہے کہ ان کے کمالات ذاتی اور یہ حضرات خدا سے مستغنی ہیں تو وہ مشرک ہے۔

شیخ صدوق:۔نے روایت نقل کی ہے کہ مامون نے حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: مجھے معلوم ہوا ہے بعض لوگ آپ علیہ السلام کے بارے میں غلو کرتے ہیں۔

آپ علیہ السلام نے فرمایا: میرے بابا جان نے میرے نانا جاں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روایت نقل فرمائی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو مقام خدا نے مجھے عطا کیا ہے اس سے آگے نہ جاؤ۔خدا نے مجھے اپنا خاص بندہ قرار دیا ہے۔اس نے مجھے بنانے سے

پہلے یہ مقام عطا کیا ہے۔ خدا نے قرآن مجید میں فرمایا ہے کہ: جس کو میں نے علم اور حکمت و نبوت عطا کی ہے تو اسے لوگوں سے یہ نہیں کہنا چاہیے کہ تم میرے بندے ہو اور وہ نہ کہے تم ملائکہ اور انبیاء کو اپنا پروردگار نہ بناؤ۔ کیا تمہیں اسلام کے بعد کفر کا حکم دیا ہے۔ یہاں تک فرمایا: ہم اس شخص سے بیزار ہیں جو ہمیں خدا سمجھتا ہے۔ جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی نصاریٰ سے بیزار ہیں اور خدا نے فرمایا ہے: (قیامت کے دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے) اے عیسیٰ علیہ السلام تو نے ان لوگوں سے کہا تھا کہ میری ماں کو خدا مانو؟!! حضرت عیسیٰ علیہ السلام عرض کریں گے سبحان اللہ اے پروردگار عالم! میں وہ بات کیسے کہہ سکتا ہوں جسکا مجھے حق بھی نہیں تھا (یعنی تیرے علم میں ہے کہ میں نے نہیں کہا)

یہاں تک کہ حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا: جو شخص پیغمبران علیہ السلام یا آئمہ ھدیٰ علیہم السلام کو خدا سمجھے یا غیر از آئمہ ھدیٰ علیہم السلام کو امام سمجھے تو ہم اس شخص سے دینا و آخرت میں بیزار ہیں

اس روایت: سے معلوم ہوتا ہے غلو یہ ہے کہ ان حضرات علیہ السلام کی عبودیت و مخلوقیت کا انکار کیا جائے اور ان کیلئے مقام ربوبیت و الوہیت کو ثابت کیا جائے۔ آئمہ ھدیٰ علیہم السلام کیلئے نبوت کا دعویٰ کیا جائے کہ یہ نبی ہیں۔

دوسری روایت: میں حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا: ج و شخص حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے بارے میں یہ کہے کہ وہ خدا ہیں اور ان کیلئے مقام عبودیت و بندگی کی

نفی کرے تو وہ گمراہ ہے۔

اور جو شخص یہ کہے کہ خدا کی عطا کے بغیر آئمہ ھدیٰ علیہ السلام خالق و رازق ہیں تو اس نے غلو کیا ہے ایسے شخص سے ہم بیزار ہیں

علامہ مجلسی (۱) نے غلو کے بارے میں کہا ہے کہ انسان پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آئمہ ھدیٰ علیہم السلام کو اللہ مانے یا انہیں عبادت و خالقیت میں خدا کا شریک قرار دے یا یہ کہے کہ خداوند عالم ان میں حلول کر جاتا ہے یا یہ دعویٰ کیا جائے کہ خدا کی عنائت کے بغیر علم غیب جانتے ہیں۔ یا آئمہ ھدیٰ علیہ السلام کو نبی مانا جائے..........!!

یا یہ کہا جائے کہ ان کی معرفت سے عبادت و اطاعت ضروری نہیں ہے۔ یہ سب کچھ کفر ہے جو اس کا قائل ہے وہ دین سے خارج ہے حضرات آئمہ ھدیٰ علیہ السلام اس سے بیزار ہیں لیکن وہ لوگ جو کم ظرف ہیں اور معرفت آئمہ ھدیٰ علیہ السلام سے قاصر ہیں اور ان کے عجائب و غرائب کے ادراک کا شعور نہیں رکھتے تو وہ لوگ ایسے معتبر راویان احادیث اور ثقہ علماء کو اس لئے ضعیف کہتے ہیں۔ جو نوادرات اور معجزات پر مشتمل احادیث بیان کرتے ہیں (حالانکہ احادیث بھی صحیح ہوتی ہیں اور راوی بھی ثقہ ہوتا ہے) اور انہیں غالی کہتے ہیں۔

درحالانکہ روایات متواترا سے ثابت ہو چکا ہے۔ بہت سی احادیث میں ہے کہ معصومین علیہ السلام کا فرمان ہے کہ ہمیں خدا نہ کہو باقی جو جی میں آئے کہہ سکتے ہو۔

تم ہماری کنہ (حقیقت) تک نہیں پہنچ سکتے ہو۔

(انتہائے کلام مجلسیؒ)

پانچویں روایت: جو ولایت تکوینی کی نفی پر استدلال کے طور پر لاتے ہیں وہ یہ ہے۔

(یا مکون کل شئی و محوله یا رب کل شئی و صانعه)

اے ہر شیء کو وجود دینے والی اور تبدیل کرنے والی ذات، اے ہر شیء کے پروردگار اور ہر شئی کے صانع۔

یہ بات واضح ہے کہ پروردگار عالم تو فقط خدا کی ذات ہے اب جملہ اول کے ساتھ امام صادق علیہ السلام کے اس فرمان مقدس (**لا یکون الشئی لا من شئی الا اللہ**) بھی ضمیمہ کیا جائے تو معنی یہ ہوگا

وہ خدا جو چاہے بغیر مادہ کے خلق کرتا ہے۔ یعنی وہ خدا جس نے اشیاء کو کسی اور چیز سے خلق نہیں کیا، بغیر شی اور مادہ کے ایجاد و خلق کرنا فقط خدا کا ہی کام ہے۔ لیکن اس بات کی وضاحت ہو چکی ہے۔ کہ شئی سے شئی خالق اور مخلوق دونوں بنا سکتے ہیں۔

حضرت امام رضا علیہ السلام نے اپنے خطبہ میں فرمایا

(و کل صانع فمن شئیء صنع و صانع الا اشیاء لا من شئی صنع)

ہر صانع شئی سے شئی بناتا ہے۔ لیکن خداوند عالم نے موجودات کو بغیر شئی کے خلق کیا۔ اس لیے کہا جا سکتا ہے (**کل خالق فمن شئی خلق و خالق الاشیاء لا من شئی خلق**) ہر خالق شئی سے شئی خلق کرتا ہے۔ اور خداوند عالم بغیر شئی کے اشیاء

کو خلق کرتا ہے۔خدا کے خالق ہونے اور دیگران کے خالق ہونے میں فرق یہ بھی ہے کہ خدا کسی کی بنائی ہوئی مخلوق اور مصنوع نہیں ہے۔لیکن جو خالق شئی سے شئی بناتا ہے وہ خود بھی مخلوق اور مصنوع ہے۔

اسی نکتہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور دعائے جوشن کبیر کا ایک جملہ ہے (یا خالقا غیر مخلوق ویا صانعا غیر مصنوع) خدا کی قدرت ذاتی اور غیر محدود ہے اور مخلوق کی قدرت محدود اور خدا کی عطا کردہ ہے۔جو فی ذاتہ اشیاء میں تحول ایجاد کرتا ہے وہ خدا ہے۔اور بس۔لیکن آئمہ ھدیٰ علیہ السلام خدا کی عطا کردہ طاقت اور قوت کے ذریعے کائنات میں تغیر وتبدل کرتے ہیں۔

چھٹی روایت: کلام شریف حضرت امام حسین علیہ السلام نے دعا عرفہ میں فرمایا ہے

(لم تشوهنی بخلقی ولم تجعل الی شیئا من امری)

اے خدا! تو نے مجھے خوبصورت خلق کیا ہے اور تو نے میرے امر کو میرے سپرد نہیں کیا۔پس انہوں نے اس جملہ سے استدلال کیا ہے کہ جب ان کا امر بھی ان کے سپرد نہیں کیا۔تو کیسے ممکن ہے کہ دیگر ان کے امور ان کے سپرد کیے گئے ہوں.........؟!

حقیر اس دعا کے چند جملے جو کہ اس سے پہلے اور بعد میں ہیں کا ترجمہ پیش کرتا ہوں تا کہ قارئین کے لیے حق واضح ہو جائے۔اور وہ خود فیصلہ کرلے۔

حضرت امام حسین علیہ السلام: نے ابدان مومنین کی خلقت بیان کی ہے اور

حقیقت مخلوقیت وعبودیت کا تعارف بھی کرانا چاہتے ہیں۔مخلوق کی حقیقت یہ ہے کہ وہ عاجز اور محتاج ہے کسی بھی فرد کا کمال ذاتی نہیں ہے بلکہ خدا کی عطا ہے۔حضرت امام حسین علیہ السلام نے نعمت الہیہ کو شمار کیا ہے۔اس بات کی طرف متوجہ کیا ہے کہ صاحب نعمت کا شکر ادا کیا جائے اس کی نعمتوں کا اعتراف کیا جائے تا کہ صاحب نعمت راضی اور خوشنود ہو جائے۔کیوں کہ نعمتوں کا شمار کرنا بھی شکر کی ایک قسم ہے۔

حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: اے خدا تو نے مجھے خاک سے خلق کیا اور صلب پاک اور ارحام مطہرہ میں نور کی شکل میں منتقل کیا......تو نے مجھے خوبصورت بنایا اور تو نے میرا امر میرے سپرد نہیں کیا ہے۔پھر مجھے اس دنیا میں بھیجا ہے مجھے تو نے مکمل اور کامل بنایا ہے۔تو نے مجھے ناقص نہیں بنایا اور تو نے گہوارے میں بھی میری حفاظت فرمائی ہے۔

دعا شریف کے سیاق وسباق سے واضح ہوتا ہے۔کہ اس دعا میں خلقت ابدان مومنین کو مدنظر رکھا گیا ہے۔اس دعا کے مضامین کی نظر آئمہ ھدیٰ علیہم السلام کی خلقت کی طرف اشارہ ہی ہے۔کیوں کہ یہ ہستیاں ہر لحاظ سے مخلوقات عالم سے افضل واشرف ہیں۔یہ ہستیاں ارحام طاہرہ واصلاب مطہرہ میں ہر قسم کے (رجس، شرک وکفر) سے پاک رہی ہیں۔

اور یہ عقیدہ قطعیات مذہب شیعہ میں سے ہے۔

اور خداوند عالم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عترت طاہرہ علیہم السلام کو زمین

وآسمان کی خلقت سے ہزاروں سال پہلے خلق فرمایا تھا۔

اور یہ بات تو ہر کس و ناکس کے علم میں ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنی والدہ گرامی اور نہ کسی اور عورت کا دودھ پیا ہے بلکہ انگشت رسالت یا زبان رسالت چوس کر پرورش پائی ہے۔

اس لیے تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: حسین منی و انا من حسین۔ حسین علیہ السلام مجھ سے ہے اور میں حسین علیہ السلام سے ہوں۔

اور یہ بات بھی ہر شخص جانتا ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے رحم مادر میں نطق فرمایا ۔اسی طرح آپ علیہ السلام کی والدہ گرامی حضرت فاطمہ الزہراء علیہا السلام نے رحم حضرت خدیجہ میں تکلم فرمایا۔ وقت ظہور حضرات آئمہ علیہم السلام سجدہ شکر کرتے ہیں۔ اور خدا کی وحدانیت ،رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت اور آبائے طاہرین علیہم السلام کی ولایت کا اقرار کرتے ہیں۔

نکتہ:۔ اس بات سے صرف نظر کرنا صحیح نہیں کہ شیعان حیدر کرار علیہ السلام کے عقیدے کے مطابق امام عیب و نقص سے مبرہ منزہ ہوتا ہے۔ تمام عمر اس کے حریم عصمت میں معصیت کی کوئی گنجائش نہیں ہے جیسا کہ قرآن مجید کی آیت تطہیر ہے جو کہ انکی عصمت پر نص ہے۔ اس دعا عرفہ میں حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے اجداد طاہرین علیہم السلام کو پاکیزگی اور عصمت کے ساتھ یاد کیا ہے۔ اور ان حضرات معصومین علیہم السلام پر آپ علیہ السلام نے درود بھیجا ہے۔

اس بات کے پیش نظر ہمیں یقین کرنا چاہیے کہ جب بھی امام علیہ السلام فرماتے ہیں اے خدا میرے گناہ معاف فرما! میری خطا معاف فرما!

(ایسی عبارات ادعیہ میں بہت زیادہ ہیں) تو اس سے مراد شخص امام علیہ السلام قطعاً نہیں ہیں۔ بلکہ دیگر افراد مورد نظر ہوتے ہیں۔ اگر یہ کہا جائے...... اس سے مراد آئمہ ھدیٰ علیہم السلام ہیں اس کا مقصد یہ ہوا کہ وہ حضرات معصومین علیہم السلام نہیں ہیں......!

ہمیں چاہیے کہ ہم ان ظواہر کی تاویل کریں۔ ان مورد میں آئمہ حضرات علیہم السلام مراد نہیں ہوئے ہیں۔ اہل علم اور اہل انصاف مسلمان مؤرخین اس بات کے معتقد تھے کہ ان ظواہر سے قطعاً آئمہ علیہم السلام مراد نہیں ہیں۔!!

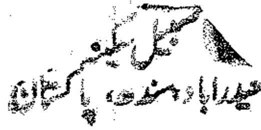
علمائے امامیہ نے ان ظواہر کی تاویل کی ہے۔ طالبین اور شائقین علامہ مجلسی کی بحار اور شرح نہج البلاغہ (خوئی) کی طرف مراجعہ کریں۔ ہاں البتہ یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ وہ حضرات اپنی عبادات کو حقیر اور کمتر سمجھتے ہیں......!!!

بعض اوقات دعاؤں میں ایسے جملے آتے ہیں جن میں معصومین علیہم السلام خدا کی پناہ چاہتے ہیں اور دشمنوں کے شر سے بھی بچنے کی دعا مانگتے ہیں تو یہ ولایت تکوینیہ سے منافات نہیں رکھتے ہیں کیونکہ

اولاً:۔ دعا یا پروردگا عالم سے کچھ مانگنا یہ سب سے افضل عبادت ہے۔

ثانیاً:۔ آئمہ ھدیٰ علیہم السلام خدا کے خاص بندے ہیں اور اس کی قضا و قدر کو تسلیم کرتے ہیں ۔ درحالانکہ اپنی اور تمام مخلوقات کی تقدیرات کو مانتے ہیں۔ اگر یہ چاہیں تو کئی طریقوں

سے اپنا دفاع کر سکتے ہیں لیکن اس کے باوجود بھی تقدیر خدا سے دور جانے کی کوشش نہیں کرتے۔اور ظاہری زندگی لوگوں کی طرح گزارتے ہیں مگر وقت اعجاز و معجزہ......!!اپنا اختیار دکھاتے ہیں۔ اس لیے ظاہری طور پر خدا سے دعا مانگتے ہیں تو پس ان حضراتؑ کا یہ فرمانا



لا حول ولا قوة الا بالله

اللہ کے علاوہ کسی کی طاقت وقدرت نہیں ہے یا نماز میں

بحول الله و قوته اقوم و اقعد

اللہ کی مدد سے میں اٹھتا اور بیٹھتا ہوں

وَقَالُوا حَسْبُنَا اللهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ (۱۷۳ سورہ ال عمران)

میرے لیے اللہ بہترین وکیل ہے

وَأُفَوِّضُ أَمْرِي إِلَى اللهِ إِنَّ اللهَ بَصِيرٌ بِالْعِبَادِ (۴۴ غافر)

جو کچھ وہ چاہتا ہے وہی کچھ ہوتا ہے

يا ماشاء الله كان

جو کچھ چاہتا ہے وہی کچھ ہوتا ہے

و حسبي الخالق من المخلوقين

دوسرے خالقوں سے اللہ بہترین خالق ہے

یا دیگر، ان سے ملتے جلتے کلمات ولایت تکوینی سے منافات نہیں رکھتے ہیں۔یا یہ بات

صاحب علم کیلئے واضح اور روشن ہے۔

خداوند عالم قیوم بالذات ہے وہ امور مخلوقات خود انجام دیتا ہے۔لیکن یہ ہستیاں کوخدا کی عطاء سے سب کچھ انجام دیتی ہیں۔خداوند عالم نے مخلوقات عالم میں سے ان ہستیوں کو چنا ہے،اوران کوایسے کمالات اور وصفات سے نوازا ہے کہ جوکسی اورکوعطاءنہیں ہوئی ہیں۔ان کومثل الاعلی قرار دیا ہے ان کی تشریف وتکریم کے لیے خدا نے انکی اطاعت کواپنی اطاعت کہا ہے۔اورتمام مخلوقات پر لازم قرار دیا ہے کہ ان کی اطاعت کریں۔اورتمام مخلوقات کوان کیلئے مسخر کیا ہے تا کہ خلافت حقہ الٰہیہ ان کیلئے ثابت ہوجائے.....!!

پس ان سے محبت خدا سے محبت ہے ان کی نہ فرمانی خدا کی نافرمانی ہے ان سے دشمنی خدا سے دشمنی ہے ان کی زیارت خدا کی زیارت ہے ان کی بیعت خدا کی بیعت ہے ان کے ہاتھ خدا کے ہاتھ ہیں ان کے کان خدا کے سننے والے کان ہیں انکی آنکھیں خدا کی آنکھیں ہیں انکی نسبت اس طرح ہے جس طرح کہا جاتا ہے کعبہ خدا کا گھر ہے کیونکہ یہ مثل اعلی ہے ان کا علم قدرت خدا کی طرف سے ہے۔تو ضروری ہے کہ ان کا علم خدا کے علم کا نمونہ ہو۔

پس یہ حضرات علیہم السلام ہر کام کرنے پر قادر بھی ہیں توانا بھی ہیں اوردانا بھی۔ان کی آنکھوں کو خداوند عالم نے اپنی آنکھیں کہا ہے پس یہ تمام مخلوقات کودیکھتے اور جانتے ہیں۔ان پر اللہ کی حجت بھی ہیں اوران پر تصرف تام بھی رکھتے ہیں۔دنیاوی حجابات ان کے سامنے کوئی وقعت نہیں رکھتے ہیں۔!!

مثال خداوند عالم نے ہمیں مختصر قدرت وعقل عطا کی ہے۔خدا نے ہماری ارواح کو دانا وتوانا بنایا ہے۔ہم عالم خیال میں معقولات کے ساتھ جو کچھ چاہیں کر سکتے ہیں اور جو کچھ ہم بناتے ہیں اس پر قادر بھی ہیں ۔اور عالم معقولات میں ہر طرح کا تصرف رکھتے ہیں۔کبھی کبھار یہ تصورات ہمارے دل پر بھی اثر انداز ہو جاتے ہیں۔ کبھی یہ خیالات ہماری لذت وسرور کا باعث بنتے ہیں۔ان کی تاثیر ہمارے اعضائے بدن میں بھی نفوذ کر جاتی ہے۔کبھی کبھار یہ خیالات ہماری افسردگی کا سبب بن جاتے ہیں جب ہمارے تصورات غم انگیز ہوتے ہیں جیسا کہ کسی عزیز کی موت کو یاد کرنا...... وغیرہ وغیرہ

ہماری یہ توانائی نہات ہی محدود ہے تو ہم اس توانائی محدود کے ساتھ عالم محسوسات میں کچھ بھی نہیں بنا سکتے درحالانکہ پیغمبر اکرم اور آئمہ ھدیٰ علیہ السلام اس عالم امکان اور عالم محسوسات میں جو چیز چاہیں بنا سکتے ہیں۔!! کیوں کہ ان کی توانائی اور علم محدود نہیں ہے جو کچھ وہ بنانا چاہیں وہ چیز فوراً ہو جاتی ہے۔۔۔۔!!

تفویض (معاملات ان کے سپرد ہیں) پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آئمہ ھدیٰ علیہم السلام قرآنی آیات اور روایات متواترہ سے ثابت ہے کہ امر دین ان کے سپرد کیا گیا ہے۔ہم نے کتاب مستدرک سفینۃ البحار جلد اول لغت (ادب) میں ۲۹ موراد بیان کیے ہیں اور لغت (فوّض) میں تفصیلاً بیان کیا ہے۔

ا۔کتاب اصول کافی (باب تفویض) میں گیارہ روایات صیحہ اور معتبرہ کو نقل کیا گیا

ہے کہ امر دین پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سپرد کیا گیا ہے۔ جو کچھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سپرد ہوا ہے وہ آئمہ ھدیٰ علیہم السلام کے سپرد بھی ہوا ہے۔

۲۔ اسی طرح ایک حدیث صاحب اصول کافی نے اس باب سے پہلے بھی نقل کی ہے۔

۳۔ ثقہ جلیل القدر محمد بن حسن صفارؒ جو کہ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے اصحاب میں سے ہیں نے اپنی کتاب بصائر الدرجات جز ہشتم (باب تفویض الی رسول اللہ) میں ۱۹ روایات نقل کی ہیں اور باب پنجم میں ۱۳ روایات نقل کی ہیں۔

حضرات آئمہ علیہم السلام نے فرمایا (ما فوّض الیٰ رسول اللہ فقد فوض الینا) جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سپرد ہوا ہے وہ ہمارے سپرد بھی ہوا ہے۔

موارد تفویض درامر دین

عیون اخبار الرضا میں منقول ہے کہ خداوند عالم نے جو بھی حکم دیا ہے اس کو منسوخ نہیں کیا تو یہ حکم پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی تبدیل نہیں کرتے...... اور خود خداوند عالم قرآن میں فرماتا ہے

(وَمَا يَنْطِقُ عَنْ الْهَوَى (۳) إِنْ هُوَ إِلاَّ وَحْيٌ يُوحَى (۴ نجم)

اور وہ اپنی خواہشات سے نطق نہیں کرتا ہے

اور جس چیز کا خدا نے حکم نہیں ہے دیا تو اس کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعے مکمل کیا ہے اور خدا نے فرمایا ہے

وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا وَاتَّقُوا اللّٰهَ إِنَّ اللّٰهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ (۷حشر)

جس چیز کو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمہیں حکم دیا ہے وہ لے لو اور جس سے منع کیا ہے اسے چھوڑ دو۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بعض چیزوں کا واجب قرار دیا ہے اور بعض کو حرام مثلاً خدا نے دس رکعت نماز واجب قرار دی ہے اور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سات رکعت کا اضافہ کیا ہے تو نماز واجب سترہ رکعت ہوگئی اور عذر شرعی کے بغیر اس کو چھوڑنا حرام ہے۔ خدا نے قرآن مجید میں شراب کو حرام قرار دیا ہے تو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام مسکرات کو حرام قرار دیا ہے۔ جس چیز کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حرام قرار دیا ہے وہ اسی طرح حرام ہے جس طرح خود خدا نے حرام قرار دیا ہے۔

خدا نے قرآن مجید میں مطلق زکوۃ کا حکم دیا ہے لیکن پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نو چیزوں پر زکوۃ واجب قرار دی ہے۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نوافل یومیہ کو واجب نماز کے دو برابر قرار دیا ہے۔

پس واجب نماز سترہ رکعت ہے اور نوافل چونتیس رکعت ہے۔

خدا نے ماہ مبارک رمضان کے روزے واجب قرار دیے ہیں لیکن نبی اکرم نے دو ماہ کے مستحبی روزے قرار دیے ہیں......

اور آئمہ ھدیٰ علیہم السلام احکام دین میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرح ہیں پس اگر خداوند

عالم یا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی چیز کے بارے میں حکم بیان نہیں کیا تو آئمہ ھدیٰ علیہم السلام بطور واجب یا غیر واجب حکم کر سکتے ہیں اور کرتے ہیں۔ کیوں کہ خداوند متعال نے ان کی اطاعت اپنی اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کی طرح واجب قرار دی ہے۔

أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُوْلِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ

اللہ کی اطاعت کرو، اللہ کے رسول کی اور اولی الامر کی۔

ضروریات مذہب شیعہ اور روایات متواترہ میں ہے کہ اولی امر سے مراد آئمہ ھدیٰ علیہم السلام ہیں۔

قاعدہ: جو شخص قرآن اور عترت سے متمسک ہے اسے چاہیے کہ قرآن پاک، پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آئمہ ھدیٰ علیہم السلام کے فرامین کو قبول کرے انہیں ہرگز رد نہ کرے۔ اگر کوئی بات اس کی سمجھ سے باہر ہو تو صاحبان علم ومعارف کی طرف رجوع کرے اور خداوند وعالم سے دعا مانگے کہ اس کی پریشانی دور ہو جائے..........

بعض لوگ روایات کی وجہ سے تفویض امر دین اور رزق میں منکر ہو جاتے ہیں۔ اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ امر دین میں تفویض قبول ہے۔ لیکن امر خلق اور روزی دینے کو ہم نہیں مانتے۔

ولایت تکوینی: یہ ہے کہ خداوند عالم نے مخلوقات کو خلق فرمایا ہے اور وہ ان

کو قائم رکھنے والا ہے اور ان کی روزی بھی خدا کے ذمے ہے اور ان مخلوقات کو خدا نے حکم دیا ہے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آئمہ ھدیٰ علیہم السلام کی اطاعت کریں۔ خدا نے پوری کائنات کو ان کے لیے مسخر کر دیا ہے۔ اور مخلوقات کو حکم دیا ہے کہ وہ ان ہستیوں کے تابع فرمان رہیں..........!!

لیکن: جو انہوں نے اپنی کتاب میں دعویٰ کیا ہے کہ روایات متواترہ میں ہے کہ امور خلق و رزق آئمہ ھدیٰ علیہم السلام کے سپرد نہیں ہیں بلکہ امور دین ان کے سپرد ہیں......؟

ان روایات میں تواتر بالکل نہیں ہے بلکہ یہ تعداد میں پانچ ہی نہیں ہیں۔ باقی روایات اصل تفویض کو ثابت کرتی ہیں۔ اکثر روایات میں تفویض دین ثابت ہے اور تین روایات میں امر خلق کی تفویض کو ثابت کیا گیا ہے۔ اور ممکن ہے کہ امر خلق میں تفویض سے مراد مخلوقات عالم کے امور دین بھی ہوں۔

مراد: امر کو خلق و رزق میں تفویض سے یہ مراد ہے کہ پروردگار عالم نے مخلوقات کی روزی پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آئمہ ھدیٰ علیہم السلام کے سپرد کی ہے اور اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ یہ خدا کے شریک ہیں۔ اگر یہ بات مانی جائے تو یہ کفر ہے

معجزات پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آئمہ ھدیٰ علیہم السلام

یہ معجزات دو قسموں پر مشتمل ہیں

ایک: اعجاز اور معجزہ کے وقت نماز پڑھتے ہیں یا دعا کرتے ہیں اور خداوند عالم ان کی

دعا قبول کرتا ہے اور ان پر خصوصی لطف و احسان کرتا ہے اور ان کے دست مبارک سے اپنا فیض جاری کرتا ہے۔

دو: یہ وہ معجزات ہیں جن میں آئمہ ھدیٰ علیہم السلام نہ نماز پڑھتے ہیں نہ ہی دعا کرتے ہیں بلکہ اپنی اس قوت و طاقت کو ظاہر کرتے ہیں جو خداوند عالم نے انہیں عطا کی ہے اور اپنا ارادہ ممکنات عالم میں نافذ کرتے ہیں۔ بعض اوقات فقط تصویر سے شیر خلق کرتے ہیں اور وہ ان کے دشمنوں کو کھا کر دوبارہ تصویر بن جاتا ہے.........!!

اس قسم کے معجزات کو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آئمہ ھدیٰ علیہم السلام اللہ کے حکم سے ممکنات عالم میں نافذ کرتے ہیں۔ ایسے کم از کم ہزار موارد ہیں کوئی ایک بھی قرآن مجید کے خلاف نہیں ہے۔

کیوں کہ آیات قرآن مجید میں ہے کہ ہم نے ابراہیم علیہ السلام کے لیے آگ ٹھنڈا کیا.........

اور ہم نے عصائے موسیٰ علیہ السلام کو اژدھا بنایا.....

اور ہم نے پہاڑوں کو داؤد علیہ السلام کے لیے مسخر کیا.....

اور اس کے لیے لوہے کو نرم کیا.....

ہم نے پہاڑ سے ناقہ صالح کو نکالا.....

اسی طرح کے دیگر معجزات جو کہ انبیاء و مرسلین علیہم السلام کے لیے واقع ہوئے ہیں۔

ان انبیاء علیہم السلام کے معجزات کہاں اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات کہاں....؟!

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے سید وسردار ہیں اور کسی طرح بھی یہ ممکن نہیں ہے کہ کوئی عاقل پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے بارہ جانشینوں کے معجزات کا انکار کرے اور نہ ہی کوئی باشعور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عاجز سمجھتا ہے۔ کس طرح ممکن ہے کہ ہم ان آیات کو مدنظر رکھ کر یہ کہیں کہ اعمال خلق میں یہ اپنے اراد... نافذ نہیں کر سکتے...؟!!

یہ کیسے ممکن ہے کہ خداوند عالم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام، صالح علیہ السلام... پر تو یہ عنایت کی ہو لیکن جو سب سے افضل واشرف ہے اس پر یہ احسان نہ کیا ہو۔ جو بندہ اس بات کا قائل ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس یہ طاقت نہیں ہے تو وہ جاہل مطلق ہے۔ اور اس نے مندرجہ ذیل آیت سے عجز پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ثابت کیا ہے۔

إِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِنْدَ اللهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِينَ لايَعْقِلُونَ (۲۲)

بے شک یہ اللہ کے نزدیک جانوروں سے بدتر ہیں اور اللہ کے نزدیک گونگے ہیں بہرے ہیں اور عقل نہیں رکھتے

اور قرآن مجید میں ہے کہ

فَتَبَارَكَ اللهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ (۱۴ مومنون)

پاک ہے وہ اللہ جو خالقوں میں سے بہترین خالق ہے۔

ان آیات میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لیے لفظ خالق کا اطلاق ہوا ہے.... یہ بات پہلے

گذر چکی ہے۔

پس اگر کسی چیز کو چیز سے خلق کرنا یا مردے کو زندہ کرنے کی مخلوق کی طرف نسبت دی جائے تو یہ کفر، شرک اور غلو نہیں ہے۔ قرآن مجید کی آیات اور روایات میں اس بات کی اجازت ہے۔

روایات: میں ہے کہ رحم مادر میں دو فرشتے خلاّق (جو کہ اپنے فن میں مہارت رکھتے ہیں) آتے ہیں اور بچے کی تصویر اس طرح بناتے ہیں جس طرح خدا حکم دیتا ہے۔

ان میں ایک روایت جو کہ اصول کافی میں سند صحیح کے ساتھ امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل ہوئی ہے(۱)

جب نطفہ رحم مادر میں جاتا ہے(**ثم یبعث الله ملکین خلاّقین یخلقان فی الارحام ما یشاء الله**) پھر خداوند قدوس دو ملک خلاّق بھیجتا ہے اور انہیں حکم دیتا ہے کہ اس طرح خلق کرو جس طرح میں چاہتا ہوں۔ اور پھر فرشتے حکم خداوندی سے اس کے اعضاء و جوارح بناتے ہیں۔ اور پھر خداوند عالم ان فرشتوں سے کہتا ہے کہ اس شخص کے لیے میری تقدیرات بھی لکھو....

پس آیات شریفہ اور روایات صحیحہ کی روشنی میں خلق کی نسبت نبی اور فرشتے

(۱) یہ روایت تمام علماء اور مجتہدین کے نزدیک صحیح ہے۔ کتاب کافی باب (ابتدائے خلقت) اور اس کے ساتھ چھ دیگر روایات بھی نقل ہوئی ہیں۔

کے لیے صحیح ہے۔ اس موضوع میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، امام علیہ السلام اور فرشتے میں کوئی فرق نہیں ہے..... لیکن تنگ نظر افراد اس بات کی نفی کرتے ہیں۔ جب یہی نسبت پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آئمہ ھدیٰ علیہم السلام کی طرف دی جاتی ہے تو وہ بے وقوف لوگ کم علمی کی بناء پر ہائے کفر، ہائے غلو کی آوازیں نکالتے ہیں....

خلاصہ مطلب: شیعہ علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آئمہ ھدیٰ علیہم السلام تمام فرشتوں سے افضل ہیں۔ اس بات پر بعض علماء نے اجماع کا دعویٰ بھی کیا ہے۔ اس موضوع پر روایات حد تواتر سے بھی زیادہ ہیں.....

اور بہت سی روایات سے ثابت ہوا ہے کہ ملائکہ مقربین حضرت علی علیہ السلام کے نور سے خلق ہوئے ہیں۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ جب نطفہ رحم مادر میں قرار پاتا ہے تو چالیس دنوں کے بعد علقہ بن جاتا ہے پھر چالیس دنوں کے بعد مضغہ ہو جاتا ہے

(ثم یبعث الله ملکین خلاقین فیقال لهما ا خلاقا کما یرید الله)

پھر خداوند متعال دو فرشتے خلاق بھیجتا ہے اور ان کو حکم دیتا ہے کہ اس طرح خلق کرو جس طرح میں چاہتا ہوں اور اس کی شکل وصورت بناؤ....

بحار الانوار کمپانی ج ۱۴ ص ۳۷۳

یہ لوگ کس طرح نسبت خلق اور احیاء میت کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ملائکہ کے لیے جائز

سمجھتے ہیں (واقعاً اس کا انکار کرنے والا خدا، رسول اور امیر المومنین علیہ السلام کا انکاری ہے) لیکن اگر یہی نسبت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی طرف دی جائے تو کفر کیوں ہے.....؟!

درحالانکہ یہ بات ثابت ہے کہ جناب امیر المومنین علیہ السلام تمام جہات میں ملائکہ اور انبیاء سابقین سے افضل، اشرف اور عالم ہیں (۱)

پس یہ کیسے ممکن ہے کہ عقل اس بات کا حکم تو مفضول کے بارے میں کرے لیکن افضل کے بارے میں فیصلہ نہ دے کیا یہ نسبت افضل کی طرف دینا بھی ٹھیک نہیں ہے....؟!!

ہاں اگر کوئی یہ کہے کہ یہ ملک، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، امام علیہ السلام اپنی قدرت ذاتیہ کے بغیر حکم خدا کے کام سرانجام دیتے ہیں اور کسی بھی بات میں یہ اللہ کے محتاج نہیں ہیں تو یہ کہنا ٹھیک نہیں ہے بلکہ کفر وشرک ہے۔ یہ ہستیاں اس کے حکم اور عطا کردہ قوت سے سب کچھ انجام دیتے ہیں۔ اگر کہا جائے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا امام علیہ السلام کسی چیز کو خدا کے حکم

(۱) ان دلائل میں ایک دلیل یہ ہے کہ جس مقام امامت کو مقام نبوت پر برتری اور فوقیت دی ہے۔ خدا نے حضرت ابراہیم کو مقام نبوت اور خلعت کے بعد کہا ہے (إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا) میں نے تجھے لوگوں کا امام بنایا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا (قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِي قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ ۱۲۴ سورہ بقرہ) یعنی میری ذریت میں بھی امام علیہ السلام قرار دے دو۔ اللہ نے فرمایا: مقام امامت ظالمین کو نہیں ملے گا حضرت خلیل علیہ السلام کو مرتبہ سوم میں امامت ملی ہے یہی دلیل ہے کہ امام علیہ السلام نبی سے افضل ہوتا ہے۔

اور طاقت سے خلق کرتے ہیں تو یہ کہنا بالکل صحیح ہے۔ اسی طرح رزق دینا بھی اذن خدا سے ہے جس کی بحث پہلے گذر چکی ہے اور وہ بھی صحیح کیوں کہ وہ خدا کے امر سے روزی تقسیم کرتے ہیں۔

تیسری فصل

اس دلیل علیل کے جواب میں ہے کہ جس کو منکر ولایت نے اپنی مدعیٰ کے لیے پیش کیا ہے۔

اول: دلیل تحیّز اور اس کا خلاصہ یہ ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امام علیہ السلام جسم ہیں، ہر جسم مکان کا محتاج ہوتا ہے۔ پس آن واحد میں ممکن نہیں ہے کہ ایک جسم دو مکانوں یا زیادہ جگہ پر پہنچ جائے۔ اگر دوسرے مکان میں جائیں تو پہلا مکان خالی ہو جائے گا۔ اور وہ اس مکان سے غائب ہو جائے گا۔ پس جو کوئی اپنے مکان سے غائب ہو وہ کس طرح دیگران کا قیم، ولی، سرپرست، محافظ اور تمام امور کا علمبردار ہو سکتا ہے۔ ....؟!!

موجودات ہوں لیکن خود قیّم موجودات مکان کا محتاج ہو.....؟!!

حقیر کہتا ہے: ان ہستیوں کا جسم مطہر تمام دینوی اجسام کی طرح نہیں ہے جو کہ ہر قسم کی مٹی سے مرکب ہوتا ہے بلکہ ان کا جسم مطہر خالص علیین سے بنایا گیا ہے۔ ان کے ہاں شر اور گناہ والی جہت بالکل نہیں ہوتی ہے۔ جیسا کہ اس موضوع پر روایات واضحات ایک سو سے بھی زیادہ ہیں (۱)

شیعان کے ارواح ان کی فاضل طینت سے بنائے گئے ہیں۔ یہ ممکن ہے کہ کوئی شیعہ عالم کامل اپنے آپ کو اس درجہ تک لے جائے کہ اس کا جسم ایک جگہ پر ہو لیکن اس کی روح دوسری جگہ سیر کر رہی ہو۔ اور ممکن ہے اس کا خواب، خواب اختیاری ہو...!! جیسا کہ لوگوں کے بے اختیاری خواب ہوتے ہیں، بدن بستر پہ ہوتا ہے لیکن روح بدن سے نکل کر فضاء اور زمین کے مختلف حصوں کی سیر کرتی ہے۔

پس جو روح جنّات اور شیاطین کو دیکھتی ہے تو وہ خواب باطل ہوتے ہیں۔ جو روح ملائکہ کو دیکھتی ہے وہ خواب بالکل سچے ہوتے ہیں اور رویۂ صادقہ ہوتے ہیں۔ ایسے سچے خوابوں کو نبوت کے ستر اجزاء میں سے ایک جز قرار دیا گیا ہے۔

اور اکثر لوگوں کی روحیں بدن میں مقید ہوتی ہیں اور روح جسد کی زنجیروں میں محبوس ہوتی ہے۔ بعض کاملین اور عارفین اس درجہ عالیہ پر پہنچ جاتے ہیں کہ ان کے ابدان ان کی روح تابع ہو جاتے ہیں۔ اور ان کی ارواح بدن میں قید بھی نہیں ہوتی

(۱) مستدرک سفینۃ البحار لغت طین میں کافی روایات ہیں۔ اصول کافی در باب خلق ابدان آئمہ علیہم السلام اور ان کی ارواح، بصائر الدرجات ج ۱ باب ۹، ۱۰۔ بحار الانوار کمپانی ج ۳، ص ۶۲، ج ۵ ص ۱۷۹.......

ہیں......؟!

اسی طرح پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آئمہ ھدیٰ علیہم السلام کے ابدان پاکیزہ ان کے ارادہ کے تابع اور ان کی ارواح مقدسہ کے مطیع ہیں۔

پس ممکن ہے کہ بدن مقدسہ آئمہ ھدیٰ ایک ہی جگہ پر ہو اور ان کی روح مبارکہ خدا کے لطف واحسان سے "چونکہ یہ مخزن اسرار الہیہ ہیں" جہاں جانا چاہیں جاسکتے ہیں......!!

حضرت امام سجاد علیہ السلام نے مرد یمنی سے فرمایا: مدینہ میں مَیں ایک ایسے باکمال کو جانتا ہوں جو اتنی دیر سے جتنی دیر میں آپ میرے پاس بیٹھے چودہ ہزار عالم کی سیر کر چکا ہے لیکن اپنی جگہ سے حرکت بھی نہیں کی ہے۔ مولا سجاد علیہ السلام کی مراد اپنی ذات ہی تھی۔

آپ علیہ السلام ظاہری طور پر ۱۳ محرم الحرام کو بنی امیہ کے قیدی تھے لیکن ادھر کربلا میں شہداء کو دفن کر رہے تھے۔

اگر یہ حضرات چاہیں تو اپنے ابدان طاہرہ کو بھی ساتھ لے جائیں۔ جیسا کہ حضرت امام محمد تقی علیہ السلام چشم زدن میں مدینہ سے خراسان پہنچے تھے!! یہ اپنی دوسری صورت بناسکتے ہیں یا جو صورت ان معصومین کو پسند ہو وہ بھی اپنا سکتے ہیں......!!

کیونکہ ان کا علم وقدرت خداوند عالم کی طرف سے ہے یہ ہر کام پر دانا وتوانا ہیں۔ یہ حضرات اپنے مقدس علم کے ذریعے تمام موجودات گذشتہ، موجودہ اور آئندہ کو دیکھتے ہیں۔ ان کے لیے کوئی شئی بھی غیب نہیں ہے۔ کیوں کہ وہ

(عین اللہ الناظر) اللہ کی دیکھنے والی آنکھیں ہیں۔ان کے سامنے کسی حجاب کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ خداوند عالم جو کہ ہر شئے کا خالق و مالک ہے اور کائنات کی بقا اس کے ارادے کی وجہ سے ہے اور وہ ہر شئی حتیٰ کہ ان کا بھی مالک ہے اس نے کائنات کی ہر شئی کو ان حضرات کا مطیع ہونے کا حکم دیا ہے۔ اور ہر شئی پر ان کی اطاعت کو واجب و لازم قرار دیا ہے۔ کیوں کہ خداوند عالم نے ان حضرات کی وجہ سے دیگر مخلوقات کو خلق کیا ہے۔ اور ان کی برکت کی وجہ سے خدا اپنی بنائی ہوئی مخلوق کو روزی دیتا ہے۔(۱)

خداوند متعال نے ان کو عالم باطن میں اپنے فیوضات کا واسطہ بنایا ہے۔اس کا کوئی عقلی طور پر مانع نہیں ہے۔ بلکہ معتبر ادلہ اس بات کی تائید کرتی ہیں۔ جیسا کہ ہم نے کتاب مقام قرآن وعترت میں اس کو تفصیلاً بیان کیا ہے۔ بعض علماء اعلام نے کہا ہے کہ "باب اللہ" اور "سبیل اللہ" کا یہی مطلب ہے۔ جو کچھ خدا کی طرف سے آتا ہے اسی دروازے پر آتا ہے جو شخص بھی اللہ کی طرف جانا چاہے اسی دروازے پر آنا ہو گا۔ کسی بھی مرحلہ میں خالق کو مخلوق سے تشبیہ دینا ٹھیک نہیں ہے۔ چنانچہ واضح ہے کہ مخلوق کی صفات کمالیہ ذاتی نہیں بلکہ خداوند عالم کی خصوصی عطا ہے۔

(۱) تمام رزق وروزی کا مالک خدا ہے لیکن اس کے خزانہ دار کلید بردار یہ حضرات معصومینؑ ہیں۔

شیخ حر عاملیؒ نے اپنی کتاب اثبات الهداة ج ۵ ص ۶۲۸ میں روایت عبداللہ بن یحیٰ کاملی کو نقل کیا ہے۔اس نے کہا کہ جنگل بیابان میں میرے سامنے ایک درندہ آیا تو میں نے اپنے مولا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی بتائی ہوئی دعا پڑھی تو وہ واپس چلا گیا۔اس نے یہی واقعہ اپنے چچا کی خدمت میں بیان کیا اور اس کے سامنے دعا پڑھی تو اس بزرگ چچا نے کہا میں گواہی دیتا ہوں امام جعفر صادق علیہ السلام واجب الاطاعۃ ہیں۔وہ شیعہ ہو گیا وہ شیعہ ہو کر......

آپ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ علیہ السلام نے اس سے فرمایا

(اترانی لهم اشهد كم بئس ما رائت ان لی مع کل ولیّ لنا اذنا سامعة و عينا ناظرة و لساناً ناطقاً ثم قال انا و الله صرفته عنكما...)

کیا تمہارا خیال یہ ہے کہ میں نے تمہیں نہیں دیکھا ہے۔یہ تم نے بدگمانی کی ہے۔یقیناً ہم اپنے حبداروں کے ساتھ سننے والے کان، دیکھنے والی آنکھ اور زبان ناطق ہیں۔ ان کی ہر بات سنتے ہیں، اور ان سے تکلم بھی کرتے ہیں۔

آپ علیہ السلام نے مزید فرمایا: خدا کی قسم میں نے اس درندہ کو تم سے دور کیا ہے۔

پس آپ علیہ السلام نے اپنے بیان کی نشانیاں بیان کرنا شروع کر دیں۔

بحارالانوار کمپانی ج ۷، ص ۳۱۳۔(قال امير المومنين عليه السلام فی حديث : ولا مومن ولا مومنة فی المشارق و المغارب الا و نحن معه)

مغرب و مشرق میں کوئی بھی مومن ایسا نہیں ہے جس کے ساتھ ہم نہ ہوں۔

وفیہ ص ۳۰۹ عن البصائر الدرجات۔ امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: **لیس یغیب عنا مومن فی شرق الارض ولا غربها)**

یعنی مشرق و مغرب میں کوئی بھی مومن ہم سے پوشیدہ نہیں ہے۔

حقیر کہتا ہے: یہ دو روایات دیگر بہت سی زیادہ روایات کے مطابق ہیں۔ جیسا کہ فرمان معصوم علیہ السلام ہے کہ ہم مشرق سے مغرب تک دیکھ سکتے ہیں۔

اور ہم مخلوق پر گواہ ہیں۔

تمام دنیا امام علیہ السلام کے سامنے اس طرح ہے جس طرح ایک اخروٹ۔ یہ اس ظرف کی مانند جوان کے سامنے ہوتا ہے۔ ہم دنیا کو اس طرح دیکھتے ہیں۔ جیسے عام انسان اپنے ہاتھ کی ہتھیلی کو دیکھتا ہے......

حدیث کاہلی میں ہے کہ امام علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے اس درندہ کو تم سے دور کیا تھا۔ دعا سے اس کی کوئی بھی منافات نہیں ہے۔ چونکہ پہلے اس شخص نے دعا کی اور خدا نے چاہا تو خدا نے امام علیہ السلام کو حکم دیا کہ درندہ کو اس سے دور کردو۔

بَلْ عِبَادٌ مُكْرَمُونَ (٢٦) لَا يَسْبِقُونَهُ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِأَمْرِهِ يَعْمَلُونَ (٢٧ انبياء)

یہ اللہ کے مکرم بندے ہیں جو قول میں اس سے سبقت نہیں لیتے اور اس کے حکم کے مطابق عمل کرتے ہیں۔ اور ان سے خدا نے کہا ہے تم نہیں چاہتے مگر جو کچھ اللہ چاہتا ہے۔

یہ فضائل مقام توحید کے منافی نہیں ہیں کسی کو اس بات کا منکر نہیں ہونا چاہیے۔ بلکہ وہ اس بات سے ڈرے کہ شیطان کی طرح تو نہیں ہو رہا کیوں کہ شیطان نے توحید کا اظہار کر کے حضرت آدم کو سجدہ نہیں کیا درحالانکہ چہاردہ معصومین کے انوار مقدسہ بھی انکی پیشانی میں جلوہ گر تھے۔ تو وہ اس بات سے ملعون و مردود ہو گیا

روایات صحیحہ میں حضرات آئمہ علیہم السلام نے فرمایا ہے۔(۱)

ہمیں خدا کی مخلوق سمجھو اور ہمارے فضائل میں جو کچھ چاہو کہہ سکتے ہو !! کیونکہ تم جو کچھ کہو گے ہماری حقیقت تک نہیں پہنچ سکو گے !!

یہ روایات واضح طور پر اس امر کی اجازت دیتی ہیں۔ مگر دلیل قطعی کسی شیء سے منع نہ کرے۔ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے غلو یہ ہے انکی بندگی اور مخلوقیت کا انکار کیا جائے !!

تفسیر امام حسن عسکری علیہ السلام سے صاحب احتجاج نے روایت نقل کی ہے ۔(وتتجاوزوا بناالعبودیۃثم قولواماشئتم ولن تبلغوا)

ہمارے بارے مقام بندگی سے تجاوز نہ کرو (یعنی ہمیں خدا کے خاص بندے سمجھو) اس

(۱) اس موضوع پر بہت زیادہ روایات ہیں اوران میں ایک روایت (اربعـأۃ) جو کہ نہایت ہی معتبر اور متقن ہے۔ مرحوم شیخ صدوقؒ نے اس روایت کو خصال میں نقل کیا ہے اور تحف العقول میں بھی روایت نقل کی گئی ہے۔

(ایاکم والغلو فیناقولوااناّ عبیدمربوبو ن وقولوافی فصلنا ماشئتم) ہمارے بارے میں غلو سے بچو! ہمیں خدا کی مخلوق سمجھواور ہماری فضیلت میں جو کہنا چاہو کہہ سکتے ہو۔!!

کے علاوہ جو کچھ کہو گے ہماری حقیقت تک پہنچ ہی نہیں سکتے ہو......!

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے غلو یہ ہے انکی بندگی اور مخلوقیت کا انکار کیا جائے!!

تفسیر امام حسن عسکری علیہ السلام سے صاحب احتجاج نے روایت نقل کی ہے

۔(وتتجاوزوا بناالعبودیۃثم قولوا ماشئتم ولن تبلغوا)

ہمارے بارے مقام بندگی سے تجاوز نہ کرو(یعنی ہمیں خدا کے خاص بندے سمجھو) اس کے علاوہ جو کچھ کہو گے ہماری حقیقت تک پہنچ ہی نہیں سکتے ہو......!

بصائر الدرجات میں امام جعفر صادق علیہ السلام کا فرمان ہے کہ ہمیں اللہ کی مخلوق کہواور اس کے علاوہ جو کچھ کہو گے ہماری حقیقت تک نہیں پہنچ سکو گے۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: میں خدا کا بندہ ہوں اور اس کا خلیفہ ہوں مجھے اللہ نہ کہواس علاوہ جو کچھ کہو گے ہماری حقیقت تک نہیں پہنچ سکتے ہو...!!!

بحار الانوار ج ۲۵ ص ۲۷۰ روایت اربعماۃ روایت ۱۵۔اور کشف الغمہ میں بھی روایت نقل ہوئی ہے۔

ممکن ہے کہ اس روایت میں یہ کہنے کی اجازت ہو کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا امام علیہ السلام اس بدن ظاہری میں ہر وقت اور ہر جگہ حاضر ہوتے ہیں۔جیسا کہ آصف بن برخیا کی روایت سے معلوم ہو چکا ہے۔اس کی قدرت آئمہ ھدیٰ علیہم السلام کے مقابلہ میں اس طرح ہے بحر ذخائر کے مقابلہ میں ایک قطرہ پانی ہو

یہ بات بھی ثابت ہو چکی ہے کہ آئمہ ھدیٰ علیہم السلام انبیاء علیہم السلام سے کہیں افضل واشرف ہیں

۔چہ رسد باوصیاء،انبیاء؟!! پس ضروری ہے کہ افضل طاقت،قدرت میں ان سے کہیں زیادہ ہو۔پس جو شخص تخت بلقیس کو ہزاروں میل کی مسافت سے منگوا سکتا ہے وہ ہر جگہ حاضر اور ناظر بھی ہو سکتا ہے

حضرت امام حسین علیہ السلام نے اصبغ کو ایک مسجد کوفہ میں گذشتہ صدیوں کے واقعات دیکھائے تھے

حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے مسجد کوفہ سے دست مبارک دراز کیا اور معاویہ کی داڑھی کے بال نوچ لیے اور اسے تخت سے زمین پر گرا دیا۔

دوسری روایت میں ہے کہ بیٹھے ہوئے اپنے دست معجز نما سے شام کے پہاڑ سے برف اٹھالی.....!

اس باب میں ان کا دنیا میں ہونا یا ظاہراً اگر نہ ہونا برابر ہے۔جیسا کہ زیارت آئمہ ھدیٰ علیہم السلام کے کلمات سے یہ بات روشن ہو جاتی ہے

علامہ مجلسی مراۃ العقول شرح اصول کافی میں فرماتے ہیں روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آئمہ ھدیٰ علیہم السلام کیلیئے یا انتقال ظاہری کے بعد عجیب وغریب حالات ہوتے ہیں جو کہ کسی دوسری مخلوق کیلیئے نہیں ہوتے ۔جیسا کہ زمین پر ان کا گوشت اور خون حرام ہے۔

وہ اپنے آپ اور دیگران کو زندہ کر سکتے ہیں!!

اس میں شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے۔اور شک اس بات میں ہے آیات یہ سب جوان

کے ابدان اصلی کیلئے ہے یا انکے اجساد مثالی کے ہے......؟!!

اکثر علماء اعلام شیعہ فرماتے ہیں کہ یہ حالات عجیبہ انکے اجساد وابدان اصلیہ کیلئے ہوتے ہیں ۔کوئی دلیل عقلی ونقلی اس کی نفی نہیں کرتی بلکہ دلائل قاطعہ اور براھین ساطعہ اس کو ثابت کرتی ہیں......

شیخ مفید :۔نے اپنی کتاب مقالات میں فرمایا ہے۔کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آئمہ ھدیٰ علیہم السلام کے اجداد طاہرہ وفات کے بعد بہشت کی طرف منتقل ہو جاتے ہیں اور اسی جسم کے ساتھ جنت میں رہتے ہیں۔

اور شیعان کے احوال ان پر پوشیدہ نہیں ہیں۔وہ لوگ انکی باتیں دور یا نزدیک سے سنتے ہیں۔

پس یہ مذہب فقہائے امامیہ ہے

متکلمین میں سے کسی نے اس بات کی مخالفت نہیں کی ہے(انتھی کلام مفیدؒ)

علامہ کراجکی کا کلام بھی شیخ مفیدؒ کی طرح ہے۔اور اس بزرگوار کے تمام کلمات کو علامہ مجلسی نے بحار میں نقل کیا ہے۔

کتاب مقام قرآن عترت میں ہم نے اس کی مکمل شرح بیان کی ہے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آئمہ ھدیٰ علیہم السلام دنیا میں ہوں یا آخرت میں ہوں تمام مخلوقات سے زیادہ توانا اور دانا ہیں

حکم :حضرات آئمہ ھدیٰ علیہم السلام نے فرمایا ہے کہ: ہمیں مخلوق سمجھو!!اور جو کچھ ہمارے

فضائل میں کہو گے تم ہماری حقیقت تک نہ پہنچ سکو گے......!!

ہم کہتے ہیں کہ ممکن ہے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا امام علیہ السلام ایک ہی وقت میں مختلف مقامات پر حاضر ہوں۔ جیسا کہ اس بات پر کافی روایات دلالت کرتی ہیں۔اور مانع عقلی بھی نہیں ہے۔اور کفر بھی لازم نہیں آتا ہے۔

پس اگر ایک زمانے میں کئی ہزار آدمی مختلف مقامات پر امام علیہ السلام کو پکاریں تو وہ تمام کے ہاں پہنچ کر مدد کرسکتے ہیں ۔جیسا کہ ادعیہ ماثورہ میں یہی کچھ نقل معنی ہوا ہے۔

یا: وہ یہ کہتے ہیں کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام چالیس جگہ پر ایک رات میں صبح تک حاضر تھے۔پس اگر یہ حدیث صحیح نہ ہوتو ممکن ہے کہ تکذیب صحیح نہ ہو۔

روایات صحیحہ: میں ہے کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام اور دیگر گیارہ آئمہ علیہم السلام رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ ہر مرنے والے شیعہ کے پاس جاتے ہیں اور انہیں بشارت دیتے ہیں ۔اس موضوع میں ثقۃ الاسلام علامہ کلینیؒ نے اصول کافی میں ۱۶ سولہ صحیح اور معتبر روایات نقل کی ہیں۔

ان میں ایک روایت ابوبصیرؒ کی ہے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ: ہر مرنے والے کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور تمام امام علیہم السلام آتے ہیں ۔رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دائیں طرف بیٹھتے ہیں اور آئمہ علیہم السلام بائیں طرف ۔رسول پاک علیہم السلام انہیں جنت کی بشارت اور مبارک دیتے ہیں اور فرماتے ہیں۔کہ جس چیز سے تو ڈرتا تھا اب

اس سے ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

یہ روایت شریفہ: اس بات کی صریح دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امام علیہ السلام ہر مرنے والے کے پاس تشریف لاتے ہیں۔۔

روایت دیگر میں امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: وقت احتضار مومن کے پاس رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امیر المومنین علیہ السلام جبرائیل اور ملک الموت آتے ہیں ۔ اور امیر المومنین علیہ السلام رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کرتے ہیں: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ ہمارا حب دار ہے تو، جبرائیل اور ملک الموت سے کہتے ہیں یہ آل محمد علیہم السلام کا موالی ہے تو اس سے محبت کرو اور اس پر شفقت کرو ملک الموت اس کے قریب آ کر کہتا ہے۔

اے عبد خدا تو آتش جھنم سے آزاد ہو چکا ہے اور تو دنیا میں عصمت کبریٰ کے ساتھ متمسک تھا۔

تجھے پتہ ہے کہ عصمت کبریٰ کیا ہے؟! وہ ولایت علی ابن ابی طالب علیہما السلام ہے۔ کافر کی موت کے وقت بھی رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جبرائیل علیہ السلام اور مولا امیر علیہ السلام حاضر ہوتے ہیں اور جو کچھ مومن کیلئے فرماتے ہیں کافر کیلئے اس کے برعکس فرماتے ہیں

علامہ محمد باقر مجلسیؒ: نے اس موضوع میں چھپن ۵۶ روایات نقل کی ہیں ان میں سے ایک روایت وہ ہے کہ جیسے علامہ عیاشیؒ نے ابوحمزہ ثمالیؒ سے نقل فرمایا ہے۔ کہ حضرت امام باقر علیہ السلام نے فرمایا: مومن کی موت کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت علی علیہ السلام اس کے پاس تشریف لاتے ہیں اور اس کے پاس بیٹھتے ہیں۔

ان میں سے ایک روایت علی بن ابراہیم قمیؒ نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کی ہے۔ کہ آپؑ نے فرمایا کوئی بھی ایسا فرد نہیں ہے جو ہمارا حب دار ہو اور ہمارے دشمنوں سے بیزار نہ ہو۔ تو حضرت رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت امیر علیہ السلام اور امام حسن علیہ السلام اور حضرت امام حسین علیہ السلام اس کے پاس تشریف لاتے ہیں اور اسے جنت کی بشارت دیتے ہیں۔ اگر مرنے والا مومن نہ ہو تو اس کیلئے عذاب کا حکم دیتے ہیں مولا امیر المومنین علیہ السلام کا یہ وہ کلام جو آپؑ نے حارث ہمدانیؒ کو بیان فرمایا تھا۔ اس بات کی بیّن دلیل ہے

(یا حار همدان) انتھیٰ کلام علی بن ابرہیم قمی (۱)

کتاب المحاسن: میں علامہ برقی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی حدیث نقل فرمائی ہے۔ کہ آپ نے فرمایا مومن موت کے وقت دو آدمیوں کو دیکھتا ہے۔۔۔

روای نے عرض کیا: مولا وہ دو آدمی کون ہیں.... ؟!

آپ نے فرمایا: حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت علی علیہ السلام ہیں!!

روای نے عرض کیا: اے میرے سید و سردار! یہ بزرگوار کچھ بولتے بھی ہیں..... ؟!!

آپ نے فرمایا: جی ہاں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مومن کے ایک طرف اور امیر المومنین علیہ السلام دوسری طرف تشریف فرماتے ہیں اور اسے جنت کی بشارت دیتے ہیں...

(۲)

کتاب مناقب۔ (فصل اخبارات غیبی حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام) علی بن راشد

(جو کہ حضرت امام محمد تقی علیہ السلام اور حضرت علی نقی علیہ السلام کے وکلاء میں سے ہیں) سے روایت نقل ہوئی ہے۔

اہلیان نیشاپور نے حضرت امام موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں اپنے تحفے بھیجے۔ان میں ایک بی بی شطیطہ بھی تھیں جنہوں نے آپ علیہ السلام کی خدمت میں صرف ایک درھم بھیجا تھا۔آپ علیہ السلام نے ان اموال کی تفصیل بیان کی اور فرمایا کہ تمہارے سوالوں کے جواب ان کے نیچے میں نے لکھ دیے ہیں۔درحالانکہ سائل نے سوالوں والا کاغذ بھی نہیں کھولا تھا۔آپ علیہ السلام نے فقط ایک درھم بی بی شطیطہ کا قبول کیا اور اس کا بھیجا ہوا ایک کپڑا بھی۔

آپ علیہ السلام نے فرمایا: میرے سلام بی بی شطیطہ کو پہنچا دینا۔آپ علیہ السلام نے بی بی شطیطہ کے لیے کفن کا کپڑا بھیجا اور ساتھ چالیس درھم بھی عطا فرمائے۔آپ علیہ السلام نے فرمایا: تو جب نیشاپور جائے گا تو اس کے انیس دن بعد بی بی شطیطہ فوت ہو جائے گی۔

اور میں خود جنازہ پڑھاؤں گا۔

راوی کہتا ہے: میرے مولا علیہ السلام کا فرمان سچ ثابت ہوا۔وہ فوت ہوئی اور آپ علیہ السلام نے بنفس نفیس خود نماز میت پڑھائی۔نماز جنازہ کے بعد آپ علیہ السلام نے فرمایا: تمام شیعان کو میرے سلام کہنا۔اور یہ بھی کہنا کہ ہم تمارے جنازوں میں شریک ہوتے ہیں۔تم

(۱) یہ اشعار مولا امیر علیہ السلام کے ہیں۔جیسا کہ بحار الانوار کمپانی ج ۸ ص ۷۵۵۔جلد ۳ ص ۱۴۱۔ جلد ۹ ص ۴۰۰۔کتاب الایمان ص ۱۳۴۔جلد ۳۹ ص ۲۴۱۔۲۴۵ سید حمیری نے بھی ان اشعار کو اپنے اشعار کے ساتھ منضم کیا ہے۔

(۲) بحار الانوار کمپانی ج ۹ ص ۳۷۶۔ج ۷ ص ۳۶۵

لوگ جس خطہ ارض پر بھی ہوتے ہو ہم ضرور بالضرور تمہارے جنازے میں شریک ہوتے ہیں۔

کتاب بصائر الدرجات باب ۱۲ میں پندرہ روایات آئمہ ھدیٰ علیہم السلام کے اقتدار میں وارد ہوئی ہیں کہ یہ حضرات معصومین علیہم السلام جہاں کہیں بھی جانا چاہیں آن واحد میں جاسکتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت امام سجادؑ نے منجم سے فرمایا: میں ایک جوان کو جانتا ہوں جو آن واحد میں چودہ ہزار عالم کی سیر بھی کر لیتا ہے اور اپنی جگہ سے بھی نہیں ہلتا ہے۔

اس نے عرض کیا وہ کون ہے؟!

تو امام علیہ السلام نے فرمایا: میں ہوں۔

اگر تو چاہے تو میں تجھے بتاؤں تو نے کیا کھایا اور کیا پیا ہے.........!!!

یہ روایت کتاب اصول کافی میں بھی نقل ہوئی ہے۔

اصول کافی: میں سدیر سیرفی نے حضرت امام صادق علیہ السلام سے روایت نقل کی ہے کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا: حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت علی علیہ السلام، حضرت فاطمہ علیہا السلام، حضرت حسن علیہ السلام اور حضرت حسین علیہ السلام مومن کے پاس موت کے وقت حاضر ہوتے ہیں اس موضوع میں وارد روایات بہت زیادہ ہیں ہماری اس مختصر کتاب میں تفصیل و کی گنجائش نہیں ہے۔

ان رویات اور اس موضوع کے اثبات کے لیے آئمہ ھدیٰ علیہم السلام نے قرآن پاک کی چند آیات کریمہ سے استدال کیا ہے۔ ان میں سے ایک آیت یہ ہے

الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ (٦٣) لَهُمُ الْبُشْرَى فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ سورہ یونس

جو لوگ ایمان لائے اور متقی ہوئے ان کے لیے دنیاوی زندگی میں بشارت ہے۔

بشارت سے مراد: حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آئمہ ھدیٰ علیہم السلام کی بشارت ہے۔ جیسا کہ روایات سابقہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بشارت دینے والے یہی حضرات ہیں۔ یا روایت قران کے موافق ہے۔

پس محتضر کے لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آئمہ ھدیٰ علیہم السلام کا حاضر ہونا قران واحادیث سے ثابت ہے۔ ہمیں چاہیے کہ ہم نبی اکرمؐ کے حکم کے مطابق قران وعترت سے متمسک رہیں کیونکہ یہ ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوتے اور لوگوں کی راہنمائی کے ضامن بھی ہیں

علامہ مجلسیؒ نے بحار الانوار میں اس روایت کے بعد فرمایا ہے۔

آئمہ ھدیٰ علیہم السلام کا حاضر ہونا روایات قطعیہ سے ثابت ہے اور شیعان حیدر کرار علیہ السلام میں مشہور بھی۔ اس موضوع کا انکار گویا ابرار کے طریقہ سے خارج ہوتا ہے۔ ان کے حاضر ہونے کے طریقے جاننا ہمارے لیے لازم نہیں ہے۔ بلکہ اس پر اجمالی ایمان لانا واجب ہے جس کے بارے میں معصومین علیہم السلام نے فرمایا ہے۔

''دواشکال اوران کاجواب،،

اول: یہ موضوع ہمارے احساس کے خلاف ہے۔ہماری حس اس کودرک نہیں کرسکتی۔کیونکہ ہم لوگ مرنے والے کے پاس موجود ہوتے ہیں لیکن ہم نے کبھی کسی معصوم علیہ السلام کونہیں دیکھا ہے !!!

دوم:۔ممکن ہے کہ آن واحد میں ہزاروں مرنے والے ہوں .....!!!تو یہ کس طرح ممکن ہے کہ ایک جسم ایک ہی وقت میں مختلف مقامات پرحاضرہوں.... !!

جواب از اشکال اول: اس اشکال کے پانچ جواب دیے گئے ہیں۔اور بہترین جواب یہ ہے کہ وقت احتضاران حضرات معصومین علیہم السلام کونہ دیکھنا مصلحت نظام دنیا کی وجہ سے ہے

۔اورخداوندعالم میں اتنی طاقت ہے کہ وہ ان حضرات علیہم السلام کوہم سے پوشیدہ رکھے۔کہ شیعہ سنی کتابوں میں اس آیت کی تفسیر درج ہے۔

جَعَلْنَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ الَّذِينَ لَايُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ حِجَابًا مَسْتُورًا

(۴۵:بنی اسرائیل)

ہم نے آپ علیہ السلام کے اوران لوگوں کے درمیان حجاب بنادیا جوآخرت پرایمان نہیں رکھتے

تفسیر آیت خدا نے حضرت پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دشمنوں سے مخفی رکھا۔ اور مومنین آپ کو دیکھتے تھے۔(۱)

علامہ مجلسیؒ نے فرمایا: حضرت امام عسکری علیہ السلام کی تفسیر جو کہ باب اول میں ذکر کر چکے ہیں۔ اس جواب کی تصریح ہے۔ اور دیگر جوابات بھی دیے گئے ہیں جو کہ خود علامہ مجلسیؒ نے بیان فرمائے ہیں.....

جواب از اشکال دوم: ممکن ہے کہ ہزاروں افراد آن واحد میں مرتے ہیں تو کس طرح ایک جسم متعدد مقامات پر پہنچ جاتا ہے......؟!!

یہ ممکن اگر خارج میں وارد ہو تو یہ اشکال وارد ہوگا۔ لیکن صرف امکان اس بات کا موجب نہیں ہے کہ خارج میں واقعیت پیدا کرے۔

اس کے علاوہ ممکن ہے کہ اجساد مثالیہ کے ذریعے ہر جگہ پہنچ جاتے ہیں۔

احوط اور اولیٰ یہ ہے کہ ہم روایات پر یقین کامل رکھیں لیکن ہمیں ان کی خصوصیات اور تفصیل کی طرف نہیں جانا چاہیے انتھیٰ کلام مجلسیؒ (۲)

---

(۱) اس کی وہی مثال ہے کہ حضرت صادق آل محمد علیہ السلام نے بازار میں سجدہ کیا تو سوائے راوی کے کسی نے بھی نہیں دیکھا۔ بصائر الدرجات باب ۱۵۔ الخرائج الجرائح میں بھی یہ روایت نقل ہوئی ہے۔ بحار الانوار ج ۴۷ ص ۲۱ و ۱۲۱۔ بصائر الدرجات میں دو اور مورد نقل ہوئے ہیں کہ امام محمد باقر علیہ السلام مسجد میں تشریف فرما تھے تو لوگ آپ علیہ السلام کو نہ دیکھ سکے۔ فقط ابو ھارون نے آپ کو دیکھا۔ ان معجزات کا انکار انسان کو اکثر معجزات کے انکار اور واضحات کے انکار کی طرف لے جاتا ہے۔

(۲) سید ہاشم بحرانی نے مدینۃ المعاجز میں کافی روایات نقل کی ہیں۔

نبی اکرم علیہ السلام اور آئمہ ھدیٰ علیہ السلام مرنے والے کے پاس ضرور جاتے ہیں یہ حضرات قبر اور مرگ کے وقت تشریف لاتے ہیں ......بعض علماء اہل سنت نے یہ کہا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام تشریف لاتے ہیں کسی نے اس بات کا انکار نہیں کیا ہے......پس کوئی بھی عاقل اس بات کا انکار نہیں کرتا ہے کیونکہ یہ موضوع خدا کی قدرت کا اثر ہے۔خداوند عالم محتضر کے پاس ان حضرات علیہم السلام کو حاضر کرتا ہے۔ایک وقت میں یہ حضرات علیہم السلام کس طرح متعدد مقامات پر حاضر ہو جاتے ہیں.........

ابن شہر آشوب نے شیخ مفید، کتاب اعیون اخبار الرضا اور محاسن میں ہے حضرت امام صادق علیہ السلام سے دریافت کیا گیا ہے......آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ جنگ بدر میں جس زخمی سے بھی سوال ہوتا کہ تجھے کس نے زخمی کیا ہے۔وہ جواب میں کہتا مجھے حضرت علی علیہ السلام نے زخمی کیا ہے......وہ یہ کہ کر دنیا سے رخصت ہو جاتا تھا۔

روایت دوم: حدیث معراج میں ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں نے ہر آسمان پر علی ابن ابیطالب علیہما السلام کو ملائکہ کے ساتھ دیکھا ہے۔کہ وہ نماز پڑھ رہے ہوتے۔

روایت سوم: (معجزہ ۱۷۴) حضرت مقداد نے روایت نقل کی ہے کہ میں نے جنگ خندق کے دن حضرت امیر علیہ السلام کو دیکھا کہ درحالانکہ آپ علیہ السلام عمر بن عبدود کو واصل جہنم کر چکے تھے۔وہ اپنی تلوار سے خون صاف کررہے تھے......اور دشمنوں کو بھگا بھی رہے تھے......آپ علیہ السلام ان کا تعاقب بھی کررہے تھے اور انہیں قتل بھی کرہے تھے در

حالانکہ اپنی جگہ سے حرکت بھی نہ فرمائی تھی......

یہ معجزات ہر شخص نے نہیں دیکھے بلکہ حضرت مقداد کی طرح صاحب معرفت صحابیوں نے مشاہدہ کیے تھے۔

روایت چہارم: ابن عباس نے روایت کی ہے کہ کوئی بھی ماں علی علیہ السلام جیسا پسر پیدا کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتی ہے۔ پھر آپ نے جنگ صفین کی کیفیت نقل کی......ان میں بیس ہزار آدمیوں کو آپ نے واعظ و نصیحت کی......پھر کشتوں کے پشتے لگا دیے پھر بھاگنے والوں نے یہی کہا کہ مجھے علی علیہ السلام نے بھگایا ہے.........

کتاب ھدایۃ الطالبین میں ص ۴۴۴ میں ہے کہ اہل سنت پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آئمہ ھدیٰ علیہم السلام کے بارے میں شک کرتے ہیں کہ وہ کس طرح مرنے والے کے پاس پہنچ جاتے ہیں۔ اگر وہ تشریف لاتے ہیں تو دیگر لوگوں کو نظر کیوں نہیں آتے؟!

اس کے چند جواب دیے گئے ہیں۔

اول: ان کے حاضر ہونے کے بارے میں روایات متواتر دلیل ہیں۔ جو کہ قابل انکار نہیں ہیں۔!!!

دوم: عزرائیل علیہ السلام کو بھی دیگر لوگ نہیں دیکھ سکتے!!! اور اس کے آنے سے کسی کو انکار بھی نہیں ہے!!!

سوم: شخص محتضر کے لیے بہشت و دوزخ نظر آجاتی ہے اور یہ روایات خاصہ و عامہ میں واضح و روشن ہے۔

درحالانکہ ہم لوگ جنت ودوزخ کونہیں دیکھ سکتے!!

چہارم:۔ علماء امامیہ اور اہل سنت نے اس آیت کی تفسیر میں درج کیا ہے کہ

جَعَلْنَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُورًا (۴۵)

خدا نے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور کفار کے درمیان حجاب قرار دیا تھا کہ کفار پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہ دیکھ سکیں......!!

اسی طرح ممکن ہے کہ خداوند عالم اطراف میت اور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وآئمہ ھدیٰ علیہم السلام اور لوگوں کے درمیان ایک حجاب بنا دیتا ہے تا کہ حاضرین ان ہستیوں کہ نہ دیکھ سکیں.....!

اشکال:۔ اہل سنت کہتے ہیں ایک جسم آن واحد میں متعدد مقامات پر کس طرح حاضر ہوسکتا ہے......؟!

جواب:۔ ممکن ہے کہ قالب مثالی میں ہوں جیسا کہ قران کی تصریح ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام جناب مریم سلام اللہ علیہا کے پاس **فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا (۱۷ سورہ مریم)** بشر کی صورت میں حاضر ہوئے......!!

اور حضرت امیر المومنین علیہ السلام بھی چند صورتیں اختیار کر سکتے ہیں......!!

میں نے یہ کلمات اس لیے نقل کیے ہیں تا کہ معلوم ہو جائے کہ یہ اشکالات مخالفین سے

لیے گئے ہیں۔واضح رہے کہ اس بات کے منکر جاہل ہیں۔کیونکہ اس پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آئمہ ھدیٰ علیہم السلام کے ابدان کو دیگر لوگوں کے ابدان واجساد پر قیاس کرتے ہے۔اوران بے علموں نے ابدان آئمہ ھدیٰ علیہم السلام کی حقیقت اور عام انسانوں کے اجسام کی حقیقت ایک سمجھی ہے ....اس بے علم کو یہ بھی معلوم نہیں کہ لوگوں کے اجسام،علیین سجین،طیب،خبیث،خیروشر سے مرکب ہوتے ہیں......!

لیکن آئمہ طاہرین علیہم السلام کے اجسام طاہرہ فقط علیین سے مرکب ہوتے ہیں۔ان میں شر وغیرہ بالکل ممکن ہی نہیں ہے.....!

لیکن ان حضرات کے لیے یہ گمان جہالت وضلالت کی دلیل ہے۔اگر وہ اس آیت کریمہ کی تفسیر سے واقف ہوتے تو ایسی باتیں کبھی بھی نہ کرتے.....!

(قل انما بشر مثلکم) ہم نے اس آیت کی تفسیر پہلے بیان کردی ہے......

آئمہ ھدیٰ علیہم السلام کا فرمان ہے کہ: ہمارے شیعوں کی روحیں ہماری فاضل مٹی سے بنائی گئی ہیں۔پس ضروری ہے کہ جو روایات (اصول کافی وغیرہ) میں نقل ہوئی ہے اوران میں روح کے بارے میں مفصل بحث کی گئی ہے۔کہ روح ایمان مومنین کے پاس ہوتی ہے جب کہ غیر مومن کے پاس یہ روح نہیں ہوتی....!! پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آئمہ ھدیٰ علیہم السلام کیلئے روح القدس بھی ہوتی یہ روح انبیاء علیہم السلام گزشتہ کے پاس بھی ہوتی ہے۔

چند روایات: صحیح اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عترت طاہرہ علیہم السلام (بارہ آئمہ علیہم السلام) کے پاس ایک خاص روح ہوتی ہے جس میں کوئی نبی

بھی شریک نہیں ہے...... (یہ خدا کی خصوصی عطاء ہے)

اصول کافی: (۱) میں سند صحیح کے ساتھ ابو بصیر نے اس آیت وَيَسْأَلُونَكَ عَنْ الرُّوحِ قُلْ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي ۸۵)

یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روح کے بارے میں بھی سوال کرتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہہ دیجئے کہ روح امر پروردگار ہے...... روایت نقل کی ہے کہ حضرت امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: یہ جبرائیل علیہ السلام اور میکائیل علیہ السلام سے کہیں بڑی چیز ہے...... اور گزشتگان میں سے کسی نبی یا وصی کے پاس نہیں تھی۔ اور یہ صرف اور صرف پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آئمہ ھدیٰ علیہم السلام کے ساتھ ہوتی ہے...... (۲)

ان روایات کی تصریح سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک خاص روح ہے یہ روح امر خدا میں سے ہے۔ اور یہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آئمہ ھدیٰ علیہم السلام کے ساتھ مختص ہے۔ روح القدس مشترک ہے..... بعض روایت میں ہے کہ روح القدس روح خاص مختلف دو روحیں ہیں۔

علامہ مجلسی نے بھی یہی کہا ہے۔ اصول کافی میں بھی روح القدس کو روح من الامر کے مقابلے میں قرار دیا گیا ہے۔

عیون اخبار الرضا: میں ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا: خداوند عالم نے اپنی طرف سے ہماری یہ پاکیزہ روح سے تائید فرمائی ہے۔ اور وہ روح ملک بھی نہیں ہے۔ وہ کسی گزشتہ نبی علیہ السلام کے پاس بھی نہیں تھی وہ ہمارے یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آئمہ ھدیٰ

علیہ السلام کے ساتھ مختص ہے وہ روح ہمارے اور اللہ کے درمیان نور کا ایک ستون ہے اس موضوع پر بہت زیادہ روایات وارد ہوئی ہیں مزید معلومات کیلئے: بحار الانوار کمپانی ج ۷ص ۳۰۷

پس: ممکن ہے کہ کہا جائے روح القدس بمعنی لغوی یعنی ''پاکیزہ روح'' یہ ایک نوع ہے اور مختلف افراد ہیں یا متعدد درجات ہیں۔اس کا درجہ اکمل و اشرف صرف پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آئمہ ھدیٰ علیہم السلام کے ساتھ مختص ہے اس میں کوئی بھی شریک نہیں ہے ایک درجہ وہ جس میں انبیاء اور اوصیاء شریک ہیں بنابراس کے کہ اس کے مختلف مدارج ہیں تو تضاد ختم ہو جاتا ہے ایک روایت میں ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد روح القدس علیہ السلام امام علیہ السلام کی طرف منتقل ہو جاتی ہے...... دوسری روایت میں ہے کہ روح القدس اول سے لے کر آخر تک امام علیہ السلام کے پاس رہتی ہے......! جو منتقل ہوتی ہے وہ اور ہے اور جو شروع سے آخر تک ساتھ ہوتی ہے وہ اور ہے...... اس تحقیق کی طرف علامہ مجلسیؒ نے بھی اشارہ کیا ہے لیکن انہوں نے درجہ بندی کا نام نہیں لیا ہے۔ ممکن ہے کہ اس فرد سے مراد روح القدس مشترک ہو جو کہ انبیاء اور اوصیاء میں ہوتی ہے اور روح القدس کا

---

(۱) باب: خداوند عالم نے اس روح کے ساتھ آئمہ ھدیٰ کو مختص کیا ہے۔

(۲) اس روایت کو سند صحیح کے ساتھ ابو بصیر سے نقل کیا گیا ہے۔ کہ روح سے مراد ''روح ملکوت ہے''۔اس روایت کو جناب صفار نے بصائر الدرجات باب ۱۸ میں نقل کیا ہے۔اور صفار نے اس روایت کو حفص بن البختری سے،انہوں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے۔

اطلاق جبرائیل پر کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ اس کے چند افراد ہیں ان میں سے ایک فرد جبرائیل ہے۔ ...

آیت شریفہ (يُلْقِي الرُّوحَ مِنْ أَمْرِهِ عَلَى مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ لِيُنْذِرَ يَوْمَ التَّلَاقِ ۱۵ غافر)

خداوند عالم نے روح کو اپنا امر قرار دیا ہے۔ جس کیلئے چاہے اس پر القاء کرتا ہے ...

حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے اس آیت کی تفسیر بیان فرمائی ہے کہ خداوند عالم اپنے لطف اور احسان کے ساتھ جسے چاہے روح عطاء کرتا ہے اور اسکو اپنی تمام مخلوقات سے ممتاز بنا دیتا ہے اور اسکو ایسی قدرت عطاء کرتا ہے کہ وہ مردہ کو بھی زندہ کر دیتا اور گذشتہ اور آئندہ کی خبریں بھی بتا دیتا ہے چشم زدن میں مشرق سے مغرب میں پہنچ جاتا ہے جو کہ زمین و آسمان اور لوگوں کے دلوں میں جو ہے سب کو جانتا ہے۔ ....بحار الانوار کمپانی ج ۷ ص ۲۵۷

ممکن ہے کہ اس روح سے مراد ''حقیقت مقام ولایت اور نور الانوار'' ہو کیونکہ یہ مقام جبرائیل علیہ السلام اور میکائیل علیہ السلام سے کہیں زیادہ عظیم ہے جیسا کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام کا فرمان ہے: (انا نور الانوار) ''میں نور الانوار ہوں'' اور روایات عمود نور بھی اس بات کی تائید کرتی ہے'' روح کی بحث بہت طولانی ہے اور ہماری اس کتاب میں اس سے زیادہ گنجائش ہے۔ طالبین کیلئے ضروری ہے کہ وہ بحار الانوار اور مستدرک سفینۃ البحار کی طرف رجوع کریں......!

واضحات آیات وروایات میں ہے کہ ملائکہ اور جنات کو جو طاقت خدا نے عطا کی ہے وہ مختلف صورتیں بدلنے پر قادر ہیں وہ انسانی شکل بھی اختیار کر لیتے ہیں اور دیگر اشکال بھی اختیار کر لیتے ہیں جیسا کہ قرآن میں ہے جو ملائکہ قوم لوط کے عذاب پر معمور تھے وہ انسانی شکل میں پر آئے تھے......

جو ملائکہ حضرت ابراہیمؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے وہ بھی انسانی روپ دھار کر حاضر ہوئے تھے......

اور جو ملائکہ حضرت لوطؑ کی خدمت میں آئے تھے وہ بھی انسانی شکل میں آئے تھے......

حضرت مریمؑ کے پاس جبرائیلؑ بھی انسانی شکل میں آیا تھا......

کبھی کبھار جبرائیلؑ دحیہ کلبی کی شکل میں حضرت پیغمبر ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا......

جنات کا حضرت سلیمانؑ کی خدمت میں حاضر ہونا قرآنی آیات سے ثابت ہے......

بعض اوقات: جنات انسانی شکل میں حضرات معصومینؑ کی خدمت میں آتے اور اپنے مسائل بیان کرتے تھے۔ بعض دفعہ آئمہ ھدیٰؑ ان کو کسی کام کے بجالانے کا حکم دیتے تھے۔ یہ روایات اتنی زیادہ ہیں کہ کوئی بھی ان سے انکار نہیں کرسکتا ہے......پس کس طرح جن اور ملک کو بشر کی صورت اختیار کرنے میں سب مان لیتے ہیں کہ یہ جن اور ملک ہیں اور کوئی بھی انکار نہیں کرتا ہے بلکہ سب مانتے ہیں کہ انکی

حقیقت اور ہے اور انہوں بشری صورت اپنائی ہوئی ہے......!!لیکن اگر یہ کہا جائے اس روح عظیم ،اکرم ،لطیف ،اعظم واجل کے مالک معصومین علیہم السلام نے فقط بشری صورت اپنائی ہوئی ہے......تو یہ ماننے سے کیوں انکار کیا جاتا ہے......؟!!درحالانکہ خداوند قدوس نے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آئمہ ھدیٰ علیہم السلام کو تمام کمالات عطا کیے ہیں......

جی ہاں :امام ہر پاکیزہ شکل و صورت اختیار کرنے کی طاقت رکھتا ہے ......مثلاً حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام خدا کی عطا کردہ قدرت کے ذریعے حضرت سلیمان علیہ السلام کی شکل اختیار کر سکتے ہیں......

حضرت امام سجاد علیہ السلام: ظاہری طور پر کوفہ میں اسیر تھے لیکن باطنی طور پر کربلا میں شھداء کو دفن کر رہے تھے......

حضرت امام سجاد علیہ السلام: حضرت امام باقر علیہ السلام کی شکل اختیار کر چکے تھے اور حضرت امام باقر علیہ السلام حضرت امام سجاد علیہ السلام کی شکل اختیار کر چکے تھے......جیسا کہ یہ واقعہ بحار الانوار کمپانی (ج ۷ ص ۲۷۸) میں مفصل بیان ہوا ہے......

حضرت امام زمانہ علیہ السلام (عج): بھی بعض اوقات بعض سادات کی شکل وصورت میں ظاہر ہوتے ہیں......جو لوگ آپ کی زیارت سے مشرف ہو چکے ہیں انہوں نے یہ بات بتائی ہے......

رشید ہجری: آپ حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے شاگرد ہیں اور علم منایا اور بلایا کو جاننے

والے بھی ہیں..... جب آپ ابوآرا کے گھر میں داخل ہوئے تو صرف صاحب خانہ نے آپ کو دیکھا تو دیگر لوگ آپ کو نہ دیکھ سکے..... یہ تو حضرت علی علیہ السلام کے شاگرد ہیں !!اوران کو حضرت علی علیہ السلام کی محبت کے جرم میں شہید کیا گیا......

انکی ایک عجیب وغریب داستان بھی ہے...... رشید جب زیاد بن ابیہ کے دربار میں گئے تو ابوآرا نے آپ کو رشید ہجری کے روپ میں دیکھا اور زیاد ان کو اپنے ایک شامی دوست کے روپ میں دیکھ رہا تھا..... درحالانکہ رشید ابوارا کے گھر میں تشرف فرما تھے۔ شیخ مفیدؒ نے اپنی ایک کتاب اختصاص میں روایت نقل کی ہے کہ زیاد نے رشید کو اپنے پاس طلب کرنا چاہا..... رشید ابوارا کے گھر تشریف لائے تو ابوارا بہت زیادہ لوگوں کے ہمراہ اپنے گھر کے دروازے پر بیٹھے ہوئے تھے۔ رشید ابوارا کے گھر تشریف لے گئے تو انہیں دیکھ کر ابوارا نے نہایت ہی پریشان ہو کر کہا اے رشید! تو نے میرے لیے اسباب خطر مہیا کیے ہیں زیاد مجھے قتل کردے گا.... اور میرا گھر بھی تباہ و برباد کردے گا ......!!

ابوارا نے کہا کہ زیاد کے سپاہی تجھے تلاش کر رہے ہیں اب تو جو میرے گھر میں داخل ہوا ہے جو لوگ میرے ساتھ موجود تھے وہ زیاد کو تیرے آنے کی اطلاع کریں گے......!

توجناب رشید نے فرمایا: کہ مجھے تیرے علاوہ کسی نے بھی نہیں دیکھا ہے لیکن ابوارا نے رشید کو اپنے گھر میں بٹھایا اور باہر سے دوازہ بند کر دیا اور خود باہر تشریف لائے اوران

لوگوں سے پوچھا جو آپ کے ہمراہ دروازے پر موجود تھے کہ "میرے خیال میں کوئی آدمی میرے گھر میں داخل ہوا ہے"......؟!!

انہوں نے جواب دیا: ہم دروازے پر بیٹھے ہیں اور ہم کسی کو بھی اندر داخل ہوتے ہوئے نہیں دیکھا ہے......!!

ابوارا نے کئی مرتبہ پوچھا تو انہوں نے یہ جواب دیا کہ ہم نے کسی کو بھی نہیں دیکھا ہے ابوارا کے دل میں یہ خیال آیا کہ شاید کسی اور نے دیکھا ہو اور زیاد کو بتا دے وہ آ کر زیاد کی محفل میں بیٹھ گئے تا کہ یہ معلوم ہو جائے کہ کون اس بات سے زیاد کو مطلع کرتا ہے......؟

ابوارا نے اچانک دیکھا تو رشید ان کے خچر پر سوار ہو کر حاضر ہو گئے۔ تو اس بات نے ابوارا کو اس قدر مضطرب کیا کہ ان کے چہرہ کی ہوائیاں اڑ گئیں......اور انہیں اپنی موت کا یقین ہو گیا......لیکن دیکھا تو رشید خچر سے اترا۔ رشید زیاد کے پاس آئے اسے سلام کیا تو زیاد نے ان کا سلام کیا اور کمال محبت سے انکے ساتھ پیش آیا......زیاد نے رشید کے چہرے کا بوسہ لیا......کچھ دیر کے بعد رشید چلے گئے تو ابوارا نے زیاد سے پوچھا کون تھا......!!

کہ جس سے تم نے اتنی مہر و محبت کی ہے......؟!!

زیاد نے کہا یہ شام کا رہنے والا میرا دوست ہے......!

جب ابوارا گھر تشریف لائے تو رشید کو اسی حال میں دیکھا جس حال میں انہیں چھوڑ گئے تھے......تو ابوارا نے کمال حیرت سے کہا اے رشید خداوند عالم نے آپ کو یہ علم اور

کمالات عطا کیے ہیں اب آپ جب چاہیں ہمارے گھر تشریف لا سکتے ہیں.....!

بحار الانوار کمپانی (ج۹ ص۶۳۳)

حضرت علی علیہ السلام کے سپہ سالار مالک اشتر کی داستان نہایت ہی عجیب وغریب ہے جو جنگ صفین میں واقع ہوئی تھی... مالک اشتر ایک دن فوج شام کو عمرو بن عاص، دوسرے دن یزید اور تیسرے دن معاویہ کی شکل میں دیکھائی دیئے تھے......اور انہوں نے فوج شام کو حکم دیا تو پوری فوج شام نے مالک اشتر کی اطاعت کی......

ابن شہر آشوب ''جو کہ وثاقت وجلالت کے اعتبار سے خاصہ اور عامہ میں ایک خاص مقام رکھتے ہیں بلکہ موزد اتفاق ہیں'' نے مناقب ج ص۳۳۲ میں سھل ابن حنیف (جو کہ نہایت ہی مورد اعتماد ہیں) سے روایت نقل کی ہے کہ:

جنگ صفین کے دوران فوج شام نے دریا فرات پر قبضہ کر لیا اور جناب امیر علیہ السلام کی فوج پر پانی بند کر دیا حضرت علی علیہ السلام نے مالک کو حکم دیا کہ فوج شام سے کہو حضرت علی علیہ السلام حکم دے رہے ہیں دریا سے دور چلے جاؤ......! مالک اشتر نے جو ہی یہ حکم دیا تو ساری کی ساری فوج دریا سے دور چلی گئی تو جناب امیر علیہ السلام کی فوج نے پانی پیا اور جانوروں کو بھی پلایا...... یہ خبر جب معاویہ تک پہنچی تو اس نے فوج کو طلب کر کے کہا تم نے علی علیہ السلام کی فوج کیلئے دریا خالی کیوں کیا ہے......؟!!

تو فوج نے کہا: ہمیں امر بن عاص نے حکم دیا ہے کہ معاویہ کہہ رہا ہے کہ دریا خالی کر دو تو ہم نے اطاعت کی ہے......

معاویہ نے عمر بن عاص کو طلب کیا اور کہا کہ تو نے یہ حکم کیوں دیا ہے......؟

اس نے جواب دیا یہ جھوٹ ہے۔ میں نے حکم نہیں دیا.....

دوسرے دن معاویہ نے حجل بن عتاب کو پانچ ہزار کا لشکر دے کر دریائے فرات پر مامور کیا......

جناب امیر علیہ السلام نے پہلے دن کی طرح مالک کو حکم دیا... تو جونہی مالک اشتر کی آواز لشکر نے سنی تو دریا خالی کر دیا......

جناب علی علیہ السلام کی فوج نے پانی بھی پیا اور جانورں کو بھی پلایا......

پھر یہ خبر معاویہ کے پاس پہنچی تو اس نے حجل کو طلب کر کے کہا تم نے دریا خالی کیوں کیا ہے... ؟

اس نے جواب دیا: تیرا بیٹا یزید آیا ہے اور اس نے اس نے تیری طرف سے حکم دیا ہے کہ دریا خالی کر دو تو ہم نے اطاعت کی ہے ....

معاویہ نے یزید کو طلب کر کے دریافت کیا تو اس نے اس بات سے لاعلمی ظاہر کی....

معاویہ نے کہا اب کسی کی بات نہیں ماننی ہے حتی کہ میں خود ہی کیوں نہ آ کر یہ کہوں تو مجھ سے یہ میری انگوٹھی مانگنی ہے....!!

جناب امیر علیہ السلام تیسرے دن بھی مالک اشتر کو حکم دیا کہ جاؤ فوج شام سے کہو۔

حجل نے دیکھا کہ خود معاویہ آیا ہے اور اس نے اپنی انگوٹھی حجل کو دی اور اس نے کہا کہ دریا خالی کر دو......

جناب امیر علیہ السلام کے اصحاب نے خوب پانی پیا......

اس بات کی خبر معاویہ تک پہنچی تو اس حجل سے کہا کہ کیا بات ہے۔ ؟!

حجل نے کہا تو خود آیا ہے اور تو نے ہی یہ حکم دیا ہے یہ دیکھ تو نے اپنی انگوٹھی بھی مجھے دی ہے ......!!!

تو معاویہ نے ہاتھ مل کر کہا یہ علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے عجائب غرائب معجزات میں سے ایک معجزہ ہے......!!

بحار الانوار کمپانی ج ۹ ص ۶۰۵

یہ ضروری نہیں ہے کہ پہلے والی صوررت معدوم ہو اور اس کے بعد دوسری صورت آئے...... پہلے والی صورت کا معدوم ہونا ضروری نہیں جیسا کہ واضح ہے۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے انسانی شکل اختیار کی تو اس بات پر کوئی دلیل نہیں ہے کہ اس کی پہلے والی شکل معدوم ہوئی اور بعد میں انسانی شکل موجود ہوئی تھی۔

پس ممکن ہے کہ حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے ایک شکل اختیار کی ہو اور انکی اصلی شکل اور بدن بھی موجود ہو......

پس اگر ایک شکل کا اختیار ممکن ہے تو ایک سے زیادہ شکلیں اختیار کرنا بھی ممکن ہے......

اور یہ بھی ممکن ہے کہ خداوند عالم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا امام علیہ السلام کو ایک ہی وقت میں کئی ہزار صورتیں عطاء کردے اور وہ صورتیں ایک جیسی ہوں کیوں کہ خداوند عالم ہر شیء پر قادر ہے......

یونس بن ظبیان: ''یہ نہایت ہی ثقہ اور جلیل القدر ہیں'' نے ایک روایت

نقل کی ہے ایک دن میں صادق آل محمد علیہم السلام کی خدمت میں میں حاضر ہوا تو میں نے ایک شخص کو دیکھا جو شکل وصورت میں حضرت صادق علیہ السلام کی طرح تھے۔ میں نے ان کو سلام کیا اس کے بعد خادم نے مجھ سے کہا کہ دوسرے کمرے میں تشریف لے جاؤ میں نے دوسرے کمرے میں دیکھا کہ ایک آدمی حضرت صادق علیہ السلام کی طرح ہیں اور انکے اردگرد لوگ جمع ہیں۔ بحارالانوار کمپانی ج ۱۴ ص ۲۳۲ ج ۵۹ ص ۱۹۶

حضرت امام زمانہ علیہ السلام (عج) کی زیارت کرنے والے افراد بیان کرتے ہیں کہ حضرت مختلف صورتوں میں لوگوں سے ملاقات کرتے ہیں......

حضرت علامہ محمود شہر و دی مرجع جہان تشیع کا ایک واقعہ اس طرح کا ہے.....

یعنی حضرت امام زمانہ علیہ السلام جو شکل ظاہری اپنانا چاہیں اپنا سکتے ہیں......!!

بہتر ہے کہ ہم ایک مثال دیں تا کہ قارئین ہماری بات سمجھ جائیں......

توجہ فرمایئے! اور اس بات کا تصور کیجئے کہ بجلی کے کارخانہ سے ایک تار آپ کے گھر تک کھینچی گئی ہے آپ اپنی ضرورت کے مطابق پانچ، دس یا پندرہ بلب جلا سکتے ہیں وہ تمام بلب ایک دوسرے کی مانند ہیں اور ان میں کوئی بھی فرق نہیں ہے اور تمام بلب اسی مرکز برق (تھرمل پاور) سے جلتے ہیں.....

پس حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام جو کہ نور الانوار ہیں وہ ایک رات میں ۴۰ مقامات پر نظر آسکتے ہیں......!!

پس حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آئمہ ھدی علیہم السلام جس انداز سے چاہیں ایک ہی وقت میں ہزاروں مرنے والوں کے پاس پہنچ جاتے ہیں......

یہ بات ممکن بھی ہے اور واقع بھی ہوئی ہے..... ولو کرہ الجاھلون اگرچہ جاہل یہ بات نہیں مانتے...

ان فضائل و مناقب کے انکار کی چند وجوہات ہیں......

(الف) منکرین مخالفین کی کتب اور عقائد سے مانوس ہو جاتے اور انکی خرافات کو پسند کرنے لگ جاتے ہیں.....اور عظمت مقام امامت و ولایت کو حقیر سمجھتے ہیں......ان فضائل کو بعید سمجھتے ہوئے.... انکار کرتے ہیں......

(ب) وہ اپنے طور پر یہ چاہتے ہیں کہ فرقہ باطلہ کا خاتمہ کیا جائے......پس جو کچھ وہ فرقہ فضائل بیان کرے وہ اس کا انکار کرتے ہیں..... یہ بات ہماری کتاب (تاریخ فلسفہ و تصوف) میں مذکور ہے۔

(ج) جو شخص آئمہ ھدیٰ علیہ السلام کے فضائل کا انکار کرتا ہے.....وہ روایات آئمہ ھدیٰ علیہ السلام سے دور بلکہ بے خبر ہے نہایت ہی افسوس ہے کہ بہت زیادہ دانشور جو کہ علم کی تلاش میں رہتے ہیں. لیکن انکی روش علوم آل محمد علیہم السلام اور قرآن پاک سے دور ہوتی ہے..... جب وہ مکتب اہل بیت علیہم السلام سے دور ہوتے ہیں تو ان میں عقائد باطلہ جنم لینا شروع ہو جاتے ہیں......!

(د) اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ حضرات معصومین علیہم السلام ظاہری زندگی میں کھاتے بھی ہیں اور پیتے بھی ہیں شادی بھی کرتے ہیں اور سوتے بھی ہیں.....لیکن ان کم فکر افراد نے یہ گمان کیا ہے کہ انکی ظاہری زندگی مقام ولایت کلیہ الٰہیہ اور سلطنت مطلقہ سے منافات رکھتی ہے۔ جیسا کہ کفار سابقین کہتے تھے......! یہ کس طرح کے نبی ہیں

جو کھاتے اور پیتے ہیں اور چلتے ہیں...... قُلْ لَوْ كَانَ فِي الْأَرْضِ مَلَائِكَةٌ يَمْشُونَ مُطْمَئِنِّينَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِنَ السَّمَاءِ مَلَكًا رَسُولًا (۹۵ : اسراء)

اگر خدا چاہتا تو ملائکہ میں سے کسی کو نبی بنا کر بھیج دیتا..... !چنانچہ قرآن مجید میں اس بات کی تصریح کی گئی ہے..... !!

اگر ہم ملائکہ میں سے کسی کو نبی بنا کر بھیجتے تو وہ شکل انسانی میں آتا...... !!(انعام) اس آیت کریمہ میں ایک نکتہ خاص ہے کہ ملکوتی اور شکل بشری کا امتزاج ممنوع نہیں ہے ..... !!

(ھ) یہ کم علم لوگ اپنے آپ، پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آئمہ ھدیٰ علیہم السلام کو ایک ہی ترازو میں تولتے ہیں انہیں معلوم ہے کہ وہ خود کچھ نہیں کر سکتے .... اس لئے یہ کہتے ہیں کہ امام علیہ السلام یا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کچھ نہیں کر سکتے...... !! قرآن پاک میں ہے

(بَلْ كَذَّبُوا بِمَا لَمْ يُحِيطُوا بِعِلْمِهِ وَلَمَّا يَأْتِهِمْ تَأْوِيلُهُ كَذَلِكَ كَذَّبَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظَّالِمِينَ (۳۹ یونس)

وہ اس بات کو جھٹلاتے ہیں جس کو وہ نہیں جانتے...... !!

(وَإِذْ لَمْ يَهْتَدُوا بِهِ فَسَيَقُولُونَ هَذَا إِفْكٌ قَدِيمٌ (۱۱))

جب وہ ہدایت حاصل نہیں کرتے تو وہ کہتے ہیں کہ یہ تو پرانی باتیں ہیں..... !

ان دو آیات کریمہ سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر کوئی موضوع قرآنی اہلبیت کی تفسیر کے ساتھ ثابت ہوتا ہو تو اس کو ماننا واجب ہوتا ہے اس کا انکار کرنا کفر ہوتا ہے اور نہ ہی کسی کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنی اختیار کو اپنی رائے کو مذہب اہل بیت میں شامل کرے.. !!

ایک شخص حضرت امام تقی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا..... ظاہری طور پر آپ علیہ السلام بچے تھے... وہ مسلسل آپ علیہ السلام کو دیکھ رہا تھا..... وہ اپنے آپ علیہ السلام سے یہ کہہ رہا تھا کہ بچپن میں کس طرح مقام ولایت، امامت پر فائز ہو چکے ہیں..... ؟!! وہ اس بات سے بہت زیادہ متعجب ہوا.....

آپ علیہ السلام نے اس شخص سے فرمایا: اے عبد خدا۔ خدا اس بات پر قادر ہے کہ یہ مقام کسی اور کو عطا کر دے.. ؟!!

اس شخص نے عرض کیا: ''جی ہاں''

آپ علیہ السلام نے فرمایا: ہم خدا کے نزدیک دیگر مخلوقات سے کہیں افضل و اشرف ہیں.....!!

جو افراد آل محمد علیہم السلام کے فضائل، کمالات اور معجزات کے منکر ہیں ان کیلئے یہ ایک حدیث ہی کافی ہے.....!

دلیل دوم: جو ولایت تکوینی کی نفی پر دلیل پیش کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ انہوں نے اپنی مرضی سے توحید افعالی..... کا معنی کیا ہے..... کیونکہ ان کا یہ بیان اصطلاح مشہور کے خلاف ہے.....!!

اور انہوں نے کہا ہے کہ توحید افعالی یہ ہے کہ غیر خدا افعال خدا انجام نہیں دے سکتے اور خدا کی صفات ....مخلوق کے پاس نہیں ہیں خدا کی ایک صفت قیّومیت ،ولایت جو کہ ہر شیء پر اختیار تام ہے.... اس صفت کو قرآن مجید میں بیان کیا گیا ہے

هو الحیّ القیوم ....

حقیر کہتا ہے جی ہاں ... حی بالذات خدا کی ذات ہے اس نے حیات کسی اور سے نہیں لی وہ ہر شیء کا نگہبان ہے.... مخلوقات کی صفات اس کی ذات میں جاری نہیں ہوتیں ہیں یہ صفات خدا کے ساتھ مختص ہیں اور مخلوق کے پاس جو کچھ ہے وہ خدا کی عطاء ہے .... صفات کمالی بھی خدا کی عطا ہیں مخلوق حی ہے لیکن یہ حیات ابدی خدا کی عطا کردہ ہے......! مخلوقات کا حاکم ولی خدا ہے اور وہ خدا کے حکم اور عطاء سے ہے !! یہ ولایت .....سلطنت ......وجوب اطاعت .....خدا کا لطف واحسان ہے وہ جسے چاہے اتنا ہی عطا کرتا ہے امام علیہ السلام یا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو کہ موجودات عالم میں سب سے زیادہ دانا اور توانا ہیں خدا نے انہیں یہ علم وقدرت وطاقت فرمائی ہے .....خدا خود سمیع ،بصیر ہے کسی الہ کا محتاج نہیں ہے. مخلوقات عالم خدا کی عطا سے بینا اور توانا ہیں .....خدا نے اپنی خاص ہستیوں کو اتنی طاقت عطا فرمائی ہے کہ وہ دیگر مخلوقات کی ہر بات سن سکتے ہیں. .کیونکہ وہ ''عین اللہ الناظرہ'' مخلوق میں خدا کی دیکھنے والی آنکھ ہیں. !!

خدا نے اپنی خاص مخلوق کو یہ مقام عطا کیا ہے..... اور موجودات پر انکی اطاعت واجب قرار دیا ہے......! خدا نے ان کو تمام مخلوقات سے دانا اور توانا بنایا ہے .....اور انہیں دنیا

میں انہیں مثل الاعلی بنایا ہے جیسا کہ ارشاد رب العزت ہے۔

(و للہ المثل الاعلیٰ)

اور اللہ کی مثل اعلیٰ ہے۔ یعنی اللہ کا نمونہ۔ یہ بات پہلے گزر چکی ہے۔

یہ کمالات خدا کے ذاتی ہیں......اور غیر محدود ہیں۔ لیکن یہ کمالات مخلوق کیلئے خدا کی عطا ہے......اگر کوئی شخص یہ کمالات مخلوق کے ذاتی کمالات خیال کرے تو اس ......نے صفات خالق کو مخلوق کیلئے قرار دیا ہے......

یہ بات ہرگز نہیں ہے کہ جو ان کمالات کو خدا کا لطف و احسان اور اسکی عطا سمجھے تو اس نے......نہ کفر کیا ہے اور نہ غلو......!!

پس اس بے علم نے یہ کہا ہے کہ خدا کی صفات مخلوق کے پاس نہیں ہیں ...... !یہ کہنا بالکل غلط ہے......کیونکہ خدا کی بعض صفات مخلوق کے پاس ہیں......مثلاً یہ صفات خدا عادل، مؤمن، متکلم، مرید، مدرک، عزیز، قادر، عالم، صادق......

پس یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ صفات مخلوق کے پاس نہیں ہیں...... بنا بر اس کم علم کے مومن کو عادل نہیں ہونا چاہیے......!!

مخلوق کو متکلم نہیں ہونا چاہیئے ......نہ مرید، مدرک ہونا چاہیئے ......نہ ہی عالم ،صادق ہونا چاہیئے......کیونکہ یہ خدا کی صفات ہیں......!اور مخلوق کو ان صفات سے متصف نہیں ہونا چاہیے......لیکن جو کچھ ہم نے کہا وہ ٹھیک ہے یا نہ کہ اس جاہل کی بات درست ہے جو کچھ بھی نہیں جانتا ہے......!!

دلیل سوم:۔ منکرین کہتے ہیں...... اگر نبی علیہ السلام یا امام علیہ السلام ہر شیء پر ولایت تکوینی رکھتے ہیں...... تو پھر اپنے آپ سے شر دفع نہیں کیوں کرتے ہیں......

جواب:۔ خداوند عالم نے قرآن مجید... میں کئی مقامات پر فرمایا ہے کہ... کفار مشرکین... میرے بھی دشمن ہیں اور میرے اولیاء کے بھی دشمن ہیں... !!خداوند عالم نے ان کے... برے اعمال سے بیزاری کی ہے... !!اور خدا نے ان پر لعنت کی ہے...... پس اتنی قدرت کے باوجود خدا نے اپنے دشمنوں کو دفع کیوں نہیں کیا ہے اور نہ ہی کرتا ہے... !!کہ خدا نے ایسا نہیں کیا ہے کیا وہ اپنے دشمنوں کو ختم کرنے کی قدرت رکھتا ہے ؟!!!خدا تو قدرت رکھتا ہے لیکن اس کے باوجود اس نے ابھی تک انتقام نہیں لیا ہے......!! حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قرآن کی رو سے مؤمنین سے بھی خود انکی جانوں پر...... زیادہ حق تصرف رکھتے ہیں... ان کے اعمال وافعال میں...... ان سے اولیٰ ہیں۔لیکن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مومنین کے ساتھ ظاہری معاملات روا رکھے ہیں...... لوگوں کے ساتھ عادی طور پر میل جول رکھا ہے...... یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ آپؐ نے اپنے معمولات زندگی میں کبھی الویت کے طرز عمل کو... نہیں اپنایا ہے......!!

اس اولویت کو فقط عید غدیر کے دن جناب امیر علیہ السلام کے لیے ظاہر کیا تھا ...... اسی طرح حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے بھی...... ایام خلافت ظاہری میں تقسیم مال میں اولویت کو استعمال نہیں کیا تھا...... اور یہ اولویت دیگر آئمہ ھدیٰ علیہم السلام کیلئے بھی ثابت

ہے۔!!

انہوں نے بھی.... اپنی ضروریات زندگی کو اولویت کے طرز عمل سے کبھی پورا نہیں کیا ہے.....! بلکہ ظاہری حکمت عملی پر عمل کرتے رہے.... !ضرورت کے وقت ،معجزہ کے وقت، یا دیگر مصلحت کی بنا پر اولویت کو ظاہر کیا گیا ہے....

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آئمہ ھدیٰ علیہم السلام خدا کے اسرار کے امین ہیں .... انہوں نے کبھی بھی غیر عادی طریقہ سے دفع ضرر نہیں کیا ہے۔حکمت بالغہ کا تقاضہ ہے کہ یہ دنیا خانہ امتحان ہے.... بشر کو اختیار وقدرت حاصل ہے دین کے معاملات میں جبر واکراہ نہیں ہوتا ہے.... راہ خیر وشر حجت ظاہر کے توسط سے .....لوگوں کیلئے ظاہر ہو !!راہ خیر اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے.... اور مطعین کیلئے ثواب بشارت ہے اور راہ شر.... سے منع کیا گیا ہے.... اور راہ شر پر چلنے والوں کیلئے دردناک عذاب کی خبر ہے

خدا کی حکمت نے اس بات کا تقاضہ کیا ہے کہ لوگ آزاد ہوں .....!اور ان کے اختیارات کو ان سے سلب نہ کیا جائے ..... اور ان کیلئے ان کے اعمال کے مطابق مقدرات کو معین کیا جائے......!!

حضرات معصومین علیہم السلام خدا کی حکمت کے خلاف کوئی بھی عمل انجام نہیں دیتے ہیں......!وہ نظام دنیا میں تحول ایجاد نہیں کرتے ہیں .... وہ نظام کائنات کو زیروزبر نہیں کرتے......!!مگر جب موارد مخصوص میں اذن پروردگار سے معجزہ.....وغیرہ دکھانا مقصود ہو.... !یہ حضرات علیہم السلام خدا کی قضاء وقدر پر راضی ہیں......!بعض اوقات خدا کے حکم سے مقدرات کو تبدیل کرتے ہیں اور جیسے ان کی مرضی ہو محو واثبات کرتے ہیں

......اور دعا کرنا ان کو ذاتی طور پر بہت پسند ہے......!!(۱)

خداوند عالم کے ہر کام میں ہزاروں مصلحتیں ہوتی ہیں۔جنہیں بشر سمجھنے سے قاصر ہے۔پس ضروری ہے

......کہ خدا کے کاموں میں...... چوں و چرا سے پرہیز کیا جائے......!! کیونکہ خداوند عالم پر اعتراض کرنا گویا اپنے آپ کیلئے جہنم کا دروازہ کھولنا ہے......!

جس طرح پہلی جماعت کا بچہ استاد کے اقوال کی مصلحتیں نہیں سمجھ سکتا لہذا اسے استاد کا ہر حکم مان لینا چاہیے......اگر کوئی شخص ہزاروں سال علم حاصل کرتا رہے تو مقام خدائی تک نہیں پہنچ سکتا ہے......!! لیکن یہ کیسے ممکن ہے کہ بندہ ضعیف خدا کے اسرار و حکمت کو درک کر سکے......؟! خدا کے برگزیدہ بندوں کیلئے ضروری ہے کہ......وہ خدا کی مقدرات کے سامنے سر تسلیم خم کر لیں......!

اس طرح جناب اسماعیل علیہ السلام نے بابا جان کی خدمت میں عرض کیا!

(یا ابت افعل ما تؤمر)

بابا جان! جس چیز کا آپ کو حکم ملا ہے آپ انجام دیں......!!

بیٹے نے یہ نہیں کہا کہ بابا میں نے کونسا گناہ کیا ہے کہ جس کے بدلے مجھے

(۱) کسی کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ کہے خداوند عالم نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے گلے پر چلنے والی چھری تو روک دی لیکن روز عاشور شمر کے خنجر کو حضرت امام حسین علیہ السلام کی گردن پر کیوں نہیں روکا؟! حضرت ابراہیم علیہ السلام جو کہ اسم اعظم جانتے تھے انہوں نے اسم اعظم کے ذریعے خدا کے ذریعے سے نہیں کیا کہ میرے فرزند اسماعیل علیہ السلام کو بچا......!!

ذبح کیا جارہا ہے !!!اور یہ بھی نہیں کہا کہ بابا یہ ذبح ہونے والی بلا مجھ سے ٹال دیجئے وغیرہ وغیرہ۔

ہم مزید عرض کرتے ہیں۔ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آئمہ ھدیٰ علیہم السلام مستجاب الدعوۃ ہیں ...... اسم اعظم بھی جانتے ہیں۔ ......!!!اس میں شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے کہ وہ اسم اعظم کے ذریعے خدا کو پکاریں اور خدا..... ان سے اور ان کے مومنین سے دفع ضرر نہ کرے .... بلکہ وہ حکمت الٰہی کے تقاضوں کے مطابق صبر کرتے ہیں۔ ......!!!انہوں نے خدا سے اس بات کا تقاضا ہی نہی کیا جو خدا پوری نہ کرے۔ ......!یعنی جب خدا کو بلایا ہے .... خدا نے انہیں فوراً جواب دیا ہے .... انہوں نے مقام رسالت امامت کی قدرت کو ظاہر نہیں کیا۔ جو جنات مومنین آپ حضرات کے تابع فرمان تھے ان سے مدد طلب نہیں کی ہمارے شیعوں کا یہ کام کرو .... ان کا قول وفعل امر الٰہی اور رضائے الٰہی کے تابع ہوتا ہے۔ .....

اس غافل نے: کلمہ (اغفر لمن لا یملک الاالدعاء) سے مالکیت کلیہ سلب کیا ......!یعنی اس استدلال کا لازمہ یہ ہے کوئی یوں کہے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آئمہ ھدیٰ علیہم السلام مال دنیا میں کسی بھی چیز کے مالک نہیں ہیں ......یعنی وہ اپنے عباس کے بھی مالک نہیں ہیں ...... دعا کے علاوہ کسی بھی چیز کے مالک نہیں ہیں۔ ......!!

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آئمہ ھدیٰ علیہم السلام کے دعا اور مناجات کے جملے ہیں خداوند قدوس کے سامنے خضوع اور خشوع اور اظہار بندگی پر دلالت کرتے ہیں ......اور وہ حضرات

لوگوں کو ضمناً یہ درس دیتے ہیں کہ ہمارے پاس جو کچھ ہے وہ عنایت پروردگار ہے ...... یہ عروج بندگی ہے کہ وہ ہمیشہ اپنے آپ کو خدا کے سامنے خاضع و خاشع پیش کرتے ہیں ...... !!اور اس کی عطا کو اپنی طرف نسبت نہیں دیتے بلکہ ہمیشہ خدا کے احسانات کو یاد کرتے ہیں......!!

دوسری حکمت یہ ہے کہ یہ حضرات علیہم السلام معجزانہ طور پر دشمنوں سے اپنا دفاع نہیں کرتے۔ جیسا کہ یہ حضرات علیہم السلام اپنی گفتگو میں بندگی اور مخلوقیت کو ظاہر کرتے ہیں ...... یہ حضرات اپنے آپ کے اوپر عوارض بشریت و مخلوقات طاری کرتے ہیں۔ تا کہ مقام بندگی کو قولاً و عملاً ثابت کر کے دکھائیں اور حکم خداوندی کو

(قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰى اِلَيَّ)

عملی جامہ پہنائیں......!! تا کہ بے علم لوگ مقام توحید کی توہین نہ کریں۔ اور لوگ انہیں اللہ نہ کہیں...... تا کہ لوگ ان کی عبادت نہ شروع کر دیں ...... یہ حضرات خدا کی محبت میں سرشار ہیں کائنات میں کوئی شخص بھی ان کے برابر خدا سے محبت نہیں کرتا ہے ......اگر کوئی شخص خدا کی توہین کرے تو یہ بہت زیادہ محزون ہوتے ہیں ...... یہ اپنی تمام کوششیں اس بات پر صرف کر دیتے ہیں کہ خدا کی کوئی توہین نہ کرے......اور لوگوں کو توحید کی طرف لے آتے ہیں۔..........!!

یہ حضرات علیہ السلام اپنے کردار و گفتار بندگی کو ثابت کرتے ہیں اور مخلوق کے عواض اپنے اوپر طاری بھی کرتے ہیں ...... اس کے باوجود لوگ انہیں اللہ کہتے ہیں ......!!!یہاں تک کہ لوگ نبی علیہ السلام یا آئمہ ھدیٰ علیہ السلام سے کہتے ہیں کہ آپ ہمارے پرور

دگار ہیں..... اگر یہ حضراتؑ ظاہری طور پر اپنے اوپر مخلوق والی صفات جاری وساری نہ کرتے تو نہیں معلوم کہ جاہل لوگ ان کو کیا سمجھتے..... ؟!!!

دلیل چہارم: ۔منکریں ولایت تکوینی کہتے ہیں کہ اگر امور تکوینی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا امام علیہ السلام کے پاس ہوتے تو یہ حضرات کفار سے کیوں کہتے کہ یہ امور ہمارے پاس نہیں ہیں ......؟!! جیسا کہ سورہ اسریٰ کی آیت نمبر ۹۰ میں ہے وَقَالُوا لَنْ نُؤْمِنَ لَكَ حَتَّى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْأَرْضِ يَنْبُوعًا (۹۰)

حقیر کہتا ہے: ۔اس منکر ولایت نے آیت کا ترجمہ اپنی مرضی سے کیا ہے..... !اور اس نے اسکے ترجمہ میں اضافہ بھی کیا ہے.....!اب میں آیت کا ترجمہ آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں تا کہ قاری محترم خود فیصلہ کر لے. ...

وہ کہتے ہیں کہ ہم تجھ پر ہرگز ایمان نہیں لائیں گے جب تو زمین سے ہمارے لیے چشمہ جاری نہ کرے.... !!یا یہ کہ آسمان کو ہمارے سر کے اوپر لے آؤ... یا خدا کو فرشتوں کے ساتھ ہمارے لیے لے آؤ یا تیرے لیے دولت وزر کا مکان ہو .. یا تم آسمان کے اوپر جاؤ ہم تیرے آسمان کے اوپر جانے کا ایمان نہیں رکھتے ہیں.. یہاں تک ہمارے لیے آسمان سے کتاب نازل کرو... !!!تا کہ ہم اس کتاب کو پڑھیں (اے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپؐ ان کو جواب دو) کہہ دیجئے !میرا پروردگار منزہ ومبرا ہے (وہ فرشتوں کے ساتھ تمہارے پاس آئے)..... میں ایک فرد بشر ہوں جو کہ خدا کی طرف سے رسالت پر مبعوث کیا گیا ہوں..... الخ یعنی میں فرد بشر ہوں تو

میں کیسے تمہارے لیے خدا کو حاضر کروں؟! مگر کوئی ہے جو خدا کو حاضر کرے؟! کیا خدا جسم ہے کہ ایک جگہ سے دوسری جگہ حاضر ہو سکے؟!

کیا خدا نے سورہ حجر میں نہیں فرمایا! کہ جب ہم ملائکہ کو بھیجیں گے کسی کو مہلت نہیں دی جائے گی..... (یہی کچھ سورہ انعام میں بھی بیان کیا گیا ہے)

آیا آسمان کا زمین پر آنا نظام کائنات میں تحول ایجاد کرنا نہیں ہے؟! کہ فرمان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے کہ میں خدا کا بھیجا ہوا بشر ہوں اور میں وحی کے تابع ہوں!!

کائنات عالم کی ہر شیء پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تابع فرمان ہے لیکن آپ کو خدا کے حاضر کرنے کا اختیار نہیں ہے۔ اور آپ نظام آفرینش کو بھی تباہ و برباد نہیں کرنا چاہتے ......!! نظام دنیا کو بھی تبدیل نہیں کرتے ہیں... جب تک خدا نہ چاہے یہ حضرات کوئی فعل بھی انجام نہیں دیتے ہیں اس کے باوجود ان کے اختیار اپنی جگہ پر محفوظ ہیں.....!!

دوسرے تقاضے ہر بشر کے مقدور میں ہیں. لیکن مقام نبوت و امامت کیلئے مناسب نہیں ہے.....! اور یہ رسالت و نبوت کی علامت بھی نہیں ہے..... جیسا کہ اس آیت مجیدہ کی تفسیر میں مفصل بیان ہو چکا ہے.....!!

یہ واضح ہے: کہ انبیاء و مرسلین کی بعثت کا مقصد لوگوں کی ہدایت ہے.....!!

ثبوت نبوت، ملک، سلطنت، ریاست، اور ولایت، تکوینی ہدایات و ارشادات سے منافی نہیں رکھتی ہے.....! بلکہ یہ مقام نبوت اور رسالت کی تثبیت اور ثبوت ہے

......!! کیونکہ اگر لوگ خوارق عادات، معجزات دیکھتے ہیں تو ان کا عقیدہ امر دین میں راسخ ہو جاتا ہے۔ خداوند عالم نے حضرت یوسف علیہ السلام، حضرت داؤد علیہ السلام، حضرت سلیمان علیہ السلام کو قدرمعلوم کے مطابق سلطنت اور ولایت تکوینی اور ریاست عطافرائی......! لیکن ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کی عترت طاہرہ علیہم السلام کو خداوند نے ملک عظیم عطا کیا ہے۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ !

دلیل پنجم: وہ کہتے ہیں خداوند عالم ولایت اور کائنات عالم کی سرپرستی کیلئے کافی نہیں ہے......؟! یا کافی ہے۔ ؟! اگر کافی ہے تو ولایت غیر خدا عبث ہو جاتی ہے......اگر کافی بھی نہیں ہے تو اس کا بنایا ہوا ولی کافی نہیں ہے۔ !اور خداوندا اپنے ارادہ میں کسی کامحتاج نہیں ہے۔ !الخ

ہم کہتے ہیں:۔خدا لوگوں کے اعمال لکھنے کیلئے کافی ہے یا کافی نہیں ہے؟ اگر کافی ہے تو اس نے دو فرشتوں کو مامور کیوں کیا ہے۔ ؟!!! وہ ہر آدمی کے شب و روز کے اعمال لکھیں......! جیسا کہ قرآنی آیات کی تصریح ہے۔ اور یہ بات بھی لغو ہو (نعوذ باللہ: ہم یہ کہیں کہ خدا لغو انجام دیتا ہے)

ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ خدا بندوں کی حفاظت کیلئے کافی ہے یا نہیں ہے؟! (جواب مثبت ہے) جب خدا بندوں کی حفاظت کیلئے کافی ہے تو پھر بندوں کی حفاظت کیلئے فرشتوں کو کیوں بھیجا ہے؟! جیسا کہ نص قرآنی ہے

فَالْمُدَبِّرَاتِ أَمْرًا (۵ سورہ نازعات)

امر چلانے والوں کی قسم۔

آیا خدا تدبیر کے امور نہیں چلا سکتا ہے؟! کیا خدا فرشتوں کا محتاج ہے؟! بلکہ خدا ہر کام کیلئے کافی ہے اور محتاج نہیں ہے......وہ اس سے کہیں بلند و بالا ہے جو کچھ ظالم کہتے ہیں......!!

خدا نے مخلوق میں سے اپنے خاص بندوں کو چنا ہے اور انہیں فضیلت دی ہے......! ان پر خدا نے لامتناہی احسانات کیے ہیں......؟! خدا نے ان ہستیوں کو اپنی مثل اعلیٰ بنایا ہے......ان کا علم وقدرت...... خدا کے علم وقدرت کا نمونہ ہے **لایُسْئَلُ عَمَّا یَفْعَلُ وَهُمْ یُسْأَلُونَ** (۲۳: انبیاء)

خداوند قدوس خود خالق، زمین وآسمان کا محافظ اور ہر مخلوق کو زندہ رکھنے والا ہے......

(**کُلَّ یَوْمٍ هُوَ فِی شَأْن** :سورہ رحمن) ہر دن اس کی نئی شان ہے

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آئمہ ھدیٰ علیہم السلام کائنات میں جو تصرف بھی کرتے ہیں وہ خدا کی عطا کردہ قدرت کے ساتھ کرتے ہیں۔ جو شخص یہ کہے کہ ان حضرات کی قدرت ذاتی ہے حق تعالیٰ اب کوئی کام بھی نہیں کرسکتا ہے یہ کفر ہے......!

خداوند عالم:۔ اپنے افعال میں مستقل ہے اس کی صفات کمالیہ ذاتی ہیں...... وہ ہر عیب ونقص سے مبرّہ ومنزّہ ہے......! پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آئمہ ھدیٰ علیہم السلام اس کی مخلوق ہیں اور خدا نے ان پر اپنا سب سے زیادہ احسان کیا ہے کہ انکی ولایت وسلطنت کائنات عالم کی ہر شیء پر ہے......!!

حمد ہے خدا کی جس طرح وہ حمد کے لائق ہے اور اس کے علاوہ کوئی عبات کے لائق نہیں ہے......!!

اگر آپ مطالب گزشتہ ذہن نشین کر چکے ہیں تو آپ کیلئے دیگر دلائل باطلہ کا بطلان بھی ظاہر ہو جائے گا..... کیونکہ دلیلیں بہت زیادہ ضعیف ہیں۔اس لیے ہم نے ان کو ذکر کرنا اور جواب دینا بھی مناسب نہیں سمجھا ہے.... ان کے اس اعتراض کے جواب کے لیے ہماری گذشتہ بحث کافی ہے......!! ہم یہاں پر ایک واقعہ نقل کر کے اپنا بیان ختم کرتے ہیں.......!ایک دن صبح کی نماز کے بعد تعقیبات میں مصروف تھا ایک سید آیا میرے سامنے بیٹھ گیا..... یہاں تک کہ میری تعقیبات ختم ہو گئی..... تو انہوں نے مجھے کہا کہ میرے چند سوال ہیں.....گذشتہ رات میں نے ایک شخص سے مباحثہ کیا ہے.....تو میں عرض کیا!ابھی تک یہ مسائل میں وارد نہیں ہوئے..... مجھے یہ بتایئے کہ آپ نے نماز صبح کے بعد حضرت زہراء علیہا السلام کی تسبیح کیوں نہیں پڑھی ہے؟!کیا تمہیں معلوم نہیں کہ جو شخص بی بی پاک علیہا السلام کی تسبیح پڑھتا ہے وہ کبھی شقی نہیں ہوتا ہے......!!یہ تسبیح نماز کے بعد ہزار رکعت نماز سے افضل ہے.......!!اور گناہوں کے معاف ہونے کا ذریعہ ہے.... اس نے کہا میں اسے اب کبھی بھی ترک نہیں کروں گا..... میں نے عرض کیا:اپنے مسائل بیان کیجئے!اس نے کہا:کسی نے کہا ہے کہ یا اباالفضل یا موسیٰ ابن جعفر علیہما السلام کہہ کر ان سے حاجت طلب صحیح نہیں ہے.....!! کیوں کہ خداوند قدوس قاضی الحاجات ہے اگر کوئی قاضی الحاجات ہو تو شرک لازم آتا ہے......!!میں نے عرض کیا اور فرمایئے!اس نے کہا:(لولاک لما خلقت الافلاک)یہ حدیث

ٹھیک ہے؟!میں نے عرض کیا: اور فرمایئے اس نے کہا حضرت امیر المومنین علیہ السلام کا کلام ہے (نحن صنائع ربناو الخلق بعد صنائع لنا) ٹھیک ہے؟!اور اس کا مطلب کیا ہے؟!!میں نے عرض کیا اور بھی بتایئے اس نے کہا کیا آپ نے درسی کتاب میں ولایت پڑھی ہے؟!جو احادیث ان کتابوں میں نقل ہوئی ہیں آپ ان سے مطمئن ہوں......!!

کیا ان احادیث کو صحیح مانتے ہیں یا نہیں؟!میں نے عرض کیا اور بتایئے اس نے کہا ولایت تکوینی اور تشریعی کے بارے میں فقہاء اور مجتہدین کے بیانات کو آپ قبول کرتے ہیں یا نہیں؟!

میں نے عرض کیا: آپ کے پہلے سوال کا جواب یہ ہے کہ کم از کم دوسو روایات میں وارد ہوا ہے کہ اپنے مومن بھائی کی مشکل کشائی کیا کرو......!!

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ جو شخص اپنے مومن بھائی کی حاجت روائی کیلئے کوشش کرے گویا اس نے نو ہزار سال عبادت کی ہے......!!!

حضرت امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: مومن کی حاجت روائی کرنا ہزار حج مقبولہ سے افضل ہے......!

اگر کوئی مومن کسی مومن کی تین حاجتیں پوری کرے تو کیا اسے قاضی الحاجات کہنا ٹھیک نہیں ہے...... بلکہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ اس مومن کا قاضی الحاجات ہے ...... اگر ایک مومن اپنے آپ کو اس امر کیلئے تیار رکھے اور وہ مومنین کی حاجت روائی

کرتا ہوتو اسے کہا جا سکتا ہے کہ یہ مومن مومنین کا قاضی الحاجات ہے۔...!

اس نے کہا یہ بات ٹھیک بھی ہے اور یہ واضح بھی ہے......!

میں نے عرض کیا: ایک شخص نے دعا کی کتاب میں لکھا ہے کہ دعا کی شرائط یہ ہیں کہ آئمہ ھدیٰ علیہم السلام سے توسل کیا جائے ...اور توسل کا مطلب یہ ہے کہ خدا کو آئمہ کے حق کا واسطہ دیا جائے کہ وہ حاجات پوری کرے..... اس بات سے معلوم ہوتا ہے کہ قاضی الحاجات صرف خدا ہے.... !!کسی اور کو قاضی الحاجات نہیں ہونا چاہیے... اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ خدا، عادل، عالم، قادر، مومن، سمیع وبصیر ہے ... !لیکن کسی اور میں یہ صفات نہ ہوں... ..!

''جی ہاں'' خدا اپنی قدرت ذاتیہ سے قاضی الحاجات ہے اور مخلوق اس کی عطا کردہ طاقت وقدرت سے دیگران کی حاجت روائی کرتی ہے......!

ضروری ہے کہ صاحب کتاب سے مدعاء کیا جائے !اگر خدا تمہیں دولت عطا کرے اور کوئی اہل علم تیرے پاس آئے اور تمہیں اس کی بات پر یقین ہو اور وہ کہے مجھے آپ سے ایک نہایت ہی اہم حاجت ہے تو آپ ضرور کہیں گے......!اگر میرے بس میں ہوئی تو میں ضرور انجام دونگا.... !وہ شخص کہے کہ میں نے محلّہ کے دوکان دار کے پچاس روپے دینے ہیں اور نزدیک ہے کہ وہ مجھے رسوا کرے خدا نے آپ کو بہت کچھ عطا کیا ہے آپ میرے حال پر رحم کریں... !تو یقیناً وہ کہے گا کہ یہ کچھ بھی نہیں ہے میں ابھی دے دیتا ہوں اور آپ اپنا قرض ادا کردیں ... !وہ صاحب مزید پوچھے اور کونسی حاجت ہے؟!اس نے کہا میں نادار آدمی ہوں میری جواں بیٹی ہے اس کی شادی

کا مسئلہ ہے......!وہ فرمائیں گے......یہ بھی کوئی مشکل ہے یہ رقم لو اور اپنی بیٹی کی شادی کرو.....!

اس کے بعد مزید پوچھیں اور کوئی حاجت ہے تو بتایئے؟!.........وہ کہے کہ میرا ایک بیٹا ہے اور وہ نہایت ہی مقدس ہے.....میں چاہتا ہوں کہ وہ طالب علم بن جائے اور کسی مدرسہ میں اس کو کمرہ دلوادیں......وہ آپ کیلئے ہمیشہ دعا گو رہے گا.......!!

وہ کہیں گے ٹھیک ہے اس کو کمرہ اور وظیفہ مل جائے گا.....وہ شخص اس کا شکریہ ادا کرے گا کہ خدا آپ کو جزائے خیر دے...

اگر ایک عام انسان اس عمل خیر سے قاضی الحاجات ہوسکتا ہے......!''قاضی یعنی حاجت پوری کرنے والا''اور حاجت جمع کا صیغہ ہے۔اس کا کم از کم تین پر اطلاق ہوتا ہے

پس:اگر آپ مومن کے قاضی الحاجات ہیں تو وہ کسی اور کے پاس نہ جائے اور نہ کسی دوسرے کے پاس اپنی حاجت بیان کرے......کمال تعجب ہے کہ اس شخص نے اپنے آپ کو تو قاضی الحاجات کہا ہے لیکن......پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آئمہ ھدیٰ علیہم السلام......اور حضرت عباس علمدار علیہ السلام کو قاضی الحاجات نہیں مانتا.......!!!

یا اگر یہ کہو کہ یہ حضرات معصومین علیہم السلام دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں......اور جنت میں مقیم ہیں.....وہ دنیا کے حالات سے بے خبر ہیں.....وہ اب کسی کی حاجت روائی نہیں کرسکتے.....!یہ عقیدہ بطور قطع غلط ہے۔کیونکہ خداوند عالم نے ان ہستیوں کو

جو طاقت وقدرت عطا کی ہے وہ اس کے ذریعے ہر شیء پر دانا اور توانا تھے اور ہیں ......!!ان کا اس دنیا سے منتقل ہونا اس طرح ہے جس طرح کوئی شخص ایک گھر سے دوسرے گھر میں منتقل ہوتا ہے......!ان کا علم وقدرت ذرہ برابر بھی نہ کم ہوئی اور نہ ہوگی...... بلکہ ہر وقت ہر آن زیادہ ہوتی ہے......اور مزید زیادہ ہوگی......!پس کس طرح ان کا قاضی الحاجات ہونا غلط ہے؟!اور یہ بات قطعاً غلط نہیں ہے خداوند عالم رحیم ہے ہم سب کو معاف فرمائے اور ہمیں معرفت کامل عطا فرمائے......آمین ثم آمین

میں مزید عرض کرتا ہوں......اگر غیر خدا سے حاجت طلب کرنا شرک ہوتا تو حضرت سلیمان علیہ السلام کیونکر دیگر اشخاص سے حاجت طلب کرتے ہیں......؟!جیسا کہ قرآن مجید میں ہے

قَالَ يَاأَيُّهَا الْمَلَأُ أَيُّكُمْ يَأْتِينِي بِعَرْشِهَا قَبْلَ أَنْ يَأْتُونِي مُسْلِمِينَ

تم میں ہے کوئی جو بلقیس کے آنے سے پہلے اس کا تخت حاضر کرے؟!

جنات کے عفریت نے کہا: میں تمہاری جگہ سے حرکت کرنے سے پہلے حاضر کرسکتا ہوں......!......(آصف بن برخیا نے تخت حاضر کیا تھا)

حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں سے کیوں حاجت طلب کی تھی؟!اور ان سے فرمایا :مصر میں داخل ہوتے وقت تم لوگ مختلف دروازوں سے داخل ہونا......جیسا کہ سورہ یوسف میں مذکور ہے......!!

بات یہاں تک تو پہنچ ہی چکی ہے تو ہم تم سے ایک سوال کرتے ہیں

اگر خدا تمہیں ثروت مند بنادے اور کئی شہر کا مالک بھی بنادے اور ساتھ یہ حکم بھی فرما دے کہ ہر حاجت مند کی مدد بھی کرو.....اور اپنے ہمسایوں کا خیال بھی رکھو.....! کسی سائل کو محروم نہ کرو.....اپنے اور اپنی اولاد کیلئے جو حلال ہے استفادہ کرو......آیا مال و ثروت ہمارے ہاتھ میں نہیں ہے؟! تم اس کے مالک نہیں ہو؟! کیا خدا کی تمہارے اوپر عطا خاص نہیں ہے؟! اور کیا تم اس میں خود مختار نہیں ہو جسے چاہوں عطا کرو اور جسے چاہو خالی لوٹا دو.....!

میں تم سے پوچھتا ہوں کہ خداوند قدوس.....نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو جنوں، انسانوں، پرندوں، اور جانوروں کا سلطان بنایا ہے اور اس سے فرمایا ہے

هَذَا عَطَاؤُنَا فَامْنُنْ أَوْ أَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ (۳۹ سورہ ص)

یہ ہماری عطا ہے۔آپ کی مرضی کسی کو کچھ عطا کرو یا عطا نہ کرو۔!

آیا حضرت سلیمان علیہ السلام کو عطا کرنے کا اختیار نہیں تھا.....؟!

اب ہم کہتے ہیں جو حجۃ اللہ، خلیفۃ اللہ، امین اللہ اور کائنات عالم میں سب سے افضل، اشرف، اعلم، اور اقدر ہے اور اسے خدا نے دنیا و آخرت کا سلطان بادشاہ بنایا ہے وہ ہر شیء پر دانا اور توانا ہے۔اور اس کے پاس عطا کے سارے اختیارات ہیں.....اس کی خدمت حاجت روائی کی درخواست کی جائے تو یہ کیسے شرک ہے......؟! درحالانکہ آیت مبارکہ کی تصریح ہے

هَذَا عَطَاؤُنَا فَامْنُنْ أَوْ أَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ (۳۹)

یہ بات پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آئمہ ھدیٰ علیہم السلام کے بارے میں جاری ہے

تِلْكَ إِذًا قِسْمَةٌ ضِيزَى (۲۲ نجم)

یہ تو بہت ہی نہ انصافی کی تقسیم ہے..... اے اللہ! ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان حق کا فیصلہ فرما..... ! تو بہترین فیصلہ کرنے والا ہے.....

اور خدا کو وسیلہ کے ذریعے پکارا جائے..... قرآن مجید میں ہے!

(يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ (۳۵)

اللہ کے پاس وسیلہ کے ساتھ آؤ..... !

یہ عمل اللہ کا محبوب اور پسندیدہ ہے اس لئے خدا نے اس کا حکم دیا ہے۔ اس میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے..... !

چند چیزوں کو مومن اپنے اور خدا کے درمیان وسیلہ قرار دیتا ہے.....

اول: خدا کا کرم، جود، عفو، اور رحمت حق تعالیٰ ہے جیسا کہ بعض ادعیہ ماثورہ سے ثابت ہے

دوم: خدا کی ذات پر ایمان۔ جیسا کہ یہ ادعیہ شریفہ سے ثابت ہوتا ہے

سوم: قرآن مجید کو بھی اللہ کی طرف وسیلہ قرار دیا جا سکتا ہے

اور ان میں کوئی بھی اشکال وارد نہیں ہے......ان دلائل اور آئندہ روایات میں کوئی تضاد نہیں ہے......جیسا کہ واضح ہے۔

پس حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وسیلہ قرار دینا روایات خاصہ اور عامہ میں تواتر کے ساتھ ثابت ہے......اس میں سوائے جاہل کے کوئی اہل علم شک نہیں کرتا ہے......!

حضرات آئمہ ھدیٰ علیہم السلام کا وسیلہ ہونا واضحات روایات اور زیارت ماثورہ سے ثابت ہے......(۱)

حضرت سجاد علیہ السلام نے حدیث میں فرمایا ہے:

جب حضرت آدم علیہ السلام نے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضرت علی علیہ السلام، حضرت فاطمہ علیہا السلام، حضرت حسن علیہ السلام اور حضرت حسین علیہ السلام کو دیکھا تو خداوند عالم نے فرمایا: اے آدم! (**ھولاء خیار خلیفتی و کرام بریتی بھم اخذ وبھم اعطی و بھم اعاقب و بھم اثیب فتوسل الی بّھم یا آدم......الخ**)

(۱) حضرت آدم نے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کی عترت طاھرہ علیہم السلام کو وسیلہ بنایا تھا۔بحار الانوار کمپانی ج ۵ ص ۲۶ بحار الانوار کمپانی ج ۷ ص ۲۱ باب آئمہ ھدیٰ خلق اور اللہ کے درمیان وسیلہ ہیں ج ۱۹ کتاب الدعاء ص ۶۲ باب فیہ التوسل بھم بحار الانوار ج ۲۲ ص ۲۸۶ باب کتابۃ الرقاع للحوائج الی الآئمۃ التوسل والاستشناع بھم فی روحناتھم المقدسۃ علامہ نجفی مرعشی نے کتاب احقاق الحق کے حواشی جلد ۴ ص ۹۱ جلد ۹ ص ۱۰۴ اہر عامہ سے وہ رویات نقل ہوئی ہیں جن میں حضرت آدم علیہ السلام نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وآل محمد علیہم السلام سے توسل کیا ہے۔الفضائل الخمسہ ج ۱ ص ۱۷۰ الغدیر ج ۲ ص ۳۰۰ تاج الجامع الاصول الشیعۃ ج ۱ ص ۳۱۸ بحار الانوار کمپانی ج ۵۔بحار کمپانی ج ۷ ص ۳۵۱

اے آدم علیہ السلام! یہ میری مخلوق میں سے سب سے بہترین مخلوق ہیں اور میرے پسندیدہ ہیں ۔میں ان کے ذریعے عطا کرتا ہوں اور ان کے ذریعے لیتا ہوں ۔انکے ذریعے سزا دیتا ہوں

......اے آدم! ان سے توسل کرو......اپنی مشکلات میں ان حضرات علیہم السلام کو اپنا شفیع بناؤ ......کیونکہ میں نے اپنے اوپر واجب قرار دیا ہے کہ جو بھی مجھے انکا واسطہ دے گا میں انہیں خالی نہیں لوٹاؤں گا......اور جو بھی ان کے ذریعے سوال کرے گا......میں اس کا سوال رد نہیں کروں گا۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی زیارت میں قبر مطہر کے سامنے پڑھتے ہیں:

(انت وسیلتی الی اللہ تعالیٰ)

آپ علیہ السلام خدا کی طرف میرا وسیلہ ہیں......!!!

اور یہ بھی عرض کیا جاتا ہے!

(بک ا توسل الی اللہ)

خدا کی طرف تجھ سے توسل کرتا ہوں......!

دعا علقمہ: جو زیارت عاشور کے بعد حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے حکم سے پڑھی جاتی ہے ۔اس میں ہے

(فانّی بھم اتوجہ الیک)

میں ان ہستیوں کے ذریعے تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں......!

فی مقامی هذا وبهم اتوسل و بهم اتشفع الخ ......

میں ان کے ذریعے توسل کرتا ہوں اور میں ان کو اپنا شفیع قرار دیتا ہوں..... الخ

حضرت امام حسن العسکری علیہ السلام کی زیارت میں ہے

(واتوسل الیک یا رب بامامنا) الخ

اے میرے اللہ! میں تیری طرف اپنے امام علیہ السلام کے ذریعے متوجہ ہوتا ہوں اور توسل کرتا ہوں...... حضرت امام زمانہ علیہ السلام عج کی زیارت میں ہے

(فانی اتوسل بک و بآبائک الطاهرین الی الله تعالی)

اے میرے اللہ: میں اپنے امام زمانہ علیہ السلام اور آپ علیہ السلام کے آبائے طاہرین علیہم السلام کے ذریعے تجھ سے متوسل ہوتا ہوں......

دوسرے سوال کا جواب:۔ اس نے پوچھا تھا کہ یہ: **لولاک لما خلقت الافلاک۔** صحیح ہے؟!

میں نے عرض کیا: جی ہاں...... یہ حدیث صحیح ہے......

اس میں کوئی شک نہیں ہے...... کہ تمام موجودات عالم کی تخلیق چہاردہ معصومین علیہم السلام کی وجہ سے ہوئی ہے...... (اگر یہ ہستیاں نہ ہوتیں تو خدا کسی شیء کو خلق نہ فرماتا......) اس بات کو خاصہ اور عامہ دونوں سے نقل کیا ہے...... بہت زیادہ روایات کی تصریح بھی اس بات کی دلیل ہے......

ہم نے تمام روایات کو مستدرک سفینۃ البحار میں نقل کیا ہے...... (۱)

تیسرے سوال کا جواب: میرے مولا امیر المومنین علیہ السلام کا فرمان ہے ۔۔ (انا صنائع ربنا و الخلق بعد صنائع لنا)

ہم اللہ کی صنعت ہیں اس کے بعد مخلوق ہماری صنعت ہے

۔۔۔۔ یہ کلام کاملاً صحیح ہے ۔۔ جو اس کلام میں شک کرتا ہے ۔۔ وہ گناہ گار ہوتا ہے ۔۔۔۔ یہ میرے مولا کا وہ فرمان ہے ۔۔۔ جو آپ علیہ السلام نے حاکم شام کے مکتوب میں تحریر کیا تھا ۔۔ !!اس فرمان کو سید رضیؒ نے نہج البلاغہ میں نقل کیا ہے ۔۔۔

اور شیخ طبرسیؒ نے شہرہ آفاق کتاب ''الاحتجاج'' میں نقل کیا ہے ۔۔۔

یہ مولا کا صحیح اور مستند کلام ہے ۔۔۔۔۔

شارحین نہج البلاغہ مانند ابن ابی الحدید ۔۔ ،ابن میثم نے اس کی شرح لکھی ہے

اور دیگر علماء نے بھی اس جملے کی شرح میں علمی ۔۔۔ ادبی ۔۔۔ جوہر دکھائے ہیں ۔۔۔

---

(۱) بحارالانوار کمپانی ج۶ ص ۷۔ جلد۱۴ ص ۴۸ جلد۹ ص ۱۴۴ جلد۲۶ ص ۳۰۲ جلد ۳۸/۱ ص ۸۱ جلد ۱۵ ص ۱۲

علل الشرائع ،عیون اخبار الرضا۔ کمال الدین ۔ بحار الانوار ج۳۶ ص ۳۳۷

کتاب مجمع النورین للمرندی ص ۱۴

فلاح السائل ص ۴۴

الاقبال ص ۸۵

الغدیر جلد۲ ص ۳۰۰

علامہ حبیب اللہ خوئی نے نہج البلاغہ کی شرح میں اس جملہ کے ذیل میں تحریر کیا ہے کہ اعثم کوفی نے اپنی کتاب ''فتوح'' ص ۱۵۷ طبع بمبئی میں نقل کیا ہے......

احمد بن علی قلقشندی نے اپنی کتاب: ''صبح اعشیٰ'' طبع مصر میں نقل کیا ہے

...... شہاب الدین نے اپنی کتاب نھایۃ الارب ج ۷ میں نقل کیا ہے......

علامہ محمد باقر مجلسیؒ نے یہ مکتوب نقل کرنے کے بعد کہا ہے کہ

ھذا کلام مشتمل علی اسرار عجیب من غرائب شائھم التی تعجز عنھا العقول و لتکلم علی مایمکننا انھارہ و الخوص فیۃ

یہ کلام جناب امیرؑ کے اسرار عجیبہ پر مشتمل ہے ......اور یہ غرائب ان کی شان میں سے ہیں اوران تک عقل نہیں پہنچ سکتی ہے ...... اور فہم ان کے ادراک سے عاجز ہے ......اور ہم اپنی عقل اور فہم کے مطابق اس کو آشکار کرتے ہیں ......!! ہم عرض کرتے ہیں ......! صنائع، جمع کا صیغہ ہے اس کی واحد ''صنیعہ'' ہے ......یعنی بادشاہ...... یعنی وہ ہستی کہ جس کو اپنے لیے چنا گیا ہو......!!! اور اس کا مقام و مرتبہ بلند کیا گیا ہو......اور اس کی تربیت بھی اپنی مرضی کے مطابق کی گئی ہو

جیسا کہ قرآن پاک میں ہے۔ کہ ارشاد رب العزت ہے اور خداوند عالم نے حضرت موسیٰ بن عمرانؑ سے کہا۔

وَاصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِي (۴۱: طٰہٰ)

میں نے اپنے لیے چنا ہے ......اور میں نے اپنی مرضی کے مطابق تیری تربیت کی ہے اس کا نتیجہ یہ ہے......ان کے اور اللہ کے درمیان بشر کا واسطہ نہیں ہے...... بلکہ اللہ اور مخلوق کے درمیان یہ واسطہ ہیں

ممکن ہے کہ ناس سے مراد بعض لوگ ہوں... یعنی بعض ہمارے چنے ہوئے لوگ......!!

ابن میثم بحرانی:

علمائے امامیہ کے اساطین میں سے ھیں ......

انہوں نے ان کلمات کی شرح میں بیان کیا ہے کہ...... یہ نعمت الٰہی کے نزول کی جگہ ہیں...... ان تک خدا کا لطف واحسان بغیر کسی واسطہ کے جاری وساری ہے لیکن تمام موجودات عالم کو نعمت الٰہی ان سے ملتی ہیں... گویا تمام لوگ ان کے پروردہ ہیں

بعض علماء نے کہا ہے......

اس جملہ کا یہ مطلب ہے...... !ہم اللہ کی مخلوق ہیں اور لوگ ہمارے بنائے گئے ہیں ......کیوں کہ '' لنا '' والی جولام ہے... وہ لام منفعت ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے

...... **هُوَ الَّذِی خَلَقَ لَكُمْ مَا فِی الْأَرْضِ جَمِیعًا** سورہ بقرہ ۲۹

جو کچھ زمین میں ہے... وہ تمہارے لیے بنایا گیا ہے... یعنی خدا نے لوگوں کو ہمارے لیے بنایا ہے...... !!

لیکن یہ جو حضرت ولی العصر علیہ السلام عج کی توقیع مبارک کے مطابق نہیں ہے ......!! آپ علیہ السلام نے فرمایا: **(نحن صنائع ربنا و الخلق بعد صنائعنا)** (۱)

ہم اللہ کی صنعت ہیں اور بعد میں مخلوق ہماری صنعت ہے...... !!!

اس توقیع مبارکہ میں ''نـــاس'' کی جگہ خلق کا لفظ آیا ہے...... اور لفظ خلق عام

ہے..... اور سب کو شامل ہے..... اور اس میں ''لام'' بھی نہیں ہے.....اور یہ توقیع مبارک حضرت امیرؑ کے فرمان کی اس معنی کی تائید کرتی ہے..... جو معنی علمائے حقہ نے بیان کیا ہے.....یعنی ہم خدا کی مخلوق و مصنوع اور مخلوق ہیں اور لوگ ہمارے مصنوع ہیں..... اس معنی پر علماء نے دلائل بھی پیش کیے ہیں..... اور ہمارے لیے بہتر یہی ہے کہ ہم اس بات پر ایمان رکھیں جو انہوں نے فرمائی ہے.....اگر چہ ہم اس بات کی شرح جاننے سے قاصر ہیں.....!!

مسئلہ چہارم:

میں نے درسی کتابوں میں ولایت پڑھی ہوئی ہے.....!لیکن میں ان کی احادیث کو قبول نہیں کرتا ہوں.....میرا یہ خیال ہے..... کہ کسی اور نے احادیث اپنی طرف سے اس کتاب میں شامل کر دیں ہیں..... کتاب کے مصنف کو اس بات پر اعتماد ہے..... اس نے بغیر چھان بین کے.....مصادر کی تحقیق کے بغیر نقل کر دیں.....کیونکہ جو روایات اس کتاب میں ہیں.....وہ کبھی آخر میں.....کبھی اول میں.....کبھی اوسط میں .....صاحب کتاب کے عقائد کے بھی خلاف ہیں.....!!

بطور نمونہ:

اس کے چند اشتباہات پیش خدمت ہیں.....!!

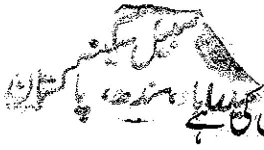
اول: اسماعیل بن عبد العزیز نے کہا ہے۔ کہ جناب امام جعفر صادقؑ نے مجھ سے..... فرمایا: بیت الخلاء میں پانی کا آفتابہ رکھو.....!!میں نے پانی کا آفتابہ رکھا

.....اور آپ علیہ السلام استراح میں تشریف لے گئے .....تو میرے ذہن میں خیال آیا.....کیا امام علیہ السلام بھی بیت الخلاء میں جاتے ہیں.....؟!!!!

میرے مولا علیہ السلام فوراً واپس آئے اور فرمایا......اے اسماعیل! ہمیں خدا کی مخلوق سمجھو(**فقولو افینا ماشئتم فلن .....**)

ہماری فضیلت میں جو کچھ کہنا چاہو کہہ سکتے ہو......اور تم ہرگز ہماری حقیقت تک نہیں پہنچ سکتے ہو......!!درحالانکہ اس کم علم اور جاہل نے فقط حدیث کا پہلا حصہ نقل(۱) کیا ہے۔ کہ ہمیں اللہ کی مخلوق سمجھو اور دوسرا اس لیے نقل نہیں کیا کہ اس کے علاوہ باطلہ کو رد کرنے کے لیے برھان قاطع ہے ......!

نکتہ: آپ نے مصلحتاً ایسا کیا ہے۔ اور اس میں جو وجہ صاف نظر آئی وہ ہے کہ اسرار قلوب سے بھی واقف ہیں علم غیب بھی جانتے ہیں.....



افسوس ہے کہ اس شخص نے امام کی حدیث پوری طرح نقل بھی نہیں کی

دوم: دوسری روایت حضرت صادق آل محمد علیہ السلام سے نقل کی ہے۔ اس روایت سے پہلا، درمیانی اور آخری حصہ نقل نہیں کیا ہے۔ اس پوری روایت میں امام.....کی نظر مغیرہ بن سعید پر تھی۔ وہ ایک یہودی.....عورت سے جادہ اور شعبدہ کا علم حاصل کرتا تھا.....اور اس نے کئی باطل دعویٰ کیے تھے.....

(۱) یہ توقیع مبارکہ نہایت ہی معتبر ہے۔ یہ مکمل طور پر غیبت طوسی ص ۱۸۴ ہے۔ شیخ طبرسی نے مکمل طور پر اس کو نقل کیا ہے۔ بحار الانوار جلد ۱۳ ص ۲۴۴ جلد ۵۳ ص ۱۷۸

اور اس ایک اور خبیث تھا ان دونوں پر آئمہ ھدیٰ علیہم السلام نے لعنت کی ہے... اور ان دونوں سے بیزار رہنے کا حکم دیا ہے......!

سوم: اس نے اس جملہ کا ترجمہ بھی غلط کیا ہے... !

(انکم تقدرون ارزاق العباد فقال واللہ ما یقدر ارزاقنا الا اللہ الخ......)

اس نے یقدر اور تقدرون دونوں کو ثلاثی مجرد سمجھا ہے اور اس کا مطلب یہ ہے قدرت و توانائی ہے اس نے دونوں موارد میں اشتباہ کیا ہے..... عباد جمع کا صیغہ ہے یقدر اور تقدرون ثالثی مجرد نہیں ہیں بلکہ باب تفعیل میں سے ہیں.....!

یعنی تم بندوں کی روزی تقدیر کرتے ہو (یعنی لوگوں کی روزی معین کرنا تمہارا کام ہے)

امام نے یہ فرمایا ہے واللہ! تمام روزی فقط امام معین کرتا ہے... !

واضح رہے کہ روزی پوشاک اور خوراک میں منحصر نہیں ہے.....! بلکہ قرآن آیات اور آل محمد علیہم السلام کی تفسیر سے جو بات سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ رزق عام ہے جو تمام نعمت ظاہری اور باطنی کو شامل ہے... پس جو نعمات الٰہیہ خداوند عالم کی طرف سے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آئمہ ھدیٰ علیہم السلام اور دیگر مخلوقات کو ملتی ہیں وہ ایک معین مقدار کے مطابق ملتی ہیں... ! جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے

اس حدیث کے آخر میں ہے کہ:

''مجھے بھی طعام کی ضرورت ہے'' ...واضح ہے..... کہ یہاں مقام بندگی کو

ظاہر کیا گیا ہے......! یہ حضرات علیہم السلام کردار و گفتار سے اپنی ہر بات ثابت کرتے ہیں ... یہ طاقت، قدرت توانائی اور ولایت کے ذریعے امور انجام نہیں دیتے.... مگر جب معجزہ دکھانا مطلوب ہو.......! یا جب باطل کو مارنا اور حق کو زندہ رکھنا مقصود ہو......

مسئلہ پنجم کا جواب: جی ہاں..... فقہاء اور مجتہدین جو قرآن اور اہل بیت رسول علیہم السلام سے متمسک ہیں...... نے ولایت تکوینی اور تشریعی کے بارے کلمات اور جملات کہے ہیں......! حقیر چند کلمات جو کہ قرآن مجید اور عترت طاہرہ علیہم السلام کے تابع ہیں آپ کے لیے نقل کر رہا ہے......

کلمات سید ابن طاؤس

کلمات علامہ محقق فقیہہ سبزواری صاحب ذخیرہ جو کہ پہلے گزر چکا ہے کلمات علامہ حبیب اللہ خوئی: نے شرح نہج البلاغہ: جلد ۱۸ ص ۵۵ خطبہ امیر المومنین علیہ السلام کی شرح میں فرمایا: جب میرے مولا علیہ السلام جنگ صفین میں معاویہ کے آنے والے حالات بتا رہے تھے...... آپ علیہ السلام نے فرمایا: میں دیکھ رہا ہوں......اے معاویہ! تو اسی طرح کرے گا......

آپ علیہ السلام نے اس لیے فرمایا تھا: گویا دیکھ رہا ہوں. ...!! کہ زمان و مکان ، اجسام و اجساد ہماری آنکھوں کے سامنے حجاب نہیں بن سکتے......!!

یعنی گذشتہ آئندہ اور تمام صحفات زمین کو دیکھتے ہیں...... یہ پہاڑ ہمارے سامنے حجاب نہیں بن سکتے......

کیونکہ ہم اللہ کی طرف کائنات عالم پر اللہ کی طرف سے حجت اور گواہ ہیں۔

پس یہ چیزیں ہمارے لیے حجاب نہیں بن سکتیں......!!

حقیر کہتا ہے: روایات غیبیہ بہت زیادہ ہیں جن میں آئمہ ھدیٰ علیہم السلام یہ فرماتے ہیں کہ گویا ہم دیکھ رہے ہیں......

خداوند عالم نے ان آیات شریفہ میں گذشتہ واقعات، عالم برزخ اور قیامت کا ذکر کیا ہے... اوران تمام واقعات میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو... ان کی طرف متوجہ کیا ہے......!!اور فرمایا

ہے... آپ دیکھئے! وہ کیا کرتے ہیں... کیا کہتے ہیں ....اور کس طرح جھوٹ بولتے ہیں......!!

(یہ دلیل ہے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ واقعات پہلے سے جانتے تھے)

عالم کامل سید محمد حسن میرجیانی: نے اپنی نظم میں وصف امام بیان فرمائے ہیں

بدر فی السماء العظمة ___ منظومة الکون به منتظمة

آسمان پر عظمت والا چاند ہیں اور نظام کائنات چلانے والے ہیں

واسطة فی عالم الوجود ___ بین الممکونات والعبود

اللہ اور موجودات عالم کے درمیان واسطہ ہیں

قطب رحی عوالم الایجاد ___ میزان عدل الله فی المعاد

عالم ایجاد میں قطب میں اور آخرت کے عدل کا میزان ہیں

امر نظام الکون طرا بیدہ ___ بامرہ و فیض مددہ

اللہ کے حکم سے نظام کائنات چلاتے ہیں اور لوگوں کو فیض دیتے ہیں

حضرت امام زمانہ علیہ السلام کے القابات میں بیان فرماتے ھیں

ناظم امر الکون عزالمومنین ___ مدبر الامور والحصن الحصین

ناظم کائنات (امام) مومنین کی عزت اور ان کے لیے مضبوط قلعہ ہیں

یہاں تک کہ فرمایا:

و محسور الکون مدار الدھر ___ و مصدر الامر قوی القھر

کائنات کا محور اور زمانہ کا مدار ہیں۔ امر خدا کا مصدر اور غالب ہیں......

صاحب کفایۃ المؤحدین نے شبہیہ پنجم کے جواب میں فرمایا ہے: جب آیت ولایت نازل ہوئی تو مخالفین نے کہا کہ جناب امیر نے وہ انگوٹھی کہاں سے لی تھی......؟!!

صاحب کفایۃ المؤحدین نے جواب یہ دیا ہے:۔

حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام اور آپ علیہ السلام کی آل طاہرہ علیہم السلام تمام زمین اور آسمانوں میں سب سے زیادہ حق تصرف رکھتے ہیں......!! زمین و آسمان کے تمام خزانے ان کے دست مبارک میں ہیں......

استاد الکل فی الکل الشیخ مرتضیٰ انصاری

اپنی کتاب مکاسب میں فرماتے ہیں......

اولیاء اولی بالتصرف ہیں......اصل یہ ہے کہ عدم ثبوت ولایت ہے کہ کوئی چیز

حاصل کی جائے لیکن ہم نے اس اصل سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آئمہ ھدیٰ علیہم السلام کو خارج کیا ہے۔ کیونکہ ادلہ اربع سے یہ بات ثابت ہے کہ یہ حضرات کائنات پر ولایت کلیہ الٰہیہ مطلقہ کے وارث ہیں......!!

اس کے انہوں آیات وروایات کو بیان کرنا شروع کیا ہے...... یہاں تک وہ کہتے ہیں......! ہمارا مقصود یہ ہے کہ...... ہم اس گمان کو دور کریں جو یہ ہے کہ ان حضرات علیہم السلام کی اطاعت فقط امور شریعت میں واجب ہے......

جو کچھ تحقیق تتبع کے بعد ادلہ اربع سے حاصل ہوتا ہے......وہ یہ ہے کہ: ان الامام سلطنة مطلقة على الوعية من قبل الله تعالى و ان تصرفهم فافذعلى الرعية ما من مطلقة ......الخ

یقیناً امام رعیت پر اللہ کی طرف سے مطلق العنان سلطان و بادشاہ ہوتا ہے...... اور اس کا تصرف کائنات میں نافذ ہوتا ہے...... چاہے وہ زمانہ ماضی میں ہی کیوں نہ ہو...... (یعنی ماضی، حال، استقبال امام علیہ السلام کیلئے برابر ہوتے ہیں)

العـلامة المحقق المرجع الدينى الميرزا محمدحسين الغروى النائنى

نے مکاسب میں علامہ شیخ محمد تقی آملی کے قلم سے جلد۲ ص۳۳۲ سے نقل کیا ہے......ہم نے اصل سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ...... کے لیے ثابت کی ہے ......جس کے لیے ولایت کبریٰ دین ودنیا میں ثابت ہو...... کیونکہ اصلی ولایت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور

اور اس ایک اور خبیث تھا ان دونوں پر آئمہ ھدیٰ علیہم السلام نے لعنت کی ہے۔ ..اور ان دونوں سے بیزار رہنے کا حکم دیا ہے......!

سوم: اس نے اس جملہ کا ترجمہ بھی غلط کیا ہے......!

(انکم تقدرون ارزاق العباد فقال واللہ ما یقدر ارزاقنا الا اللہ الخ......)

اس نے یقدر اور تقدرون دونوں کو ثلاثی مجرد سمجھا ہے اور اس کا مطلب یہ ہے قدرت وتوانائی ہے اس نے دونوں موارد میں اشتباہ کیا ہے......عباد جمع کا صیغہ ہے یقدر اور تقدرون ثالثی مجرد نہیں ہیں بلکہ باب تفعیل میں سے ہیں......!

یعنی تم بندوں کی روزی تقدیر کرتے ہو (یعنی لوگوں کی روزی معین کرنا تمہارا کام ہے)

امام نے یہ فرمایا ہے واللہ! تمام روزی فقط امام معین کرتا ہے......!

واضح رہے کہ روزی پوشاک اور خوراک میں منحصر نہیں ہے...... ! بلکہ قرآن آیات اور آل محمد علیہم السلام کی تفسیر سے جو بات سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ رزق عام ہے جو تمام نعمت ظاہری اور باطنی کو شامل ہے ......پس جو نعمات الٰہیہ خداوند عالم کی طرف سے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور آئمہ ھدیٰ علیہم السلام اور دیگر مخلوقات کو ملتی ہیں وہ ایک معین مقدار کے مطابق ملتی ہیں......! جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے

اس حدیث کے آخر میں ہے کہ:

''مجھے بھی طعام کی ضرورت ہے''......واضح ہے......کہ یہاں مقام بندگی کو

ظاہر کیا گیا ہے...... !یہ حضرات علیہم السلام کردار و گفتار سے اپنی ہر بات ثابت کرتے ہیں ...... یہ طاقت، قدرت توانائی اور ولایت کے ذریعے امور انجام نہیں دیتے...... مگر جب معجزہ دکھانا مطلوب ہو......! یا جب باطل کو مارنا اور حق کو زندہ رکھنا مقصود ہو......

مسئلہ پنجم کا جواب: جی ہاں...... فقہاء اور مجتہدین جو قرآن اور اہل بیت رسول علیہم السلام سے متمسک ہیں...... نے ولایت تکوینی اور تشریعی کے بارے کلمات اور جملات کہے ہیں...... !حقیر چند کلمات جو کہ قرآن مجید اور عترت طاہرہ علیہم السلام کے تابع ہیں آپ کے لیے نقل کر رہا ہے......

کلمات سید ابن طاؤس

کلمات علامہ محقق فقیہہ سبزواری صاحب ذخیرہ جو کہ پہلے گزر چکا ہے کلمات علامہ حبیب اللہ خوئی: نے شرح نہج البلاغہ: جلد ۱۸ص ۵۵ خطبہ امیر المومنین علیہ السلام کی شرح میں فرمایا: جب میرے مولا علیہ السلام جنگ صفین میں معاویہ کے آنے والے حالات بتا رہے تھے...... آپ علیہ السلام نے فرمایا: میں دیکھ رہا ہوں...... اے معاویہ! تو اسی طرح کرے گا......

آپ علیہ السلام نے اس لیے فرمایا تھا: گویا دیکھ رہا ہوں......!! کہ زمان و مکان، اجسام و اجساد ہماری آنکھوں کے سامنے حجاب نہیں بن سکتے...... !!

یعنی گذشتہ آئندہ اور تمام صحفات زمین کو دیکھتے ہیں...... یہ پہاڑ ہمارے سامنے حجاب نہیں بن سکتے......

کیونکہ ہم اللہ کی طرف کائنات عالم پر اللہ کی طرف سے حجت اور گواہ ہیں۔

پس یہ چیزیں ہمارے لیے حجاب نہیں بن سکتیں......!!

حقیر کہتا ہے: روایات غیبیہ بہت زیادہ ہیں جن میں آئمہ ھدیٰ علیہم السلام یہ فرماتے ہیں کہ گویا ہم دیکھ رہے ہیں...

خداوند عالم نے ان آیات شریفہ میں گذشتہ واقعات، عالم برزخ اور قیامت کا ذکر کیا ہے... اور ان تمام واقعات میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو......ان کی طرف متوجہ کیا ہے... !!اور فرمایا

ہے......آپ دیکھئے !وہ کیا کرتے ہیں......کیا کہتے ہیں ...اور کس طرح جھوٹ بولتے ہیں......!!

(یہ دلیل ہے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ واقعات پہلے سے جانتے تھے)

عالم کامل سید محمد حسن میر جیانی: نے اپنی نظم میں وصف امام بیان فرمائے ہیں

بدر فی السماء العظمة ___ منظومة الکون به منتظمة

آسمان پر عظمت والا چاند ہیں اور نظام کائنات چلانے والے ہیں

واسطة فی عالم الوجود ___ بین المکونات والعبود

اللہ اور موجودات عالم کے درمیان واسطہ ہیں

قطب رحی عوالم الایجاد ___ میزان عدل الله فی المعاد

عالم ایجاد میں قطب میں اور آخرت کے عدل کا میزان ہیں

امر نظام الکون طرا بیدہ ــــ بامرہ و فیض مددہ

اللہ کے حکم سے نظام کائنات چلاتے ہیں اور لوگوں کو فیض دیتے ہیں

حضرت امام زمانہ علیہ السلام کے القابات میں بیان فرماتے ہیں

ناظم امر الکون عز المومنین ــــ مدبر الامور والحصن الحصین

ناظم کائنات (امام) مومنین کی عزت اور ان کے لیے مضبوط قلعہ ہیں

یہاں تک کہ فرمایا:

و محسور الکون مدار الدھر ــــ و مصدر الامر قوی القھر

کائنات کا محور اور زمانہ کا مدار ہیں۔ امر خدا کا مصدر اور غالب ہیں......

صاحب کفایۃ الموحدین نے شبیہ پنجم کے جواب میں فرمایا ہے: جب آیت ولایت نازل ہوئی تو مخالفین نے کہا کہ جناب امیر نے وہ انگوٹھی کہاں سے لی تھی.... ؟!!

صاحب کفایۃ الموحدین نے جواب یہ دیا ہے:۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام اور آپ علیہ السلام کی آل طاہرۃ علیہم السلام تمام زمین اور آسمانوں میں سب سے زیادہ حق تصرف رکھتے ہیں.... !!زمین و آسمان کے تمام خزانے ان کے دست مبارک میں ہیں......

استاد الکل فی الکل الشیخ مرتضیٰ انصاری

اپنی کتاب مکاسب میں فرماتے ہیں......

اولیاء اولی بالتصرف ہیں.... اصل یہ ہے کہ عدم ثبوت ولایت ہے کہ کوئی چیز

حاصل کی جائے لیکن ہم نے اس اصل سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور آئمہ ھدیٰ علیہم السلام کو خارج کیا ہے۔ کیونکہ ادلہ اربع سے یہ بات ثابت ہے کہ یہ حضرات کائنات پر ولایت کلیہ الٰہیہ مطلقہ کے وارث ہیں......!!

اس کے انہوں آیات وروایات کو بیان کرنا شروع کیا ہے...... یہاں تک وہ کہتے ہیں......! ہمارا مقصود یہ ہے کہ...... ہم اس گمان کو دور کریں جو یہ ہے کہ ان حضرات علیہم السلام کی اطاعت فقط امور شریعت میں واجب ہے......

جو کچھ تحقیق تتبع کے بعد ادلہ اربع سے حاصل ہوتا ہے......وہ یہ ہے کہ: ان

الامام سلطنة مطلقة على الوعية من قبل الله تعالى و ان تصرفهم فافذعلى الرعية ما من مطلقة ...... الخ

یقیناً امام رعیت پر اللہ کی طرف سے مطلق العنان سلطان وبادشاہ ہوتا ہے...... اوراس کا تصرف کائنات میں نافذ ہوتا ہے...... چاہے وہ زمانہ ماضی میں ہی کیوں نہ ہو ...... (یعنی ماضی، حال، استقبال امام علیہ السلام کیلئے برابر ہوتے ہیں)

العلامة المحقق المرجع الديني الميرزا محمدحسين الغروى النائنى

نے مکاسب میں علامہ شیخ محمد تقی آملی کے قلم سے جلد۲ص ۳۳۲ سے نقل کیا ہے...... ہم نے اصل سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ...... کے لیے ثابت کی ہے ......جس کے لیے ولایت کبریٰ دین ودنیا میں ثابت ہو...... کیونکہ اصلی ولایت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور

آئمہ ھدیٰ علیہم السلام کے لیے ثابت ہے......

جان لو !ان حضرات کی ولایت کے دو مرتبہ ہیں ......ایک ولایت تکوینی ہے......اور یہ کائنات ان کے مسخر اور ان کے ارادے ومشیت کے تابع ہے......

جیسا کہ حضرت حجۃ کی زیارت میں ہے......

''مامنا شیء الا و انتم له السبب''

ہمارے لیے کوئی بھی شیء ایسی نہیں ہے......جس کے لیے آپ حضرات سبب نہ ہوں......

کیوں کہ یہ حضرات اللہ کی صفات اور اسماء کے مظہر ہیں ......تو ان کا قول و فعل اللہ کا قول وفعل ہے......!

ولایت کا یہ رتبہ ان حضرات کیساتھ مختص ہے......ان کے علاوہ کسی اور کو یہ عطا نہیں ہوا......!!

کیونکہ ان کی ذوات نورانیہ اور نفوس مقدسہ اس ولایت تکوینیہ کا تقاضا کرتے ہیں......

دوسرا مرتبہ......ولایت تشریعی ہے...... یہ بھی ولایت الٰہیہ ہے......یہ بھی خدا کے طرف سے ان حضرات علیہم السلام کیلئے ثابت ہے......!اس کا مطلب یہ ہے کہ:

ہر شیء پر شرعی طور سے انکی اطاعت کرنا واجب ہے......اور یہ لوگوں سے زیادہ ان پر حق تصرف رکھتے ہیں ......!!ان دو رتبوں میں فرق ظاہر ہے...... کیونکہ ولایت تکوینی اور تشریعی دونوں عالم تشریع میں ثابت ہیں ...... اگر چہ تشریعی اس لیے ثابت ہوتی ہے......جس کے لیے پہلے ولایت تکوینی ثابت ہو......!

علامہ الکامل فقیہ العصر الحاج میرزا حسن البجنوردی: نے اپنی کتاب منتھی الاصول ج ۲ ص ۴۰۶ میں بیان فرمایا ہے......

تیسرا امر......

ولایت، خلافت، امامت اور نبوت میں ہے۔ان تمام کی چند قسمیں ہیں......

ولایت تکوینیہ، ولایت تشریعیہ،

ولایت تکوینیہ:۔ نفس علم وعمل با عطاء الٰہی کے ذریعے بغیر کسی کوشش کے بلکہ استداد ذاتی، جوہر کی نفاست اور طینت کی بلندی کی وجہ سے کمال کے اعلیٰ مراتب سے اور ذی الجلال کے قرب کے مدارج تک...... جاتا ہے......اس حیثیت سے کہ وہ سنتا ہے...... یہ حضرات سنتے ہیں ......اور جو کچھ وہ دیکھتا ہے ......یہ حضرات بھی دیکھتے ہیں ......! یہ ولایت کا وہ درجہ ہے جس کو خدا نے قران میں اپنی ولایت کے ساتھ بیان فرمایا ہے......فرمایا:

إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلاَةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ (۵۵).

اس ولایت کا مطلب یہ ہے کہ کائنات عالم میں حق تصرف رکھتے ہیں ......زمین وآسمان ان کے تابع ہے......اس ولایت کی وجہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام مردہ زندہ کرتے تھے......اور مریضوں کو شفاء دیتے تھے......

اسی ولایت کے ذریعے چاند کے دو ٹکڑے کیے گئے......اور اسی ولایت کے

ذریعے آئمہ ھدیٰ علیہم السلام معجزات رونما کرتے ہیں......اور یہ ولایت تکوینیہ امر خلافت و امامت میں جاری ہوتی ہیں......

ولایت تشریعہ:۔

یہ ولایت عامہ ہے جس طرح سلطان عادل کی ولایت ہوتی ہے......اور وہ نبی اکرم اور آئمہ ھدیٰ علیہم السلام ہیں......

اور بعض مومنین کیلئے بھی ولایت تکوینہ ثابت ہو جاتی ہے......جس طرح حضرت سلمان علیہ السلام فارسی ہیں......

جو شخص مزید ملاقات کا خواہش مند ہو وہ مراۃ العقول کا مطالعہ کرے......

شیخ البھائی: قدس سرہ الشریف نے اپنے قصیدہ وسیلۃ الفوز والامان فی مدح صاحب الزمانؑ میں بیان فرمایا ہے......

خلیفۃ رب العالمین و ظله   علی ساکن الغراء من کل دیار

آپ اللہ کا خلیفہ اور کائنات عالم میں ہر شخص پر اللہ کا سایہ ہیں

علوم الوریٰ فی جنب ابحر عمله   کغرفة کف او کغمسة منقاد

کائنات عالم کے علوم آپ کے پہلو میں اس طرح ہیں جس طرح چلو مین پانی ہوتا ہے

باشراقها کل العوالم اشرقت   لمالاح فی الکونین من نورها الساری

کائنات عالم کا ہر نور آپ کی وجہ سے ہے اور کونین کو روشنی آپ ہی عطا کرتے ہیں

و مقتدر لو کلف الصم نطقھا　　　باجذارھا فاھت الیه باجذار

یہ وہ کریم ہیں جو ہر حاجت مند کی حاجت روائی کرتے ہیں اور حتیٰ کہ گونگے کو نطق عطا کرتے ہیں......

میرزا ابوالفضل تہرانی: (متوفی ۱۳۱۶) نے حضرت حجۃ علیہ السلام کی مدح سرائی میں کہا ہے

لا سیما مھدیھم بدر الدجیٰ　　　و من الیه المشتکیٰ و الملتجیٰ

سلطان اھل الارض و السماء　　　و مالک ازمة القضاء

خصوصاً امام زمانہ علیہ السلام چودھویں کا چاند ہیں......مشکلات میں ہمارے ملجا و ماویٰ ہیں زمین و آسمان کے بادشاہ و مالک ہیں......اور لوگوں کی مشکل کشائی ان کے ذمے ہے......

سلطان کربلا حضرت حسین علیہ السلام کی شان میں کہا ہے

و من فوض الله امر الوجود　　　قبضاً و بسطاً الی راحته ز

خداوند عالم نے نظام کائنات حضرت امام حسین علیہ السلام کے سپرد کر دیا ہے...... مارنا، زندہ کرنا، رزق، کم کرنا زیادہ کرنا، ان کے ہاتھ میں ہے......

مدار الوجود وقطب السعود　　　و من جملة الخلق فی جوزته

وجود کا دار و مدار آپ ہیں......اور نیکی و سعادت کا ''قطب'' اس کائنات عالم کی تمام مخلوقات آپ کے پاس جمع ہوتی ہیں......(یعنی حاجت طلب کرتی ہیں)

ایک مرجع:۔ نے اپنے رسالہ عملیہ میں کہا ہے کہ امام کے لیے مقام خلافت کلی الٰہی

ہے کہ کبھی کبھار آئمہ ھدیٰ علیہم السلام کی زبان اطہر پر جاری بھی ہوتی ہے......ولایت تکوینی ہے......اس کا مطلب یہ ہے کہ کائنات عالم کے تمام ذرات ولی امر کیلئے فاضع وخاشع ہیں......

اس لیے ہمارے مذہب کی ضروریات میں سے ہے کہ کوئی بھی آئمہ ھدیٰ کے مقام تک نہیں پہنچ سکتا ہے...... یہاں تک ملک مقرب اور نبی مرسل بھی......!!اس کلام پاک کی طرف اشارہ ہے......حضرت امام علی نقی علیہ السلام نے زیارت جامعہ میں فرمایا ہے

(و ذل کل شیء لکم)

ہر شیء آپ حضرات علیہم السلام کے سامنے ذلیل ہے۔

علامہ شیخ علی نجل کاشف الغطاء: نے اپنی کتاب النوار الساطع کے پہلے جز ص ۳۸۰ میں کہا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آئمہ ھدیٰ علیہم السلام کیلئے مقامات عالیہ ہیں

کائنات عالم ان ذوات مقدسہ کی وجہ سے مستفید ہوتی ہے......ان سے استفادہ اس طرح ہوتا ہے جس طرح سورج سے...... یہ وہ مقام ہے کہ اس......کیلئے روایات بہت زیادہ ہیں اور......زیارت جامعہ کبیرہ میں ہے......

بکم ینزل الغیث وبکم یمسک السماء ان تقع علی الارض بکم یکشف الضر

تمہاری وجہ سے بارش ہوتی ہے......تمہاری وجہ سے آسمان قائم ہے......ورنہ یہ زمین

پر گر پڑتا، تمہاری وجہ سے پریشانی دور ہوتی ہے۔

ایک اور جگہ پر (اصول کافی میں) فرمایا: (ان الارض کلھا لنا)

یہ زمین ساری کی ساری ہمارے لیے بنائی گئی ہے......

یہ زمین ان کے قبضہ قدرت میں ہے......

حضرت امیر علیہ السلام نے ایک مکتوب میں فرمایا:

(نحن صنائع الله و الخلق صنائنا)

ہم اللہ کی صنعت ہیں اور مخلوق ہماری صنعت ہیں......

اور زیارت رجبیہ میں ہے......

تمہاری وجہ سے مریض کو شفا ملتی ہے......ان کے پاس علم غیب ہے......اور ان سے معجزات ظاہر ہوتے ہیں...... اور ان کے پاس ولایت تکوینی ہے......

یہ حضرات علیہم السلام مومنین پر ان کی جانوں سے زیادہ حق رکھتے ہیں...... !......

ارشاد خداوندی ہے

(النبیّ اولیٰ بالمومنین من انفسھم) اور آپؐ نے روز غدیر بھی پوچھا تھا...... کیا میں تم پر تم میں سے زیادہ حق نہیں رکھتا ہوں...... ؟! انہوں نے جواب دیا

''جی ہاں''

تو پھر آپ نے فرمایا (من کنت مولاہ فھذا علی مولاہ)

یہ روایات بزرگ علماء کی کتابوں میں موجود ہے...... حتیٰ کہ بڑے شعراء نے بھی اپنے کلام میں یہ موضوع قلم بند کیا ہے...... جیسا کہ دیوان سید رضی (مؤلف نہج

البلاغہ)دیوان سید اسماعیل حمیری ...... دیوان شیخ کاظم ازری ،دیوان سید حیدر حلی ......دیوان سید دعبل خزاعی......

اس مختصر میں اس سے زیادہ کی گنجائش نہیں ہے

إِنَّ فِي ذَلِكَ لَذِكْرَى لِمَنْ كَانَ لَهُ قَلْبٌ أَوْ أَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيدٌ (۳۷)

یقیناً وہ شخص قلب سلیم رکھتا ہے یا سننے والے کان رکھتا ہے تو یہ اس کے لیے تذکرہ ہے

وَقُلْ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكُمْ فَمَنْ شَاءَ فَلْيُؤْمِنْ وَمَنْ شَاءَ فَلْيَكْفُرْ

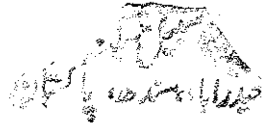
تو آج جہنمی نہ بنتے..... !

الحمد لله الذی هدانا لهذا وما کنا نهتدی لو لا ان هدانا الله والحمد لله رب العالمین

حمد ہے اس خدا کی جس نے ہمیں ولایت کی طرف ہدایت کی..... اگر خدا ہمیں یہ نعمت ولایت عطا نہ کرتا..... تو ہم کسی طرح اپنی منزل مقصود تک نہ پہنچتے......؟!

حمد ہے اس خدا کی جو عالمین کا رب ہے

اول و آخر حمد ہے جس طرح خدا نے ہم پر واجب قرار دیا ہے..... حمد ہے اس کی جو حمد کے لائق ہے..... درود سلام ہوں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اور انکی آل طاہرہ علیہم السلام پر......



احقر العباد العاصی ناصر سبطین ہاشمی نجل امیر العلماء حضرت علامہ امیر محمد ہاشمی تونسوی فاتح چوٹی رضوان اللہ تعالیٰ علیہ

اس مقدس فریضہ سے ۳۰ صفر المظفر ۱۴۳۰ھ بمطابق 26 فروری 2009ء بروز جمعرات بمقام مدرسہ جامعہ باب العلوم کو سبکدوش ہوا ہے

ناصر سبطین ہاشمی

پرنسپل مدرسہ باب العلوم

چوک نواں شہر ملتان

حدیث

(1) انا مدینة العلم و علی بابها

میں علم کا خزانہ ہوں اور علی علیہ السلام اس کا دروازہ
ہے (حدیث نبویؐ)

(۲)

سلونی سلونی قبل ان تفقدونی

جو کچھ پوچھنا چاہو مجھ سے پوچھو قبل اس کے کہ میں تم
میں نہ رہوں (فرمان حضرت علی علیہ السلام)